عقائد وعبادات، معاملات و معاشرت، معیشت، اخلاقیات، احسان، علم، عمل
اخلاص، عاجزی، ایمان و ایقان، حمیتِ دینی، دعوت و جہاد، اُسوہ حسنہ، تقویٰ

سورۃ الکھف

دورِ فتن میں نورانی قبلہ نما

دارالحکمت انٹرنیشنل
60-C، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد
Tel: 051-2282058-226000

سورۃ الکھف

دورِ فتن میں نورانی قبلہ نما

مرتب: کرنل اشفاق احمد
ناشر: دارالحکمت انٹرنیشنل (الخدمت العلمیہ)
زیرِاہتمام: حافظ محمد ندیم فاروقی
ڈیزائننگ: محمد صادق بٹ
اشاعت: دسمبر 2019ء
تعداد: 1000

پرنٹر: اقرأ قرآن کمپنی اردو بازار لاہور۔ 0321-9999423

فہرستِ عنوانات و مضامین

قصّۂ صاحب دو باغاں

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق

قصّۂ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق

سورۃ
الکہف

چشم کشا حقائق (3) 147

مختصر تعبیری اکتشافات و عصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق 160

خصوصی ضمیمہ ۔ ۱

نوعِ انسانی کیلئے کٹھن ترین فسادی فتنے کی حقیقت اور استنباط 172

خصوصی ضمیمہ ۲ 201

''اے اللہ مجھے (تمام) اشیاء ایسے دکھا جیسے کہ وہ (اصلاً) ہیں۔'' (نبی آخرالزّماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

''اے اللہ ہمارے لئے حق کو سچ کر دکھا اور ہمیں اُس پر عمل کی توفیق عطا فرما، اور ہمارے لئے باطل کو جھوٹ کر دکھا اور اس سے بچنے کی ہمّت عطا فرما۔'' (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

عاجزانہ انتساب

رحمت اللعالمین ﷺ، سیّدالانبیاء ﷺ اور نبی آخرالزّماں ﷺ
کی اُس اُمّتِ مرحومہ کے نام جو عصرِ حاضر
کی بُھول بُھلیوں میں کھو کر اپنی ''امامت و شہادتِ عالم'' کی عظیم تر ذمّہ داریاں بُھلا بیٹھی ہے،
مگر
آوازِ جرس پر دوبارہ بیدار ہونے کو تیّار ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، امانت کا، شُجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا
(علّامہ محمّد اقبالؒ)

حدیثِ دل

سب تعریفیں اس مالکِ بے ہمتا کی ہیں جس نے کارزارِ علمیّت اور میدانِ قلم کاری میں درجۂ صفر پر فائز اِس ناچیز عاجز سے اپنے بڑے کام میں حصّہ ڈلوانے کا ارادہ فرمایا اور پھر ناممکنات کو خُود ہی سہل بھی بنا دیا۔ یہ نہایت عجیب معاملہ، البتّہ ربّ العالمین کی قدیمی سُنّت کے عین مُطابق ہے جہاں وہ چڑیوں سے باز، ابابیلوں سے ہاتھی اور قلیل سے کثیر کو شکست دلوانے اور ایسے مُعجزے کبھی بھی برپا کر دینے والی قُدرتِ کاملہ کو سب کے سامنے عیاں کرتا ہے۔ وہ قطرے سے قُلزم، بُوند سے شاہکار (انسان) اور کلی سے بہار تخلیق کرنے سے عار محسوس کرتا ہے اور نہ ہی اس عمل سے کبھی تھکتا ہے۔ اسکے ارادے قدیم، مشیّت اٹل اور اقتدار غالب ہے۔ اُسے کوئی رائی برابر ہزیمت دے سکا ہے اور نہ ہی کبھی اسکا عظیم الشّان منصوبہ مفلوج ہوتا ہے۔ ایسے احکم الحاکمین کے سپاہ سالار (نبی آخرالزّماں ﷺ) اور جانباز سپاہیوں کی بھی شان نرالی، نگاہ بُلند اور دبدبہ لازوال ہوتا ہے۔ اس گروہِ شرفِ انسانی کے پوشیدہ وصف تُندیٔ بادِ مخالف میں نکھرتے ہیں اور مایوسی و شکست خوردگی کے اندھیروں میں ڈوبی انسانیت کو اُمید و فتح کی روشنیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔

تاریخِ عالم اس معجزے کی بھی بارہا توثیق کرتی آئی ہے کہ جب کبھی نوعِ انسانی کے ان نادر نمونوں پر شامتِ اعمال اور مکافاتِ عمل کا گُھن لگ گیا اور پھر وہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے پر مائل ہو گئے، تو دورِ مسکنت کے بادل چھٹنے میں تاخیر نہیں ہوتی۔ ایمان و فلاح کی پو پھٹتی ہے اور نئے اُجالوں سے تمام عالم مُنوّر ہو جاتا ہے۔ اسطرح دینِ فطرت پر قائم انسانیت کے یہ مسیحا، ربّ کی دھرتی اور اسکے بندوں پر ربّ العالمین کے ہی عالی نظام کا اجراء کر دیتے ہیں اور شیطانی ظلم و استحصال کی چکّی میں پستی نوعِ انسانی، حتمی فلاح و سلامتی کے نُورانی راستے پر لوٹ آتی ہے۔

عصرِ حاضر میں بڑھتے شیطانی سایوں اورخوف و دہشت کے سوداگروں نے جہاں معصوم انسانوں کوتشکیکی ذہن سازیوں، تمدّنی نوسربازیوں، معاشی چالبازیوں اور خیرہ کن مکّاریوں کے پھندوں میں بُری طرح پھنسا کر لامتناہی قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا ہوا ہے، وہیں انکو تقسیم در تقسیم کی تعصّباتی پھِرکی میں گُھما کر سر پر کھڑے کٹھن ترین دجّالی امتحان سے بیگانہ بھی بنا دیا ہے۔ عالمگیر غفلت کی یہ حالت ہے کہ آج لوگ بُھولنا بھی بُھول گئے ہیں اور نفسانی و دنیاوی اشغال میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اپنی خودکُشی پر کمربستہ انسانیت کے پاس ان جان لیوا بیماریوں کا اکسیری نُسخہ یعنی **''ہرعہد پر نگران قرآن عالیشان''** گھر گھر میں موجود ہے مگر پھر بھی غالب اکثریت **''بےفیض محوری گردش''** میں گُم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری کلام پر گہرا تدبّر و عمل تمام ابہام وشُبہات سے نجات دلاتا ہے، حق و باطل کے مٹتے فرق کو واضح کرتا ہے اور حتمی نجات کا راستہ آسان بناتا ہے۔

''کیا اہلِ ایمان پر ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُنکے دل اللہ کی یاد اور اسکی نازل کردہ سچائی (یعنی قرآن) سے گُداز ہو جائیں (اللہ کے ذکر سے انکی آنکھیں پُرنم ہو جائیں اور دل تھرّا جائیں) اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر جب ان پر ایک زمانۂ دراز گُزر گیا تو انکے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے فاسق (اللہ کا قانون توڑنیوالے) ہیں۔'' (١٦:۵٧ الحدید)

آپکے ہاتھوں میں موجود سورۃ الکھف پر یہ عاجزانہ کاوش اسی محنت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جو شیطانی اندھیروں سے رحمانی اُجالوں تک کے سفر پر تیّار **کاروانِ عزم و استقلال** کیلئے واضح لائحہ عمل متعیّن کرے گی انشاءاللہ۔ یہاں تمام قارئین پر صراحت سے واضح کیا جاتا ہے کہ سورۂ مبارکہ کے اسرار و مضامین کی تفہیم و تاویل اگرچہ خاص نعمتِ ربّانی ہے مگر مصنّف کی مخصوص رائے کو حتمی ماننے کی بجائے خود **''غیر متعصّبانہ''** مگر فکری و استدلالی انداز میں غور و فکر کریں اور اہلِ علم و فراست سے مشورہ بھی کر لیں، دل و دماغ مطمئن ہوں تو

درست مانیں ورنہ کلیتاً رد کر دیں؛ **واللہ اعلم بالصّواب**۔ حتمی و آخری معنی و مفاہیم تو وہ ہیں جو ربّ اللعالمین جانیں یا رحمت اللعالمینؐ جانیں۔ مزید برآں یہ سورۂ مبارکہ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ چنیدہ مضامین کو عصری تقاضوں سے جوڑ کر **''تاویلی استنباط''** کی تصویر کشی کی کاوش ہے جو گنجلک و کٹھن ترین دورِ فتن میں نورانی قبلہ نُما کی شکل میں ہر دم راہنمائی کریگی؛ ان شاء اللہ۔ اس عظیم الشّان پراجیکٹ کی منصوبہ بندی کا دھیان بھی اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے اس عاجز بندے کے دل میں ڈالا ہے تاکہ بڑھتے ظلمت و استحصال سے نمٹنے کیلئے مستند قُطب نُما میسّر ہو سکے اور خیرہ کن رحمانی روشنیوں کے سامنے حائل ہوتے دبیز شیطانی پردے ہٹ جائیں۔ پس میدانِ حریّت و حمیّت میں سراپا اُترنے کیلئے مردانِ حق تیاری کر لیں اور فتنۂ دجّال کی بڑھتی فسوں کاری و ہلاکت خیزی میں بےوُقعت ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ اللہ ربّ العزّت کے امرِ غالب سے اُمید ہے دجّالی فتنے کی جڑ کاٹنے والی سورۂ مبارکہ کے تناظر میں عُریاں ہوتی یہ کثیر الجہتی تصویر (Big Picture)، تیزی سے پنپتے شیطانی منصوبوں کے سامنے ذوالقرنینی دیوار کا اثر پیدا کریگی؛ ان شاءاللہ۔

الحمدللہ مجھے اس کتاب کے سلسلے میں جیّد علماء و مشائخِ کرام اور دانشور رفقاء کی راہنمائی و مشاورت کا شرف حاصل رہا جس کیلئے میں ان سب کا انتہائی مشکور ہوں اور اللہ ربّ العزّت سے انکے لئے دست بدستہ بہترین اجر و انعام کا طلبگار ہوں۔ ان میں حضرت شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مدّظلہٗ، حضرت شیخ عمران حسین مدّظلہٗ (ملائیشیا)، حضرت عزیز الرّحمٰن ہزاروی مدّظلہٗ، محترم عرفان الحق صاحب، پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرّحمٰن عاصم صاحب، پروفیسر ڈاکٹر قاسم اشرف صاحب (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) اور مفتی عدنان کاکاخیل صاحب جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔

چونکہ یہ میری پہلی تصنیف ہے اور فطرتاً انسان کمزوریوں کا مرقّع ہے، اسلئے اہلِ فکر و ذوق سے گذارش ہے کہ زبان و اسلوب کی خامیوں اور ناقص جُملہ بندیوں سے صرفِ

نظر فرمائیں تا کہ تمام توانائیاں دُوررَس مقصدیّت، حقیقی معنویت اور نتیجہ خیز عملی سرگرمیوں کیلئے وقف ہو جائیں۔ اس عاجزانہ کاوش کے سارے حُسن و محاسن اللہ عزّ وجل کی بے پایاں رحمت و فضل کی عطاءِ خاص ہیں جبکہ تمام کوتاہیاں اور فروگذاشتیں بندۂ ناچیز کی کم علمی کا نتیجہ ہیں۔ اہلِ علم و دانش سے درخواستگار ہوں کہ غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں تا کہ درستی کی جا سکے۔ میں کریم ربّ العالمین سے دُعا گو ہوں کہ وہ اس دعوتی کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے، اِسے نافع النّاس بنائے اور میرے لئے توشۂ آخرت بنا دے، آمین یاربّ العالمین۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

’’میری (تمامتر) توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔‘‘ (۸۸:۱۱ھود)

کرنل اشفاق احمد
کوئٹہ کینٹ
۲ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ
بمطابق 1 جنوری 2017ء

سورۃ الکھف کی پُرحکمت انفرادیت

’’آپ فرما دیں کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں، اور ایک (سمندر) کیا، بھلے ویسا ہی ایک دوسرا (سمندر) بھی اسکی مدد کو لے آئیں (تو بھی اللہ کی باتیں ضبطِ تحریر اور انسانی حاشیۂ خیال میں نہ آ سکیں گی کیونکہ ایک محدود کتنا ہی وسیع سے وسیع تر ہو جائے لامحدود کو کیسے محیط کر سکتا ہے؟)‘‘۔ (۱۸:۱۰۹ الکھف)

نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ا۔ ’’جو کوئی جمعۃ المبارک کو سورۃ الکھف کی تلاوت کریگا، اس کیلئے اگلے جمعہ تک ایک نور روشن ہوگا‘‘۔ (سنن ترمذی، نسائی، بیہقی، حاکم)

ب۔ جو شخص شبِ جمعہ (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات) سورۃ الکھف پڑھے تو یہ اس کیلئے اس جگہ اور بیت العتیق (خانہ کعبہ) کے درمیان نور بنی رہتی ہے‘‘ (سننِ کبریٰ بیہقی)

ج۔ ’’جو سورۃ الکھف کی پہلی دس آیتیں پڑھے گا، وہ فتنۂ دجّال سے محفوظ رہے گا‘‘۔ (مسلم، ابوداؤد)

د۔ ’’جو سورۃ الکھف کی پہلی تین آیتیں تلاوت کرے گا، وہ مسیحِ دجّال کے فتنے سے بچ جائے گا‘‘۔ (ترمذی)

ر۔ ’’جو سورۃ الکھف کی آخری دس آیتیں پڑھے گا، وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا‘‘۔ (مسند احمد)

ح۔ ’’سورہ بنی اسرائیل، الکہف اور مریم اوّل درجہ کی فصیح و بلیغ سورتیں (العتاق الاُوّل) ہیں اور میرے پرانے خزانوں میں سے ہیں یا پرانی یاد کی ہوئی (تِلادِی) ہیں‘‘۔ (صحیح بخاری)

سورۃ الکھف قرآن عالیشان کی اٹھارویں سورۂ مبارکہ ہے اور عظیم تر حکمتِ الٰہیّہ کے تحت قرآن عالیشان کے عین قلب میں واقع ہے۔ یہ اپنے سعادتمند قاری کو

15 سے 16 ویں پارے میں داخل کرتی ہے۔ سورۃ الفاتحہ (80000 فرشتوں) کے بعد اور سورۃ الانعام (70000 فرشتوں) کے علاوہ یہ محض دوسری قرآنی سورۂ مبارکہ ہے جو 70000 جیسے کثیر فرشتوں کی زبردست حفاظت میں نازل ہوئی۔ 110 آیات اور 12 رکوع پر مشتمل یہ مکّی سورۂ مبارکہ، 114 قرآنی سورتوں میں اس لحاظ سے انتہائی منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ نبی آخرالزّ ماں ؐ نے صرف اسی سورۂ مبارکہ کو نوعِ انسانی کے سب سے بڑے فتنے (دجّال) سے حفاظت کی تدبیر قرار دیا ہے۔ یہاں یہ امر بے حد اہمیت کا حامل ہے کہ قرآن عالیشان میں چھوٹی بڑی ہر طرح کی سورتیں موجود ہیں، لیکن ایسی کیا وجہ ہے کہ ان سب کی بجائے فتنۂ دجّال کی شاہ کلید (Master Key)[۱] سورۃ الکھف میں ہی رکھی گئی ہے؟

مشیّتِ الٰہی سے اس سورۂ مبارکہ کی پہلی دس آیات (بعض روایات میں پہلی تین، پہلی دس اور بعض میں آخری دس آیات) میں بالخصوص اور بقیہ سورت میں بالعموم فتنہ دجّال سے حتمی حفاظت کا مکمل انتظام رکھا گیا ہے اور اسی لئے نبی آخرالزّ ماں ؐ نے مختلف روایات کے تحت اُمتِ محمدیہؐ کو ان آیات کی قدر کرتے ہوئے اپنے سینے میں محفوظ کرنے اور اس سورۂ مبارکہ کی مسلسل تلاوت کی زبردست ترغیب دی ہے، تاکہ رحمت اللعالمین ؐ کی ساری اُمّت مسیح دجّال کے قیامت خیز امتحان میں سرخرو ہو جائے۔ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت نہ صرف فتنۂ دجّال سے محفوظ رکھے گی، بلکہ شرک و ظلمات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نورِ ہدایت کی ضیا پاشیوں (مندرجہ بالا احادیث مبارکہ جز و الف اور ب برائے حوالہ) سے فکری و عملی انتشار اور پست ہمتی سے نجات دلا کر خطروں میں گھرے قُطب نُما کو قبلہ رُخ کر کے صراطِ مستقیم پر استقامت سے قائم بھی کر دے گی۔ مزید برآں غالب حکمتِ الٰہیّہ سے آخرالزّ مان (دورِ فتن) کے تمام تر دجّالی فتنوں اور کٹھن آزمائشوں سے مکمل آگاہی و حفاظت کا سب سے زیادہ سامان اور دجّال کے پیدا کردہ فکری، عملی اور روحانی زہریلے

[۱] سینکڑوں چابیاں ہوں، ''تالہ'' اپنی ''مخصوص چابی'' کے بغیر نہیں کُھلتا، مگر جو چابی سینکڑوں تالوں کو اکیلی کھول دے اُسے ''شاہ کلید'' کہتے ہیں۔

اثرات کا شافی تریاق بھی اسی سورۂ مبارکہ میں موجود ہے، جس کی جامع خبر نبی آخر الزّ مان ﷺ نے اپنی محبوب امّت کو بہم پہنچا دی ہے، اس لئے علم الآخرالزّ مان میں سورۃ الکھف مرکزی و کلیدی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ علماءِ راسخین اور محدثین و مفسرین انتہائی غور و فکر اور استدلال سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ کا دجّالی فتنہ سے خاص معنوی، اشاراتی اور ہدایاتی تعلق ہے جو انشاءاللہ آئندہ ابواب میں بالکل واضح ہو جائے گا۔

اب جو بھی سعادت مند اس سورۂ مبارکہ سے پورا قلبی و روحانی تعلق پیدا کر لے گا (جس کا راستہ اس کو حفظ اور کثرتِ تلاوت سے ہوتا ہوا، فکر و نگاہ اور عملی انقلاب کی طرف رواں دواں کرتا ہے) اور اس کے معانی و احکامات کو حرزِ جاں بنا لے گا، تو بفضلہٖ تعالیٰ وہ خوش بخت اس روح شکن اور قیامت خیز فتنے سے کماحقہٗ محفوظ رہے گا اور اس کے پُرکشش مگر ہلاکت خیز جال میں ہر گز گرفتار نہ ہوگا۔ فرمانِ ربّانی ہے:

''اور بے شک ہم نے قرآن میں لوگوں (کو دین کے تمام بنیادی اصولوں اور فلاح کے طریقے سمجھانے) کیلئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں (یعنی خوب خوب واضح کیا ہے) لیکن انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے (یعنی ناعاقبت اندیش اور جلد باز واقع ہوا ہے جو اپنا حقیقی و دائمی نفع نہیں پہچانتا)۔'' (الکھف ۱۸:۵۴)

''اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنیوالی ہے۔'' (النحل ۱۶:۸۹)

سورۃ الکھف کا اجمالی خاکہ

سورۃ الکھف 3 داستانوں، 3 قصّوں، 3 شیطانی طاقتوں، 3 دائمی ہدایت کے راہنما اصولوں، 7 عنوانوں اور فتنۂ دجّال سے کامل ایمانی حفاظت کیلئے لامتناہی وِدُور رَس سبقوں پر محیط ایک بحرِ بیکراں ہے۔ اسرار و رموز سے بھری اس سورۂ مبارکہ کے معانی، مفاہیم اور تاویلات میں وقت کے ساتھ ساتھ ترقّی ہوتی جائے گی، لیکن آخری عبقری شخصیت بھی اس کے تمام موتی نہیں چُن سکے گی اور محض اپنے ظرف وعطا کے مطابق ہی فیض پا سکے گی۔

تین داستانیں:۔

۱۔داستانِ اصحاب کہف: یہ چند اہلِ حق و ایقان نوجوانوں کی عظیم داستانِ شجاعت ہے، جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے شرک، فسق و فجور اور جبر واستبداد کے اندھیروں میں ڈوبے معاشرے کے خلاف کمال عزم و استقلال سے علمِ بغاوت بلند کردیا۔ انتہائی ناموافق حالات کے سامنے سپر انداز ہوکر اپنی سب سے قیمتی متاعِ حیات (یعنی ایمان) گنوانے کی بجائے انھوں نے سب مال ومتاع، رشتے ناطے اور آسائشِ زندگی سے ناطہ توڑ کر ایک دور افتادہ غار کو ''**گوشۂ ایمان و عافیت**'' بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طویل خارق عادت نیند طاری کردی، جس کے دوران گردشِ دوراں نے پلٹا کھایا، معاشرہ مشرب بہ اسلام ہوگیا اور کل کے جلاوطن آج کے ہیرو بن کر لوٹے۔

۲۔داستانِ حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ: حضرت موسیٰؑ ایک گمنام مگر نابغہ روزگار ہستی سے ملنے ایک محیّر العقول سفر پر نکلتے ہیں اور اُنکی ملاقات غیر معروف علم (علمِ لدنی) کے ماہر حضرت خضرؑ سے ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ خضری قیادت میں تین سفر کرتے ہیں، جہاں حضرت خضرؑ موسوی شریعت کے متصادم تین تکوینی امور سرانجام دیتے ہیں۔ وہ ایک بھلی چنگی کشتی کا تختہ توڑ دیتے ہیں، ایک لڑکے کو مار ڈالتے ہیں اور ایسے گاؤں میں بِلا معاوضہ دیوار درست

کرتے ہیں جہاں اُنکی مہمان نوازی نہیں کی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ کے متحیّر سوالات کی (باطنی) خضری تاویلات کے بعد بزرگ ہستیاں اپنے اپنے محاذوں پر لوٹ جاتی ہیں۔

۳۔داستانِ حضرت ذوالقرنینؒ اور یاجوج وماجوج: یہ حیرت انگیز داستان ایک نہایت عظیم الشّان صالح بادشاہ (حضرت ذوالقرنینؒ) کے تین سفروں پر مشتمل ہے۔ مغرب اور مشرق کی مسافتوں کے بعد حضرت ذوالقرنینؒ کی افواج (غالباً شمال میں واقع) کوہستانی علاقے کا قصد کرتی ہیں، جہاں ان کی مُڈبھیڑ ایک ایسی عاجز ولاچار قوم سے ہوتی ہے جو پہاڑوں کے درمیانی درّے سے وارد ہونے والی اقوامِ یاجوج وماجوج کے فساد سے سخت اذیّت ودہشت میں مبتلا تھی۔ حضرت ذوالقرنینؒ درّے کو مضبوط بند (دیوار) سے پاٹ کر اس مظلوم قوم کی دادرسی کردیتے ہیں۔

تین قصّے

۱۔تحریف وشرک کے اصل موجدین کی کتھا: سورۂ مبارکہ کا آغاز قرآن عالیشان کا تحریف و تنسیخ سے دائمی استثناء، نیکوکاروں کیلئے خوشخبری دینے والی اور گناہ گاروں کیلئے خبردار کرنیوالی کتاب جیسے لازوال اعلانات سے ہوتا ہے۔ یہیں پہ گزشتہ صحیفوں (توریت وانجیل) میں افراط وتفریط کرنیوالی اور شرک کی ''**اصل**'' روحِ رواں قوم کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے (جسکی تفصیل اپنی جگہ آئیگی)۔ اس طرح تحریف وشرک کے ''**حقیقی موجدین**'' کو کٹھہرے میں لاکھڑا کرکے انتہائی جلالی انداز میں سورت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ مختلف چشم کُشا توحیدی مضامین کو کھول کر بیان کرتی ہے اور زبردست دعوتِ توحید پر ہی اختتام پزیر ہوتی ہے۔ یعنی سورۂ مبارکہ نہ صرف اپنے آغاز (پہلی آیات) اور اختتام (آخری آیات) میں توحید پر مبنی اٹل ربط عیاں کرتی ہے اور ان میں تعلیم کردہ 1,24,000 خدائی فرستادوں کے ایک ہی آفاقی پیغام (یعنی دعوتِ توحید) کی مرکزیّت اُجاگر کرتی ہے، بلکہ اس بھید سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ **فتنۂ دجّال کا اکسیری تریاق توحیدی عقائد کی اصلاح وعملی تائید**

میں ہی مُضمر ہے۔مزید برآں دجّال اور سورۃ الکھف کی پہلی اور آخری آیات سے متعلّقہ گذشتہ نقل شُدہ احادیث مبارکہ (جزو ج، د اور ر) کی معنویت کوبھی فزوں تر کرتی ہے۔

۲۔قصّہ ٔ صاحبِ دوباغان: یہ قصّہ ایک ایسے مالدار شخص کا ہے جس کے پاس زبردست کھیتی' انگوروں کے دو باغات جن کے طرفین میں کھجوروں کی باڑ اور درمیان میں رواں نہر تھی۔ زبردست کاشت سے حاصل بھرپور مال ومتاع اور افرادی قوت کی بہتات نے اس کے دل و دماغ کو''**کفرانِ نعمت واحساسِ تفاخر**'' سے بھر دیا تھا۔نتیجتاً اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرتے کرتے ، اُس نے نہ صرف وجوبِ قیامت کا انکار کر دیا بلکہ روزِ محشر، ربّانی احتساب اور سزاوجزا کوغیر حقیقی وغیر سنجیدہ معاملہ گردان بیٹھا۔وہ اپنے مخلص ومواحد دوست کے سمجھانے پر بھی اِس غیر معمولی''**شرک**'' سے باز نہیں آتا اور پھر لافانی سُنّتِ الٰہی (**کہ ہر کمال کو زوال ہے**) کے تحت سارے مادی وسائل کو گنوا کر کفِ افسوس مَلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۳۔ابلیس سے شیطان تک کا ذلّت آمیز پاتالی سفرنامہ: یہ سورۂ مبارکہ اس قدیم تاریخی واقعہ کی مختصراً نشاندہی کرتی ہے جب ابلیس (بمعنی''**انتہائی مایوس**'') نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی میں پہلے انسان (حضرت آدمؑ) کو سجدہ نہ کرکے بغاوتِ الٰہی کا پہلا سِفلی بیج بویا اور پھر انسانوں کو بھی گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم کا ایندھن بنا ڈالنے کا بیڑا اٹھالیا [۲] وہ افراد کے فکروعمل کو مُٹھی میں لیکر نمرود، فرعون، سامری، شدّاد، ابوجہل اور **ہلاکو خان جیسے سرکش بنا دیتا ہے۔اسکی بغاوتوں سے لُتھڑی طویل ترین داستان میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ترقّی دیکر اپنا آلۂ کار بنانا، پیغامِ الٰہی کی مسلسل تحریف وتنسیخ کرنا، ربّانی فرستادوں وپیروکاروں کے خلاف ظلم وجبر کی بھٹی کو خوب بھڑکانا اور اپنی راندۂ درگاہی کو غلط ثابت کرنا جیسے سِفلی اعمال شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ پہلے انسان کی کھلی بے حرمتی**

[۲] ''اُس (شیطان) نے کہا (اللہ) تیری عزت کی قسم! میں سب کو بہکا کر رہوں گا بجز تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے اپنے لئے خالص کرلیا ہے''۔
(۸۳_۳۸:۸۲ ص)

اورحکمِ الٰہی کی دائمی خلاف ورزی کرنیوالے شیطان (بمعنی''**سخت باغی**'') اوراس کی جملہ ذُریّات (یعنی اولاد) کوانسانی غیرت وحمیّت کے ناطے،کبھی بھی دوست اور ہمنوا بنانے کے جہنمی عمل سے انسانوں کو رُک جانے کا حکم دیتا ہے۔ [۳]

تین شیطانی طاقتوں کی سِفلی مثلّث:

قرآن عالیشان کی یہ منفرد سورۂ مبارکہ ہے جس میں تین شیطانی طاقتوں کا بیک وقت تذکرہ ہے۔یعنی شیطانِ لعین' یاجوج وماجوج اور دجّال (معنوی و اشاراتی انداز میں)۔**ابتدائے آفرینش سے شیطانِ لعین اوراس کی تمام ذُریّات کا اس کارخانۂ ہستی میں مشترکہ سفلی مقصد ہے کہ دنیا کو شرک، سرکشی، بے حیائی، فسق وفجور، ظلم وجہالت اور استحصال سے بھر دیا جائے، تا کہ اللہ تعالیٰ کے اٹل ارادے اور مقصدِ تخلیق وخلافتِ انسانی کو نا درست ثابت کیا جا سکے (** معاذ اللہ)۔چونکہ اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت اور امر ہر دم حاوی، غالب ونافذ ہوتا ہے، اسلئے بلند تر حکمتِ الٰہیّہ کے تحت شیطانی طاقتوں کو معیّن مدّت تک کُھل کھیلنے کا بھرپور موقع محل دیکر، بعداز اتّمامِ حجت، درازرسی انتہائی تیزی سے کھینچ لی جاتی ہے۔شیطانی مثلّث اوران کے پیروکاروں کیلئے حتمی فرمانِ الٰہی پہلے ہی جاری ہو چکا ہے۔

''میں تجھ (شیطان) سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا''۔
(۳۸:۸۵ ص)

دائمی ہدایت کے تین راہنما اصول

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں فلاحِ انسانیت اور دائمی ہدایت کے تین راہنما اصولوں کی نورانی مثالیں پیش فرماتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

ا۔قرآن عالیشان بطور منبع دائمی رُشد وہدایت،

[۳] ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنوں میں سے تھا۔اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔کیا پھر بھی تم مجھ (اللہ وحدہٗ لاشریک کو) چھوڑ کر اُس (باغی شیطان) اوراس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔ (۱۸:۵۰ الکھف)

۲۔عقیدۂ توحید کی ہردم درستی وترقّی کی فکر ولگن،

۳۔دنیا کی حقیقی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کا فہم وادراک۔

سات عمیق عنوانات

سورۃ الکھف کے مختلف مضامین پر مندرجہ ذیل مجوّزہ عنوانات کے تحت غور وفکر اور عمیق تدبّر کرنے سے عصرِ حاضر کے بے شمار مسائل وگنجلک چیلنجز میں کماحقہٗ راہنمائی نصیب ہوتی ہے:

۱۔فتنۂ دجّال کے خدّ وخال اور دفاعی حکمتِ عملی کے رہنما اصول،

۲۔سُرمدی پیمانۂ توحید اور شرک کے بدلتے رنگ،

۳۔معرکۂ ایمان وکفر، ۴۔معرکۂ روحانیت ومادیت،

۵۔دنیا اور آخرت کا حقیقی آئینہ، ۶۔ظاہر کا بدلتا سراب اور باطن کی ابدی حقیقت،

۷۔ظاہری عقلیّت اور غیبی یقین آمنے سامنے۔

لاتعداد فکری، عملی وروحانی اسباق اور زیست کا لائحہ عمل

اگرچہ سورۃ الکھف کی ہر آیت میں لامتناہی اسرار ورموز موجود ہیں مگر فی الحال لمحۂ موجود کے حالات و واقعات میں فوری راہنمائی فراہم کرنے والے ضروری اسباق کو ہی شامل کیا جارہاہے اور آیت بہ آیت تشریح وانطباق کی جگہ واقعاتی ترتیب کے مطابق مختصراً تاویلی وضاحت کی ایک ہی جگہ کوشش کی جائے گی تاکہ کتابی ضخامت محدود بھی رکھی جاسکے اور اہم ترین عملی پیغامات کی فوری ترسیل بھی ہوجائے۔ان پر گہرا تدبّر اور مسلسل عمل زندگی میں مقصدیّت پیدا کریگا، حق کی جانب رُخ دُرست کریگا اور دُنیا وعُقبیٰ میں فلاح وکامیابی کا راستہ ہموار کریگا: ان شاءاللہ۔

سورۂ مبارکہ کا شانِ نزول

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی تعمیر اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد انبیاء جیسی پاکیزہ ہستیوں کی عدم موجودگی میں ہزاروں سال گزرتے گزرتے، مواحد اہلِ مکّہ ایک جاہل اور مُشرک قوم بن چکے تھے۔اخلاقی گراوٹ، نفس پرستی اور انتہائی رذیل و قبیح اطوار کے ساتھ ساتھ اب وہ ایک اَن دیکھے ربّ کی بجائے 360 مختلف بُتوں کو بیت اللہ میں رکھتے اور ان کی باقاعدہ پُوجا پاٹ کرتے تھے۔وہ دینِ ابراہیمی کی کچھ مسخ شدہ عبادات ورسومات کو ادا کرتے تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے قبیلۂ قریش کو نسل درنسل متولّیٔ کعبہ کا شرف دیتے تھے۔اسی طرح سارے عرب سے ہر سال زائرین قافلہ در قافلہ حج کے مخصوص ایّام میں مکّہ معظّمہ آتے تھے۔سالانہ حج کا تہوار صحرائی مکّہ معظّمہ میں نہ صرف بے حد چہل پہل پیدا کرتا، بلکہ اہلِ مکّہ کی معیشت کیلئے ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتا تھا۔قبائلی جنگیں، قومی عصبیّت وتفاخر سے شروع ہوتیں اور سالہا سال کشت وخون کی ندیاں بہاتی، عورتیں معاشرے کا سب سے پِسا ہوا طبقہ تھا جن کیلئے عزّت وحُرمت کے ایسے معیار تھے کہ رذالت کی پیشانی عرق آلود ہوجائے۔بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دینا غیر معمولی فعل نہیں تھا، اسی طرح حقدار کا حق دبا دینا اور غلاموں/باندیوں کی فوج ظفر موج طاقت وفضیلت کی علامت سمجھے جاتے تھے۔

ایسے گھٹاٹوپ دورِ جہالت میں ایک ایسی عظیم ترین ہستی قبیلۂ قریش میں پیدا ہوتی ہے، جواُنکی نگاہوں کے سامنے اعلیٰ ترین صفات وکردار سے مزیّن ابتدائی عمر کی منازل طے کرتی ہے، نبی آخرالزّمانؐ اصابتِ فکر، دُور بینی اور حق پرستی کا بلند مینارہ، تمام اوصافِ حمیدہ کے جامع، حُسنِ فراست سے منوّر اور اہلِ مکّہ کی تمام خُرافات سے متنفّر،

کامل بصیرت سے پاکیزہ شباب تک پہنچتے ہیں۔اپنے پرائے سب آپؐ کو ''صادق و امین'' مانتے ہیں۔آپؐ 40 برس کی عمر میں ایک ربِّ ذوالجلال کے ماسوا تمام جھوٹے خداؤں سے باقاعدہ انکار و بیزاری کا کھلے عام اظہار اور نبوّتِ محمدیہ کا اعلان فرماتے ہیں۔ ۴؎ آپؐ نہایت زوردار انداز سے کسی بھی مادی شکل اور انسانی احتیاج سے پاک' عظیم تر' سب سے طاقتور و غالب اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے واحد و یکتا ربّ العالمین کا تعارف کرواتے ہیں،آپؐ تعلیم دیتے ہیں کہ اُسی اکیلے اَن دیکھے ربّ کو ہی اپنی ہر حاجت کیلیئے کارساز و کافی سمجھنا' اسی کے سامنے اپنی جبینِ نیاز ٹیکنا' تمام انسانوں کو انسانوں کی غلامی و استحصال سے آزاد کر کے وحدہٗ لاشریک کی غلامی میں لے آنا'' ''ربّ کی دھرتی پر ربّ کے نظام'' کو لاگو کرنا اور انسانیت کو ہر ظلم و استحصال سے بچانے کی تگ و دو کرنا ہی حتمی کامیابی کی ضمانت ہیں۔آپؐ انسانی مساوات' عدل و انصاف' رواداری و خیرخواہی کا درس دیتے اور فضیلت و بزرگی کا معیار ''تقویٰ'' ۵؎ قرار دیتے ہیں۔ان ہمہ جہت آسمانی تعلیمات نے جاہلانہ نظام کو ہلا کر رکھ دیا۔

جنکی اُستادی پہ خود حکمت بجا کرتی تھی ناز
ایک اُمّیؐ نے انہیں طفلِ دبستاں کر دیا

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

کُفّارِ مکّہ کے بہترین ذہنوں نے اپنے مذہبی' معاشی،معاشرتی و سیاسی نظام کو شخصِ واحد کی آفاقی تعلیمات سے بچانے کیلیئے سر جوڑ لئے۔وہ بخوبی جانتے تھے کہ غیر اللہ کی اُلوہیّت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے سے ان کی فضیلت و امارت، سیاسی

۴؎ ''اے رسولؐ! جو کچھ آپؐ کے ربّ کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے، وہ لوگوں تک پُہنچا دیجیئے۔اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپؐ نے اللہ کی رسالت کا حق ادا نہ کیا۔اور اللہ آپؐ کو لوگوں (کے شر) سے بچالے گا۔بے شک اللہ کافروں (منکروں) کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (۶۷:۵ المائدہ)

۵؎ ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور کُنبے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔اللہ کے نزدیک تم میں فضیلت و بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خُدا شناس و پرہیز گار ہے۔یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (۱۳:۴۹ الحجرات)

چودھراہٹ اور پُشتینی رسم و رواج کا صفایا ہو جائے گا،سو وہ اس انقلاب کی جڑ کاٹنے کیلیئے ہر حد عبور کرنے پر تُل گئے۔انھوں نے استہزا' ہرزہ سرائی' تکذیب،ظلم و بہیمیّت کے مدارج بھی طے کئے' مادی فوائد (سرداری' دولت' عورت) جیسی پیشکشیں بھی کر ڈالیں،حتیّٰ کہ ایک سال خدائے واحد اور دوسرے سال باقی خداؤں کی عبادت کرنے کی معنی خیز تجویز بھی پیش کردی۔مگر سورۃ الکافرون کی روشنی میں نبی آخر الزّمانؐ نے واشگاف انداز میں ان دائمی کلمات میں نہ صرف اہلِ مکّہ کو واضح جواب دے دیا، بلکہ روزِ قیامت تک آنیوالے اپنے جانثار اُمّتیوں کیلیئے ایسے حالات میں ہر قسم کی سودے بازی سے ماورا سُرمدی راہِ عمل متعیّن کردی۔

''اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو بھی میں اس کام کو آخری حد تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑوں گا،حتیّٰ کہ یا تو اللہ (دین کو) غالب کردے یا میں اِسی راہ میں فنا ہو جاؤں''

اہلِ مکّہ کے سامنے عظمت و حوصلے کے پیکر اور پہاڑوں سے سر بلند مصمّم ارادے کی مالک پُرشکوہ شخصیت کے ساتھ ساتھ دوسرا بڑا چیلنج فصاحت و بلاغت کا شاہکار قرآن عالیشان تھا، جوان کو زبان دانی کے اس میدان میں گُنگ و نامراد کر رہا تھا،جس میں پورے حجاز کے اندر پہلے ان کا طوطی بولتا تھا۔جب قرآن عالیشان اور صاحبِ قرآنؐ کی بُرہانیّت کے سامنے ساری تدبیریں' مخالفت اور ظلم و جور کے تمام حربے ناکام ہوگئے اور ربّانی پیغام کی بازگشت و پذیرائی پورے مکّہ معظّمہ میں پھیل گئی،تو اہلِ مکّہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط پر مبنی ایک وفد پڑوسی شہر یثرب (مدینہ طیّبہ) میں مقیم (بظاہر) توحید کے علمبردار یہودیوں کے پاس بھیجا کہ ان سے معلوم کریں کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد نئے نبی کے دعویٔ نبوّت کی کیسے جانچ پڑتال کی جائے۔اہلِ مکّہ کو یقین تھا کہ حضرت موسیٰؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک ہر دم انبیاء کے جلو میں رہنے والے یہودیوں کے پاس نبیوں کے متعلق گہرا علم موجود ہوگا۔یہودی علماء نے خوب سوچ و بچار کے بعد، اہلِ مکّہ

کوتین سوالات بھجوائے اور کہا کہ اگر مدعیٔ نبوّت ان کے درست جواب دیدیں تو وہ سچّے نبی ہیں، ورنہ اُنکے بارے میں اپنی آزادانہ رائے اختیار کریں۔

۱۔زمانۂ قدیم میں غار میں سونے والوں کے ساتھ کیا ہوا جن کا شاندار قصّہ تھا؟

۲۔اُس زبردست مسافر کے بارے میں بتائیں جو مشرق و مغرب کے کناروں تک جا پہنچا؟

۳۔رُوح کی حقیقت کیا ہے؟

سورۃ الکھف انہی سوالات کے ضِمن میں نازل ہوئی۔ البتہ تیسرے سوال کا جواب ''سورۂ بنی اسرائیل'' [٦] میں ہے۔**اسطرح عظیم حکمتِ خداوندی سے نہ صرف دونوں سورتوں کا نہایت لطیف اور انتہائی معنی خیز تعلق واضح تر ہوجاتا ہے بلکہ سورۃ الکھف سے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کا راست تعلّق مزید کُھل کر سامنے آجاتا ہے۔**مزید برآں چونکہ ''ہر عہد پر نگران، قرآن عالیشان'' قیامت تک کے لئے دائمی سرچشمہ ہدایت ہے، اس لئے آخری اُمّت کو ہر زمانی کروٹ و فسادِ باطلہ سے نبردآزما ہونے کیلئے مکمل لائحہ عمل کی تبلیغ و ترسیل بھی اہم مضامینِ قرآنی میں شامل ہیں۔لہٰذا جانگسل معرکۂ حق و باطل میں سب سے بڑے شیطانی گماشتے کی گہری حقیقت سے آگاہی اور فتنۂ دجّال کی پیچیدگی اور زبردست ہولناکی سے نمٹنے کیلئے نادر و ممتاز سورۃ الکھف کے اسرار و رموز پر تدبّر کی ضرورت دوچند ہوجاتی ہے۔بفضلہٖ اسی راستے سے موجودہ دورِ فتن میں حالات و مسائل کا مکمل فراست و دُور اندیشی سے جائزہ لینا اور بہترین حکمتِ عملی اختیار کرنا ممکن ہوگا۔

٦۔''اور یہ لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، آپؐ انہیں بتادیں کہ روح میرے ربّ کا امر ہے (یعنی ربّانی قدرت کی عجیب نشانی ہے) اور تم لوگوں کو (اس بارے میں بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔'' (۸۵:۱۷بنی اسرائیل)

فتنۂ دجّال سے سورۃ الکھف کا غیر معمولی تعلّق

سورۃ الکھف میں اہلِ فکر و دانش کیلئے لاتعداد بھید چھپے ہیں اور یہ رُوح شکن فتنۂ دجّال سے حفاظت کی حتمی کنجی بھی ہے۔ان اسرار و مضامین کی تفہیم و تاویل اگرچہ خاص نعمتِ ربّانی ہے مگر تمام قارئین کو صراحت سے بیان کیا جاتا ہے کہ مصنّف کی رائے کو حتمی ماننے کی بجائے خود ''غیر متعصّبانہ و تنقیدانہ'' مگر فکری و استدلالی انداز میں غور و خوض کریں اور اہلِ علم و فراست سے مشورہ بھی کریں، دل و دماغ مطمئن ہوں تو درست مانیں ورنہ کلیتاً رد کردیں۔ حتمی و آخری معنی و مفاہیم تو وہ ہیں جو ربّ العالمین جانیں یا رحمت اللعالمینؐ جانیں۔یہ ایک عاجزانہ کاوش ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے اس عاجز بندے کے دل میں ڈالی ہے تاکہ بڑھتے ظلمت و استحصال میں اندھیری غار کی مُشتبہ صورتحال سے نمٹنے کیلئے مستند قُطب نُما میسّر ہوسکے اور آخری سرے پر چھپی خیرہ کن روشنی سے دبیز پردے ہٹ جائیں، میدانِ حریّت و حمیّت میں سراپا اُترنے کیلئے مردانِ حق تیاری کرلیں اور فتنۂ دجّال کی بڑھتی فسوں کاری و ہلاکت خیزی میں بے وقعت ضائع ہونے سے بچ جائیں؛ **واللہ اعلم بالصّواب۔**

۱۔پہلا فکری و ربطی نکتہ: قرآن عالیشان کی بہترین عملی تفسیر صاحبِ قرآنؐ کی حیاتِ پاک ہے اور احادیثِ مبارکہ صاحبِ قرآنؐ کے ارشادات، معمولات اور اعمال کا مجموعہ ہیں۔**قرآن و احادیث ایک دوسرے کا حقیقی پرتو بھی ہیں اور ایک ہی سُرمدی وحدت میں پروئے ہوئے ربّانی ارادے کا جزو لاینفک بھی ہیں۔**قرآن عالیشان میں فرمانِ الٰہی کہ صاحبِ قرآنؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے (۳:۵۳ النجم)، اسی آفاقی حقیقت کی حتمی سند و آخری ترجمانی ہے۔صاحبِ قرآنؐ کی دجّال اور سورۃ الکھف کے تعلّق پر تواتر

تک پہنچی ہوئی حسن احادیث کا ذخیرہ اور سورۃ الکھف میں ہی قیامت خیز فتنۂ دجّال کی (آگے ظاہر ہوتی) تمام جُزیات' حرکیات اور تزویرات کے ساتھ ساتھ دجّالیت کا اجل تریاق موجود ہونا بہ ملاحظہ ثابت کرتے ہیں کہ اگرچہ قرآن عالیشان میں دجّال لفظی طور پر مذکور نہیں ہے، مگر سورۃ الکھف میں دجّال کی معنوی' اشاراتی اور تاویلی موجودگی کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ فرمانِ ربّانی ہے:

''کسی مومن مرد و عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر انہیں اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے، تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا''۔

(الاحزاب ۳۳:۳۶)

۲۔ دوسرا فکری ورَبطی نکتہ: سورۂ مبارکہ کے قصّۂ اصحابِ کہف کے مرکزی کرداروں کی ساری ضروری تفصیلات تو موجود ہیں مگر وہ خود گمنام نوجوان ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے قصّے میں بزرگ استاد کا پورا حیرت انگیز واقعہ درج ہے مگر نام مفقود (زبانِ نبوتؐ سے البتہ اس بزرگ ہستی کا تعارف ملتا ہے)۔ اسی طرح اگرچہ سب سے بڑا شیطانی ہرکارہ (دجّالِ اکبر) اپنی پوری معنوی حشر سامانیوں کے ساتھ سورۃ الکھف کے ہر قصّے کے پسِ منظر میں متحرّک دکھائی دیتا ہے مگر اس کا بھی نام نہیں ملتا۔ یہاں بھی عظیم تر حکمتِ الٰہیہ کے تحت نبی آخر الزّمانؐ اپنی اُمّت کو اسکے نام سے نہ صرف آگاہ کرتے ہیں، بلکہ فتنۂ دجّال کی پوری بلاخیزی سے مکمل خبردار بھی فرماتے ہیں۔ پس وحیٔ متلو (قرآن عالیشان) اور وحیٔ غیر متلو (احادیثِ مبارکہ) کے درمیان اٹوٹ انگ جوڑ اور مشترکہ آفاقی پیغام کا تسلسل بھی واضح تر ہو جاتا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۳۔ تیسرا فکری ورَبطی نکتہ: یہ منفرد سورۂ مبارکہ اہلِ ایمان کے دل و دماغ کو روشن کر کے فتنۂ دجّال سے بغاوت کا زبردست داعیہ پیدا کرتی ہے۔ اس کی روح پرور جامعیّت اور زورِ بیان دجّالیّت اور اسکے پروردہ گماشتوں کے طرزِ فکر' زاویۂ نظر اور اندازِ زندگی کی بڑی قوّت و صراحت سے نفی کرتی ہے۔ یہ جاندار اشاروں' مثالوں اور نقوش سے ایسی مکمل راہنمائی پیش کرتی ہے کہ ہر عہد' موقع محل اور صورتحال میں فتنۂ دجّال کی دعوت و تحریک کی کھوکھلی بنیاد آشکارا کر کے اہلِ حق کو ٹھوس و نتیجہ خیز دعوتِ عمل پر برانگیختہ کرتی ہے۔

۴۔ چوتھا فکری ورَبطی نکتہ: اِس سورۂ مبارکہ میں قصّے اور مضامین فتنۂ دجّال کی تمام گنجلک پرتوں اور گھمبیر کڑیوں کو جھٹکے سے کھولتے بھی ہیں اور اہلِ ایمان کیلئے مشتبہ صورتحال میں بھی واضح ترین راہِ عمل متعین کرتے ہیں۔ مثلاً:

اوّل۔ قصّہ خضرؑ و موسیٰؑ دجّالیت کی سکّہ بند پہچان بیان کرتا ہے کہ **ظاہری (یعنی خارجی)** اور **اصلی (یعنی باطنی) حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے** (ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ)۔ اس لئے فتنۂ دجّال میں جھوٹ، دھوکہ، فریب اور تلبیس کے پُرکشش مگر تباہ کن ہتھیاروں کو دبیز اطلسی پردوں میں بھی الگ چھانٹ کر ہر ممکنہ حفاظت کی فکر و کاوش کرنے والے خوش بخت ہی دراصل فلاح پا سکیں گے۔

دوئم۔ قصّہ ذوالقرنینؑ اور یاجوج و ماجوج اس حقیقت کی زندہ تصویر کشی کرتا ہے کہ **معرکہ جتنا کٹھن و کڑا ہو، اس کے خلاف کامیابی کیلئے بند بھی اتنا ہی مضبوط بنانا پڑے گا۔** چنانچہ بنی نوعِ انسان کیلئے سب سے قیامت خیز امتحان و آزمائش (فتنۂ دجّال) سے نمٹنے کیلئے تمام محاذوں پر اُتنی ہی ہمہ گیر' مربوط اور منظم تیاری ہی کامیابی کی ضامن بن سکتی ہے، ورنہ فسق و فجور کا طوفانِ بدتمیزی اس قدر بھیانک ہے کہ وہ سب کچھ بہالے جائے گا **(خواص و عوام کے اندر بے دینی کے پھیلتے مہیب سائے، سخت اضطرابی احوال اور زہریلی ذہن سازی کی ترقّی یافتہ فسوں کاریوں کے سامنے عہدِ رفتہ کے مُجرّب دینی نسخوں کا بھی غیر موثر ہو جانا عصرِ حاضر میں**

روزمرّہ کا دل شکن نظّارہ ہے)۔

سوم۔ قصّہ اصحابِ کہف یہ باور کرواتا ہے کہ جب ہمہ گیر سرکشی وفساد کی سفلی قوتیں، ایمانی خیمے کی باقی ماندہ طنابیں بھی اُکھاڑنے پر آخری درجے پر تُل جائیں، اصلاح کی ساری تدبیریں زائل و بے وُقعت ہو جائیں، پورے کا پورا معاشرہ ہی شیطان کا قابلِ اعتماد آلۂ کار بن جائے اور اجتماعی سے گذر کر ذاتی ایمان کی بھی حفاظت ناممکن بن جائے، تو اپنے پرائیوں اور سب مال ومتاع چھوڑ کر کسی دور دراز ''گوشۂ ایمان وعافیت'' کی طرف ہجرت کرنا ہی دجّال کی دستبرد سے بچنے کی آخری ممکنہ تدبیر ہے ۔

چہارم۔ قصّہ صاحبِ دو باغاں یہ غیر معمولی حقیقت بے نقاب کرتا ہے کہ دجّالی نظام کی بظاہر طاقتور، پُر رعب اور پُر کشش عمارت، دراصل مادیّت کی کھوکھلی بنیادوں پر استوار ہے۔ المختصر مادیّت کی عمارت حقیقتاً اہلِ ایمان ویقین اور روحانی طاقتوں کے سامنے زمین بوس ہونے کیلئے لرزہ براندام ہے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود

ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۵۔ پانچواں فِکری ورَبطی نکتہ: قرآن عالیشان میں کچھ بھی اتفاقی واقع نہیں ہوتا بلکہ ارفع ربّانی حکمت کے تحت قدیم، منظم، پُرمعنی اور زبردست شان کا مظہر ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ مبارکہ میں شیطانی قوّتوں سے قیمتی متاعِ ایمان بچا کر اصحابِ کہف دور دراز ویرانے میں ایک غار کو **گوشۂ ایمان وعافیت** بنانے پر مجبور ہوئے تو دوسری جانب ازروئے احادیثِ مبارکہ، اللہ تعالیٰ کی مقتدر و پُرحکمت مشیّت کے تحت مسیحِ دجّال، ساری دنیا کی نگاہوں سے اوجھل الگ تھلگ جزیرے کے اندر **گوشۂ دجل ودغا** میں محصور ہے (صحیح مسلم کی مشہور حدیثِ تمیم داریؓ جس میں دجّال ایک جزیرے پر غار میں قید تھا)۔ پس حق اور باطل کی دو متضاد قوتوں میں معنی خیز معکوسی تعلق دکھائی دیتا ہے، جہاں دونوں کا اپنے اپنے مقرّرہ

علاقوں میں حکمِ ربّانی کے تحت وقتِ معینّہ تک موجود رہنا اور پھر اپنے اپنے ''طے شدہ پروگراموں'' پر عملدرآمد کیلئے نکل کھڑے ہونا، اہلِ فہم وفراست کیلئے زبردست نکتہ آفرینی کرتا ہے۔ اسی تناظر میں سورۂ مبارکہ میں مذکورہ اقوامِ یاجوج وماجوج کا وقتِ معینّہ پر دیوار توڑ کر تباہی وفساد کی نئی تاریخ رقم کرنا بھی حیرت انگیز تعلق ومعنویّت کا حامل ہے۔ [۷]

۶۔ چھٹا فِکری ورَبطی نکتہ: سورۃ الکھف یہودی اکابرین کے تین سوالات کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ [۸] اسی تناظر میں سورۂ مبارکہ کے اندر یہودیوں کی مخصوص فتنہ پرور کج روی، سرکشی اور فساد فی الارض کے مضامین کا موجود ہونا اور تینوں مرکزی داستانوں (اصحابِ کہف، حضرت موسیٰؑ وخضرؑ اور ذوالقرنینؒ ویاجوج وماجوج) کا بلاواسطہ تعلق بھی یہودیوں سے ہی جڑنا انتہائی معنی خیز بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ مزید برآں قصّۂ صاحبِ دو باغاں میں ابنِ دُنیا بھی یہودیوں کی طرح مسبّب الاسباب کی بجائے اپنے مادّی اسباب کی طاقت وکامیابی کے نشے میں دُھت دکھائی دیتا ہے۔ اس پسِ منظر میں **سورۃ الکھف میں یہودیوں کا مرکزی کردار ثابت ہونا قرین از قیاس ہے۔** دوسری طرف احادیثِ مبارکہ کے مطابق دجّال کے صفِ اوّل کے گماشتے بھی یہودی ہونگے اور دجّال یروشلم کے سنگھاسن سے عظیم تر اسرائیل کے مطلق العنان بادشاہ اور تباہی کے دیوتا کے روپ میں ظاہر ہوگا۔ یہ ٹھوس حقائق فتنۂ دجّال اور یہودیّت کا سورۃ الکھف سے تعلق مسلّمہ بناتے ہیں، بلکہ اہلِ نظر کے سامنے اس فطری تعلق کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتے ہیں۔

۷۔ ''۔۔۔ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اُسے (یعنی سدِّ ذوالقرنینؒ کو) ڈھا دے گا، بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔ اُس دن ہم انہیں (یعنی یاجوج وماجوج کو) موجوں کی طرح (آپس میں گُتھم گُتھا) چھوڑ دیں گے، اور صور پھونک دیا جائے گا، پس سب کو ہم اکٹھا جمع کر لیں گے'' (۱۸:۹۸،۹۹ الکھف) اور ''یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے (دوڑتے) ہوئے آئیں گے''۔ (۲۱:۹۶ الانبیاء)

۸۔ نبی آخرالزّمانؐ کی نبوّت کی جانچ کیلئے یثرب کے یہودی علماء نے قریشِ مکّہ کو تین پُراسرار سوالات بھجوائے جن کا جواب سچّے نبی کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا تھا۔ (۱) زمانۂ قدیم میں غار میں سونے والوں یا غائب ہو جانیوالوں کا کیا شاندار قصّہ تھا؟، (۲) مشرق ومغرب تک پہنچنے والے زبردست مسافر کا احوال بتائیں؟، (۳) رُوح کی حقیقت کیا ہے؟

۷۔ساتواں فِکری و رَبطی نکتہ: سورۃ الکھف میں آج کے دورِ فتن اور عنقریب نمودار ہوتے دجّالِ اکبر کے ضمن میں لامحدود اسباق و پائندہ راہنمائیاں موجود ہیں، جو نہ صرف چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والے قرآن عالیشان اور نبی آخر الزّ ماں ؐ کی نبوت کے زندہ اعجاز کا عظیم پہلو ہیں بلکہ اس دائمی استدلال کا بیّن ثبوت ہیں کہ ''**ہر عہد پر نگران، قرآن عالیشان**'' ہر دور کے چیلنجز کا اکسیری جواب بھی رکھتا ہے اور تا قیامت مکمل راہنمائی بھی۔ موجودہ دجّالی تہذیب و تمدّن پہلی ہزاروی (1000-2000 AD) میں پروان چڑھی اور دوسری ہزاروی میں اب پک کر تیار ہوئی ہے، جبکہ اس فتنے کے نقطۂ آغاز' عروج اور تتمّہ کے ساتھ ساتھ سب سے بڑے شیطانی ہرکارے (جسے زبانِ نبوتؐ میں دجّال کہا گیا ہے) کی سچی اور بولتی تصویریں شاندار صراحت و جاندار معنویت سے سورۃ الکھف اور احادیث نبویہؐ میں پہلے ہی پیش ہو چکی ہیں۔ یہ تمام امور اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہیں کہ انسانی سوچ' فکر اور سائنس و ٹیکنالوجی جتنی بھی ترقّی کر جائیں اور حالات جتنے بھی دگرگوں ہو جائیں، قرآن عالیشان اور نبی آخر الزّ ماںؐ انسانیت کی مکمل راہنمائی کیلئے ہر لحظہ پیشِ نگاہ موجود ہوں گے، جو روزِ قیامت تک اہلِ نظر کیلئے زندہ و جاوداں معجزہ ہے۔

۸۔آٹھواں فِکری و رَبطی نکتہ: اصحابِ کہف' صاحبِ دو باغاں' حضرت موسیٰؑ و خضرؑ اور ذوالقرنینؒ و یاجوج و ماجوج کے واقعات کے ذیل میں امتحان و آزمائش اور ہمرکاب ربّانی راہنمائیاں، دورِ دجّال کے چاروں قیامت خیز فتنوں اور ان سے حفاظت کی ناقابلِ تسخیر ڈھالوں سے کماحقہٗ آگاہی عطا کرتے ہیں؛ مثلاً **قصّہ اصحابِ کہف میں ایمان کی آزمائش' قصّہ صاحبِ دو باغاں میں دنیاوی قوّت و اسباب کی آزمائش' قصّہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ میں علم و فراست کی آزمائش اور قصّہ ذوالقرنینؒ میں حکومت و اقتدار کی آزمائش**۔ دورِ دجّال میں یہ چاروں امتحانات ہمہ گیر و باہم یکجان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے ناقابلِ بیان نقطۂ منتہا پر ہوں گے اور ان آزمائشوں میں کامیابی کیلئے زبردست ایمان و ایقان' ایثار و خودداری، عزم و استقلال اور ہر حال میں رجوع الی اللہ کے ساتھ ساتھ اہلِ حق کی صحبتِ

خاص، حقیقتِ دنیا کی معرفت و ادراک' عاجزی و فراست اور اخلاص و خوفِ خدا (تقویٰ) ہی کامیابی و فلاح کی آخری ضمانت فراہم کرینگے۔ اسطرح سورۃ الکھف انتہائی گھمبیرتا و پیچیدگی لئے فکر و نگاہ کے خلفشار اور ظاہری کشش و رعب داب کی حامل قیامت خیز دجّالیت کے تمام تر نقوش گدلے زیرِ آب سے نکال کر شفاف سطحِ آب پر زندہ تصویروں کی مانند اہلِ ایمان کی نگاہوں کے سامنے اُجاگر کرتی ہے اور اس فتنۂ حشر سامان کے سامنے ناقابلِ تسخیر بند باندھنے کے تمام داؤ پیچ بھی سکھاتی ہے۔

۹۔نواں فِکری و رَبطی نکتہ: یہ سورۂ مبارکہ قرآن عالیشان کے عین قلب میں واقع ہے اور حروف کے شمار سے قصّہ اصحابِ کہف کے ذیل میں وارد لفظ ''**وَلْيَتَلَطَّفْ**''، قرآن عالیشان کا مرکزی لفظ بھی ہے اور غالباً انتہائی معنی خیز ''**اسراری انتباہ**''، ''**سری کلمہ (Code Word)**'' بھی ہے۔ ۹ چونکہ قرآن عالیشان میں کچھ اتفاقی یا حادثانی نہیں ہوتا بلکہ قدیم اور پُر حکمت ہوتا ہے، چنانچہ اس مرکزی قرآنی لفظ میں موجود رُشد و ہدایت کا خزینہ ہونا اور انسانیت کیلئے انتہائی جان گسل فتنۂ دجّال سے حفاظت و راہنمائی کا گنجینہ ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس لئے قرآن عالیشان کا یہ مرکزی لفظ عصرِ حاضر کے گنجلک دورِ فتن میں انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس انتہائی باکمال عربی لفظ کے دو متنوّع مفہوم ہیں؛ پہلا ''**خبردار رہنا، ہوشیار رہنا، احتیاط کرنا**'' اور دوسرا مفہوم ''**مروّت سے پیش آنا، نرمی کا مظاہرہ کرنا، عاجزی و حلم اختیار کرنا**''۔ ان دونوں مفاہیم کو ہم آہنگ کریں تو لاتعداد راہنما اصول واضح تر ہو جاتے ہیں۔ بفضلہٖ اِن کہفی اصول و ضوابط کا انفرادی معاملات سے ابتدا کر کے اجتماعی اور قومی سطح پر لاگو کرنا غیر معمولی

۹۔ ''اور اسی طرح (ایک عرصہ دراز کے بعد) ہم نے انہیں اُٹھا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ ان میں ایک نے پوچھا کہ تم (یہاں) کتنی مدّت رہے؟ دوسروں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ (ان میں سے بہتر علم والے) کہنے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا، چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکّہ دیکر شہر بھیجو۔ اور وہ وہاں دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے، وہاں سے وہ کچھ کھانے کو لائے اور بہت احتیاط اور نرمی سے کام لے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔'' (۱۸:۱۹ الکھف)

نتائج کا حامل ہوگا، مثلاً:

اوّل۔ دورِفتن میں بالعموم اور دورِدجّال میں بالخصوص **''دعوت دین اور قیامِ دین''** مشکل سے مشکل اور مخالفت شدید سے شدید تر ہوتی جائے گی۔ مزید برآں بظاہر دلآویز اصطلاحات و معصومانہ رسومات کے پیچھے خوفناک سازشی تحریکیں کروٹیں لے رہی ہونگیں۔ ان انتہائی تلبیسی وتباہ کُن حالات میں انتہائی احتیاط، سمجھداری، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کو لازمی اختیار کرنا ہے، ورنہ سخت خسارہ بھی ہوگا اور کامیابی کے محدود امکانات بھی زائل ہوجانے کا خدشہ ہے۔

دوئم۔ مستند دینی عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت (تہذیب وتمدّن)، معیشت اور اخلاقیات میں قرآنی تعلیم اور اسوۂ حسنہ کے معیار کی رائی برابر خلاف ورزی ہوجانے پر بھی اپنے آپ کو خبردار کرکے دائرہ اطاعت میں فوری واپسی کا چارہ کرلینا ورنہ بے حساب نقصان کا احتمال ہے۔ نیز کھلی آنکھوں اسلامی شناخت، دینی بنیادوں اور اخلاقی قدروں کی لامتناہی تباہی دیکھ کر بھی خودساختہ مصلحت کوشی، بے حسی، مرعوبیت یا کاہلی کی گہری چادر اوڑھ کر سونے والوں کیلئے تازیانۂ عبرت ہے کہ اب بھی جاگ جاؤ ورنہ یہ ظالم دجّالی سونامی، صالحین سے نمٹنے کے بعد بےعمل، مغرب زدہ بے دین اور خودفریبی میں گُم مسلمانوں کو بھی اپنا اگلا شکار بنانے سے کبھی نہیں چُوکے گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو!
تمہاری داستاں بھی نہ ہو گی داستانوں میں

(علامہ محمد اقبالؒ)

سوئم۔ گذشتہ امّتِ مسلمہ یعنی بنی اسرائیل کا خصوصی تذکرہ دجّالی فتنے سے متعلّقہ اِس سورۂ مبارکہ میں اور عمومی تذکرہ 27 قرآنی پاروں میں ہونا حیرت انگیز ہے۔ مگر جب نبوی فرمان پر تدبّر کریں کہ **امّتِ محمدیہؐ یہود و نصاریٰ کی ہو بہو پیروی کرے گی** (صحیح مسلم) تو بنی اسرائیل کی کثیر قرآنی تفصیلات کی گرہ کُھل جاتی ہے، کہ قرآنی تمثیلات اور قلبی اصطلاح (وَلْيَتَلَطَّفْ) دراصل قرآن عالیشان کے مرکزی مُخاطبین یعنی مسلمانوں کو خبردار کرتی ہیں کہ فلاحِ دارین کیلئے **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ / وَلَا الضَّآلِّيْنَ** (یعنی یہود و نصاریٰ) کے فکر و عمل کی نقّالی سے شعوری احتراز کریں۔

چہارم۔ ناموافق حالات میں بھی انسان دوستی اور مروّت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے کیونکہ نیکی اور خیرخواہی کا دُوررَس اور لازمی اثر ہوتا ہے۔ نیز جب حالات پلٹا کھائیں اور اسلام کا بول بالا ہوجائے تو بھی نبی آخرالزّماںؐ کی فتحِ مکّہ کی سُنّت کو زندہ کرنا اور مخالفین سے ہرممکنہ نرمی و رواداری کا رویّہ اختیار کرنا۔

پنجم۔ علم، دولت، اقتدار یا حکومت وغیرہ کی کثرت و عروج کی صورتحال میں بھی عاجزی، حلم و درگزر کا دامن تھامنا اور نعمت کو من جانب اللہ لوٹانا ہی اصل کامیابی کی ضمانت ہے۔

۱۰۔ دسواں فِکری و رَبطی نکتہ: اس سورۂ مبارکہ کا نام آیت نمبر ۹ میں ''کہف'' بمعنی غار سے موسوم ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اسی سورۂ مبارکہ میں حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر نبی کا نہایت عجیب وغریب واقعہ ہے (جو قرآن میں اور کہیں دوبارہ نہیں آتا)، حضرت خضرؑ کے محیّر العقول علمِ لدُنی کا قصّہ ہے (یادرہے حضرت خضرؑ پہلی اور آخری مرتبہ اسی قرآنی سورہ میں مذکور ہیں)، انتہائی شان وشوکت والے بادشاہ حضرت ذوالقرنینؒ کا ذکر ہے (حضرت ذوالقرنینؒ بھی پہلی اور آخری مرتبہ اسی سورت میں مذکور ہیں) اور عظیم تر فسادی اقوام یاجوج و ماجوج کا تذکرہ بھی شامل ہے [**یادرہے یاجوج وماجوج کے متعلّقہ صرف ایک آیت (۲۱:۹۶ الانبیاء) اس سورۂ مبارکہ سے باہر ہے، ورنہ انکا سارا قصّہ سورۃ الکھف میں ہی ہے**]، ان سب کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اگر چند گمنام نوجوانوں کی داستانِ حریّت و استقلال کو واضح امتیاز دیکر فتنۂ دجّال سے تعلق رکھنے والی اس سورت کا نام ''الکھف'' رکھا ہے، تو اس میں ضرور غیرمعمولی حکمت وعظیم تر راہنمائی مضمر ہوگی۔ آیئے

مندرجہ ذیل امور پر تدبّر کرتے ہیں:۔

اوّل۔ قصّہ اصحابِ کہف ہمیں نہ صرف شیطانی معاشرے کی ناہمواریوں اور شر پسند شرکیہ عقائد سے متعارف کرواتا ہے، بلکہ مخالفت تمام حدود سے متجاوز ہوجائے تو ایسے دگرگوں حالات میں حفاظتِ ایمانی کیلئے سب چھوڑ چھاڑ کر ایمانی غار کی شکل میں **''گوشۂ ایمان و عافیت''** کی طرف ہجرت کر جانے کی اہمیت کا خصوصی درس دیتا ہے۔ ایسے ہی کہ جیسے حضرت نوحؑ کی کشتی کا سفر، حضرت موسیٰؑ کی اپنی قوم کے ساتھ مصر سے روانگی اور نبی آخرالزّماںؐ کی ہجرتِ مدینہ جیسی سنہری سُنّتیں فتنۂ دجّال کی قہر سامانیوں میں ہمارے لئے ہجرت کا زبردست داعیہ پیدا کرتی ہیں۔ نبی آخرالزّماںؐ کا **حفاظتِ ایمان کیلئے لوگوں کیلئے بہترین متاع بکریاں اور جائے پناہ دور دراز پہاڑ قرار دینا** (صحیح بخاری)، بھی اسی کڑی کا حصّہ دکھائی دیتا ہے۔

دوئم۔ قصّہ اصحابِ کہف میں مذکورہ ایمانی غار کی شکل میں **''گوشۂ ایمان و عافیت''** کا حکیمانہ آدرش (نظریہ) پوری سورۂ مبارکہ کا کلیدی نکتہ دکھائی دیتا ہے، جو کہ فتنۂ دجّال کے سفّاکانہ و بہیمانہ اثرات سے کامل حفاظت کیلئے تیر بہدف نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب حکمت سے اسی **''گوشۂ ایمان وعافیت''** کے حکیمانہ آدرش کو نہ صرف سورۃ الکھف کی نسبت سے انسانی بقا و فلاح کیلئے دائمی زندگی بخش دی ہے، بلکہ حضرت نوحؑ کی **''کشتی''** (جو مٹھی بھر مومنین کیلئے **''گوشۂ ایمان وعافیت''** کی ہی صورت تھی) کو **''مسجدوں کی محراب اور جائے نماز''** کی مخصوص شکل میں رہتی دنیا تک بطور نشانی زندہ کر دیا؛ **سبحان اللہ۔**

سوئم۔ سورۃ الکھف میں اگر چہ دجّال کا نام مذکور نہیں ہے لیکن فتنۂ دجّال کی جملہ معنوی حشر سامانیاں اور ان سے حفاظت کیلئے مکمل راہنمائی موجود ہے۔ اس طرح اہلِ نظر کیلئے دجّال اپنی لرزہ خیز طاقتوں کے ساتھ معنوی حیثیت میں اس سورۂ مبارکہ میں بالعموم اور قصّہ اصحابِ کہف میں بالخصوص بے پردہ دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً جب نبی آخرالزّماںؐ نے فرمایا کہ

دجّال کے پیروکاروں میں اکثریت عورتوں کی ہوگی (مسند احمد) تو طائرانہ نگاہ ڈالنے سے انکشاف ہوتا ہے کہ اس دجّالی پہلو کے برعکس پوری سورۃ الکھف میں تو عورتوں کا ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں ملتا۔ اب جب ہم گہرے غور و تدبّر کی روشنی میں قصّہ اصحابِ کہف کو دیکھتے ہیں تو نبی آخرالزّماںؐ کا یہی ارشاد گرامی ایک اور شان سے زندہ حقیقت کی مانند کھل کے سامنے آجاتا ہے۔ ایمانی غار میں پناہ لینے والے باہمّت نوجوانوں [**فِتْيَةٌ (آیت نمبر ۱۸:۱۰): یعنی غیر نسوانی نوجوان یا نوجوان مَردوں**] میں عورتوں کی غیر موجودگی ہی زبانِ حال سے واضح اشارہ دیتی ہے کہ کہفی دور کی مانند دجّالی معاشرہ عورتوں کو ذہنی و جسمانی طور پر نسبتاً آسانی سے مغلوب کر لینے پر قادر ہوگا اور وہ اس مکّھی کی طرح دجّالی جال میں یرغمال، مجبور یا محصور ہو جائیں گی کہ اُس چُنگل سے نکلنے کی کوشش بھی کریں تو بس پھڑ پھڑا کر ہی رہ جائیں گی۔ نام نہاد تحریکِ آزادیٔ نسواں اور اس کے برق رفتاری سے گہرے ہوتے معاشرتی، تمدّنی و اخلاقی اثرات، نہ صرف آئندہ کے کٹھن دجّالی حالات کا پیش خیمہ ہیں بلکہ قصّہ اصحابِ کہف کے ضمن میں سب کیلئے بالعموم اور طبقۂ خواتین کیلئے بالخصوص لمحۂ فکریہ ہیں۔

چہارم: اصحابِ کہف کی خارقِ عادت نیند اور دوبارہ بیداری جہاں ربّ العالمین کی غالب قدرت اور روزِ حشر میں **''حیات بعد الموت''** کی نشانی ہے، وہیں اپنے باغیوں کو مارنے اور دوبارہ جلانے (اُٹھانے) کے عنقریب ظاہر ہوتے قیامت خیز دجّالی شُعبدے سے بروقت تعارف بھی اسی قصّہ میں بیان ہے۔

مندرجہ بالا تاویلات کی روشنی میں قصّہ اصحابِ کہف کی پوری سورۂ مبارکہ میں مرکزیت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے اور اس حقیقت سے بھی پردہ اُٹھ جاتا ہے کہ فتنۂ دجّال کیسے گھروں کے نہاں خانوں سے لیکر درسگاہوں اور اقتدار کے ایوانوں تک تمام امور و معاملاتِ زندگی کو اپنی زبردست لپیٹ میں لے لے گا۔ اس طرح یہی قصّہ پورے معاشرے پر قیامت کی طرح طاری فتنۂ دجّال کے لرزہ خیز آثار و موثرات کو پوری طرح بے

نقاب کر کے باقی قصّوں سے نسبتاً واضح تر تصویر پیش کرتا ہے اور دجّال کے بھیانک چہرے پر پڑے دبیز پردوں کونوچ کر ہر ممکنہ تدبیر بروئے کار لانے کا زبردست داعیہ و صلاحیت پیدا کرتا ہے' شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان گمنام نوجوانوں کے پُرحکمت قصّے اور بالخصوص دورِ دجّال میں "**گوشۂ ایمان و عافیّت**" کی اہمیت فزوں تر کرنے کیلئے اسکا نام سورۃ الکھف قرار دیا ہے؛ واللہ اعلم بالصّواب۔

۱۱۔ گیارھواں فِکری ورَبطی نکتہ: اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ تخلیق قائم ہے، جیسے بیج سے پودا یا انسان پیدا ہوتا ہے، پانی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور آگ چیزوں کو جلاتی ہے۔ عام حالات میں تمام اشیاء اُسی طریقہ کی ہو بہو پیروی کرتی ہیں جس کے تحت وہ پیدا ہوئی ہیں۔ البتہ بعض "**غیر معمولی حالات**" میں اللہ تعالیٰ اپنی ارفع مشیّت سے سُنّتِ تخلیق (یعنی سُنّتِ عامہ) کو معطل کر کے سُنّتِ تکوین (یعنی سُنّتِ خاصہ) کو نافذ کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی بن ماں باپ تخلیق کا واقعہ، نمرود کی زبردست بھڑکائی آگ کا حضرت ابراہیمؑ کیلئے ٹھنڈی بن جانا، حضرت موسیٰؑ کے عصا مارنے سے سمندر میں خشک راستہ بن جانا، حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ پیدائش کا واقعہ' غزوہ بدر میں فرشتوں سے نصرتِ الٰہی اور اصحابِ کہف کی خارقِ عادت طویل ترین نیند کا واقعہ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر امر پر ہر دم مکمل حاوی و قادر ہے مگر قرآن عالیشان کے بغور مطالعہ و تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بابرکت ہستیوں اور مومنین کیلئے ہر مشکل صورتحال سے نجات کیلئے اپنی تکوینی سُنّت کا اجرا نہیں کرتا اور عظیم تر حکمت کے تحت اس سُنّتِ خاصہ کو انتہائی غیر معمولی حالات کیلئے وقف و محدود رکھتا ہے۔ حتّٰی کہ بنی اسرائیل نے انتہائی سرکشی و بغاوت کی تمام حدود توڑتے ہوئے اپنے کئی انبیاء تک کو شہید کر ڈالا اور کفّارِ مکّہ کی طرف سے غزوۂ اُحد میں نبی آخرالزّمانؐ کو شدید اذیّت کے مراحل میں سے گُزرنا پڑا مگر اسکے باوجود معاملہ مختلف نظر آتا ہے۔ پس جب بھی سُنّتِ تکوین جاری ہوئی وہ سارے مواقع نہ صرف غیر معمولی تھے (**جن پر غیر معمولی غور و تدبّر کی ضرورت ہے**) بلکہ

ہمہ جہت و ہمہ گیر **فساد فی الارض** کے حالات تھے۔ اگر وہاں اللہ تعالیٰ اپنی اسی سُنّتِ خاصہ کے نفاذ کا فیصلہ نہ کرتا تو اُس لمحے زمین کا متوازن نظام ہی درہم برہم ہو جانے کا خدشہ ہوتا، جس سے مقصد تخلیقِ انسانیت (انسانوں کیلئے اللہ کی عبادت اور نیابتِ الٰہی یعنی خلافت برائے جامع اصلاح) میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا۔

"اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دوسروں سے دفع نہ کرتا، تو زمین میں فساد (فساد فی الارض) پھیل جاتا۔" (۲:۲۵۱ البقرہ)

"اگر اللہ لوگوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ کرتا، تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں ضرور ڈھادی جاتیں، جن میں بکثرت اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔" (۲۲:۴۰ الحج)

اب جبکہ حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ کے نزول اور انکے ہاتھوں دجّالی فتنے کے خاتمے میں اللہ ربّ العزّت اپنی سُنّتِ خاصّہ (تکوینی سُنّت) بروئے کار لانے جا رہا ہے، اِسلیئے غیر معمولی دجّالی خطرات میں گھرے مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ خاصہ سے تعارف انتہائی ناگُزیر حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ نہ صرف ہمیں قصّہ اصحابِ کہف (خارقِ عادت طویل نیند) میں اللہ تعالیٰ کی اسی سُنّتِ تکوین سے تعارف کرواتی ہے بلکہ قصّہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ میں تو عالمِ تکوین کے گوناں گوں عجائبات کی باقاعدہ سیر اور تربیّتی نشست کروا کر تفصیلی آگاہی و عرفان کے دروازے مکمل کھول دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔

۱۲۔ بارھواں فِکری ورَبطی نکتہ: قصّہ اصحابِ کہف' قصّہ صاحبِ دو باغاں' قصّہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ اور قصّہ ذوالقرنینؓ و یاجوج و ماجوج میں ہمیں **دعوتِ دین و جہاد فی سبیل اللہ** کی غیر متزلزل قوّتِ متحرّکہ' سرگرم مساعیِ حق' بھرپور عمل و جدوجہد اور پُرجوش مسافتیں نظر آتی ہیں، جو سخت ترین و ناموافق حالات میں بھی واضح راہِ عمل متعیّن کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتیں۔ سونامی کی طرح وحشتناکی سے بڑھتے عالمگیری فتنۂ دجّال کے خلاف نہ صرف یہ اعمال و تزویرات "**آلاتِ جنگ**" کی صورت ہیں، بلکہ انتہائی دگرگوں حالات اور عاجز و

لاچار کر دینے والی صورتحال میں بھی جوانمردی، بلند حوصلگی اور غیرت وحمیّت دینی کے ساتھ جہدِ مسلسل کا جاندار درس ہیں۔ **درحقیقت رضائے الٰہی کی لگن میں فکر ونظر، نشانِ منزل وسعیٔ مسلسل اور قلبی ذوق وشوق جیسے عناصرِ ترکیبی کو 'وحدت کی مالا' میں پُرو دینے کا نام ''اسلام'' ہے، جو کہ جامدیت، سُستی اور کسی بھی افیونی خوراک کا متحمّل نہیں ہوسکتا۔**

آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(علامہ محمد اقبالؒ)

۱۳۔ تیرہواں فِکری ورَبطی نکتہ: بندۂ مومن کے تمام تر علم وعمل کا انتساب ربِّ ذوالجلال کی طرف ہوتا ہے، اُسکا ہر پیشِ لفظ وحرفِ آخر اس امر کا بیّن امین ہوتا ہے کہ تمام کاوش وہنر کا منبع ومرجع وہی وحدہٗ لاشریک ہستی ہے۔ ایسا علم وعمل انسانیت کا ''**جوہرِ خاص**'' قرار پاتا ہے اور نوعِ انسانی کیلئے باعثِ شرف وبرکت ثابت ہو کر علمِ نافع کے بلند ترین رتبے پر فائز ہوتا ہے۔ مگر جب تین مشترکہ حرفوں سے وجود پانے والے ''**علم (ع،ل،م)**'' اور اُنہی کے مطابق معرضِ وجود میں آنے والے ''**عمل (ع،م،ل)**'' کے اٹوٹ انگ جوڑ ٹوٹ جائیں، تو علمِ نافع کے سوتے خشک ہو کر علم کو زبردست تنزّلی، انحطاط وبگاڑ کے بعد شدید فساد زدہ بنا دیتے ہیں، جو روحانیت واخلاقیات کے مدارج کی بجائے مادّی مفادات اور ذاتی و دنیوی منفعت کا علمبردار بن جاتا ہے۔ اس دوران نہ صرف علم کے مستند ذرائع و ادارے زبردست شکست وریخت کا شکار ہو کر حقیقی علمیّت کے میدان میں (شاندار عمارات ونام ونمود کے باوجود) بنجر و ویران رہ جاتے ہیں بلکہ شعبۂ علم وتدریس بھی دیگر اشیائے دنیا کی مانند ارزاں بولی کیلئے بازار میں اتر آتا ہے۔ شومئ قسمت جیّد علماءِ حق وگرامی اساتذہ کو سخت آزمائشوں اور خطرات کا شکار کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی کوششیں عام ہو جاتی ہیں۔ حق کو مسخ کر کے 'بگاڑ کے' چھپا کے یا تکذیب وٹھٹّھا کر کے باطل کو اس کا قائم مقام بنا دیا جاتا ہے اور یہی جہالت کا جلی عُنوان اور فتنۂ دجّال کا مرحلۂ عروج بن جاتا ہے۔ اسطرح

عام تاثر کے برعکس، جہالت کسی مخصوص عہد کا نام نہیں ہوتا بلکہ جب بھی علم سے عمل، خیر خواہی اور روحانیت کو رُخصت کر دیں، تو ظلم واستحصال سے بھرپور دور جہالت عود آتا ہے۔ اسی تناظر میں سورۃ الکھف میں نہ صرف اصحاب (کہف و) رقیم (**بمعنی کتاب/نسخہ/صحیفہ**)، حضرت خضرؑ (**علم لدُنی**)، حضرت ذوالقرنینؑ (**علم برائے نظام حکومت واقتدار**) اور قصّہ صاحبِ دوباغاں (**علمِ روحانیت و مادیّت**) کی نسبت سے دورِ دجّال میں علمِ نافع کی نزاکت واہمیت سے کماحقہٗ آگاہی ملتی ہے، بلکہ ہر کجی وکمی سے پاک، ہر خطرہ میں راہنما اور حق وباطل کی درمیانی سرحدوں کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دینے والی ''**فُرقانِ عظیم**'' سے قلبی تعلق جوڑ کر علمِ نافع کے بحرِ بیکراں سے سیراب ہونے کا نسخۂ کیمیا بھی عطا ہوتا ہے۔ یہاں صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن عالیشان سے قلبی و روحانی تعلق جوڑیں، اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں، اسی سے اپنے معمولات و اطوار کو سجائیں، اسی کے سُرمدی پیمانے سے حق کو باطل سے الگ چھانٹ کر پہچانیں اور حق کی سرحدوں کے محافظ بن کر دنیا وآخرت کی کامیابیوں کے وارث بن جائیں۔ اسطرح حقیقی معنوں میں نیابتِ الٰہی (**خلیفۃ اللہ فی الارض**) کے بلند ترین رتبے پر فائز ہو جائیں تاکہ عالمگیر نوعِ انسانی کو شرک اور ظلم واستحصال کے شیطانی چُنگل سے نجات دلا کر عدل و انصاف سے بھر دیں۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

[علم اگر ظاہر تک رہے تو سانپ ہے (یعنی دیکھنے میں خوبصورت مگر حقیقت میں مہلک) اور اگر دل کے اندر اتر جائے تو دوست بن جاتا ہے]

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

۱۴۔ چودھواں فِکری ورَبطی نکتہ: فطرت کے تمام امور میں اللہ تعالیٰ نے **تدریج** (مرحلہ بہ مرحلہ ترقی وارتقاء) اور **امہال** (رجوع وانابت کیلئے مہلتِ توبہ کا معیّن عرصہ) کا آفاقی قانون نافذ کر رکھا ہے، جس کے اختتام پر اچانک اگلے حکم ''کُن'' کی صورت جاری کر دیا

جاتا ہے۔ [۱۰] چونکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی حکمتِ پوشیدہ اور مقرّرہ مہلت کے آخری سِرے سے لاعلم ہوتی ہے، تو وہ اکثر سرکشی و بغاوت کے خُمار میں تمام حدود و قیود پھلانگ بیٹھتی ہے، جس کے فوری بعد انسانیت مشیّتِ الٰہی کے اگلے مرحلے (سزا و جزا) میں وارد ہو جاتی ہے۔ یہ منفرد سورۂ مبارکہ اصحابِ کہف کے غیر معمولی مدّتِ نوم (تدریج) اور قصّہ صاحبِ دو باغاں و یاجوج و ماجوج کی مدّتِ مہلت (امہال) کے واقعات سے نہ صرف آفاقی قانونِ تدریج و امہال کی تعلیم دیتی ہے بلکہ انہی عظیم تر قوانین کی طویل تر حیاتِ دجّال اور خروجِ دجّال پر اطلاق کی رَمز بھی سمجھاتی ہے۔

۱۵۔ پندرھواں فکری و رَبطی نکتہ: قصّہ اصحابِ کہف، صاحبِ دو باغاں، حضرت موسیٰؑ و خضرؑ اور حضرت ذوالقرنینؒ کے واقعات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے زبردست و غالب غیبی نظام کا تفصیلی تعارف اور سب پر حاوی مسبّب الاسباب (اسباب کو پیدا کرنے والے ربّ العالمین) پر حتمی توکّل کا زبردست درس ملتا ہے (صرف کوتاہ نظر ہی توکّل کو بے عملی کے مترادف گردانتے ہے)۔ جس طرح مذکورہ واقعات میں ضروری اور ہر ممکنہ اسباب کو اختیار کر کے حتمی انجام کیلئے توکّل من جانب اللہ رکھنے کی تلقین و تعلیم ہے، اسی طرح دورِ دجّال میں تقابلی وسائلِ جنگ میں انتہائی تضاد و قلّت کے باوجود تمام ممکنہ وسائل و حربات کو بروئے کار لا کر اہلِ حق کو باطل سے جوانمردانہ مقابلے کا زبردست داعیہ ہے اور ساتھ ہی کایا پلٹی و حتمی کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔ نبی آخر الزّمانؐ جیسی عالی مرتبت ہستی کی غزوہ بدر میں ہر ممکنہ اسباب و وسائل کو میدانِ جنگ میں تیّار و منظم کر کے بارگاہِ الٰہی میں طویل رِقّت آمیز مناجات بھی بعینہٖ ہمارے لئے شاندار سبق و نصیحت ہے۔ مزید برآں یہاں اہلِ حق کا مادّی وسائل و اسباب سے بالا و ماورا **''اللہ تعالیٰ کے عظیم تر غیبی نظام''** اور **''مسبّب الاسباب''** پر حقّ الیقین پیدا کرنے کیلئے مومنانہ فراست کی بنیاد یعنی **''روحانیت''** (ایمان کا قلب میں جاگزیں ہو کر جم یا ٹھُک جانا) کی نمو پزیری اور پرورش و تربیّت کا ٹھوس سبق ملتا ہے۔ سُنّتِ

۱۰۔ ''ہر اُمّت کے واسطے ایک (معیّن) وقت مقرّر ہے، پس جب وہ (نہ ٹلنے والا وقت) آجاتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔'' (۳۴:۷ الاعراف)

نبویؐ میں گندھے ہوئے روحانیت یا احسان (ہر دم اللہ کو حاضر و ناظر جاننے) کی کیفیت والے بندۂ مومن کی نگاہ امرِ الٰہی پر مُستقل جمی رہتی ہے۔ پھر وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے حاضر و موجود سے بے نیاز ہو کر اللہ کا ہاتھ اور امرِ حقیقی بن جاتا ہے۔ [۱۱] ایسے ہی اہلِ نظر مومنین فتنۂ دجّال کی تمام باریکیوں، پیچیدگیوں اور مغالطوں سے بخوبی آگاہ و خبردار بھی ہوتے ہیں اور اسکے تمام زہر آلود فتنوں کے سامنے ہتھیار بند بھی ہوتے ہیں۔

۱۶۔ سولھواں فکری و رَبطی نکتہ: یہ سورۂ مبارکہ اصحابِ کہف، صاحبِ دو باغاں اور حضرت ذوالقرنینؒ کے واقعات کے ضمن میں عصرِ حاضر کے **''نظریۂ ضرورت، روشن خیالی اور جدیدیت** جیسے معروف گُمراہ کن نظریات پر بھی کاری ضرب لگاتی ہے اور اس حقیقت کا پردہ چاک کرتی ہے کہ گردشِ دوراں اُلٹا بھی پھر جائے، مومنین و متوکّلین کیلئے سُرمدی احکامات و نبوی اعمال کی ترتیب و ترکیب میں سرِ مو تبدیلی نہیں آیا کرتی۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لا الٰہ الّا اللہ

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۱۷۔ سترھواں فکری و رَبطی نکتہ: بے شمار کرشماتی طاقتوں کے مالک دجّالِ اکبر نے زبردست بادشاہ اور نبی کاذب (مسیحِ دجّال) کے خود ساختہ مدارج کے بعد اپنے جدِّ امجد فرعون کی طرح خدائی کا بڑا دعویدار بھی بننا ہے۔ [۱۲] **ازلی معرکۂ حق و باطل میں یہی وہ آخری چوٹی ہے [یعنی دُنیا میں شیطانی خُدائی (طاغوت) کا سکّہ رائج کرنا] جس کو سر کرنے کیلئے (غالب امرِ الٰہی کے تحت) شیطانِ لعین اپنے سب سے بڑے ہرکارے کو میدان میں اتارے گا اور نظامِ قدرت کو بزعمِ خویش تلپٹ و موقوف کر کے حق کے خلاف اپنے سر پر**

۱۱۔ ''پس (اے مسلمانو! غزوۂ بدر میں) تم نے انکو نہیں قتل کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے خاتم النبیّینؐ) جس وقت آپ نے (مُٹھی بھر خاک دُشمن کی طرف) پھینکی تھی، آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، تاکہ (اللہ) ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان فرمائے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا اور خوب علم والا ہے۔'' (۱۷:۸ الانفال)

۱۲۔ ''پھر (عوام النّاس سے فرعون نے) کہا کہ میں ہی تو ہوں تمہارا سب سے بڑا ربّ۔'' (۲۴:۷۹ النّازعات)

باطلی فتح کا تاج سجانے کی سرتوڑ کوشش کریگا۔ اسی سفلی مقصد کیلئے اُس نے گزشتہ ناکامیوں کے بعد، قرنوں کے سرگرم سفر میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور قبر پرستی کے علاوہ دو شرکیہ عقائد کو خوب ترقی دی ہے۔ سورۃ الکہف نہ صرف ان دونوں کی اجل قاطع ہے، بلکہ سیاق و سباق سے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ ان دونوں شرکیہ عقائد میں دراصل یہودی ہی شیطان کے بڑے قابلِ اعتماد آلۂ کار ثابت ہوئے۔

اوّل۔ پہلا شرک۔ خدائی اولاد کی فکری تخلیق اور مسیحیت کا ظہور: یہودیوں نے حضرت عزیرؑ سے خدا کے بیٹے کی معروف ابتدائی تاریخ کا آغاز کیا۔ ۱۳ اور حضرت عیسیٰؑ تک پہنچتے پہنچتے اپنے گروگھنٹال شیطان کی راہنمائی میں اس رذیل ترین سفلی فن میں مرتبۂ کمال حاصل کرلیا۔ حضرت عیسیٰؑ نہ صرف بنی اسرائیل کیلئے مبعوث ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی زندگی انہی کی تبلیغ و اصلاح کیلئے وقف رکھی۔ ۱۴ مگر حقیقت بہت جلد خُرافات میں کھوگئی۔ واقعۂ صلیب کے تقریباً 3 سال بعد ''تارسس کا رہنے والا ساؤل'' (المشہور سینٹ پال) نامی ایک یہودی ڈاکو جو حضرت مسیحؑ کے پیروکاروں پر ظلم و ستم ڈھاتے ڈھاتے، اچانک خود ساختہ مسیحی مُصلح بن کر نہ صرف حیرت انگیز طور پر عہد نامہ جدید (انجیل) کی زیادہ تر کتابوں کا واحد مصنّف بن بیٹھا۔ ۱۵ اور آئندہ لکھی گئی باقی انجیلی نُسخوں پر دائمی اثرات چھوڑ گیا، بلکہ کئی شرکیہ عقائد کی بنیاد بھی ڈال گیا، یعنی درحقیقت مسیحیت کے غلاف میں ''پالین مذہب'' کی راہ ہموار کرگیا۔ اگلے شیطانی مرحلے میں چوتھی صدی عیسوی میں کونسٹنٹائن بادشاہ نے نظریہ تثلیث [ایک میں تین (خدا، بیٹا اور روح القدس) اور تین میں ایک] ' حضرت عیسیٰؑ بطور خدا

۱۳۔ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ عُزیزؑ اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اُنکی مہمل باتیں ہیں۔ یہ اگلے کافروں کی طرح (بے حقیقت) باتیں نقل کرنے لگے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔'' (۹:۳۰ التوبہ)

۱۴۔ ''اور یاد کرو جب عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، میں اپنے سے پہلے آنے والی تورات کی تصدیق کرنیوالا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے، اُنکا نام احمد ہے۔ (پھر) جب وہ (خاتم النبیّینؐ) کُھلی نشانیاں لیکر تشریف لائے، تو یہ (لوگ) کہنے لگے، یہ تو کُھلا جادو ہے۔'' (۶۱:۶ الصّف)

۱۵۔ پال جسے حضرت عیسیٰؑ کی صحبت کا شرف ہی نہیں ملا، 36-33 عیسوی میں خود ساختہ مسیحی مُصلح بن جاتا ہے اور پھر 27 میں سے 14 یا 15 انجیلی کُتب کی تصنیف بھی کر ڈالتا ہے۔

واوتار، نظریۂ کفّارہ (کہ حضرت عیسیٰؑ تمام مسیحیوں کے گناہوں کے کفّارے کے لئے صلیب پر چڑھے اور تا قیامت مسیحیوں کیلئے اعمال کے بغیر جنت واجب کر گئے)، واقعۂ صلیب کے 3 دن کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ زندہ ہو کر سال کو اپنا نائب مقرّر کرنا اور کئی حرام معاملات کو حلال بنا دینا جیسے عقائد کا ملغوبہ بنا کر یہودیوں سے الگ چھانٹ کر نئے مذہب یعنی عیسائیت کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی۔ اُس نے مواحد پیروکارانِ مسیحؑ کو قتل کرنا شروع کر دیا اور ان خرافاتی عقائد سے پاک انجیل کے تمام نُسخوں کو جلا دیا۔ اب غیر جانبدار محققین اعتراف کرتے ہیں (بلکہ ''لال لفظی انجیل (Red Letter Bible)'' میں آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے) کہ انجیل کے 82 سے 90 فیصد الفاظ حضرت عیسیٰؑ کی زبانِ مبارک سے کبھی ادا ہی نہیں ہوئے، ۱۶ پھر بھی طلسم ہوشربا کی بدولت 2 ارب سے زائد دنیا کی غالب اکثریت (یعنی 31.5 فیصد عالمی آبادی) ''عیسائیت'' کے پرچم تلے موجود ہے اور لاتعداد عیسائی مشنری بڑی تندہی سے اسکی عالمی تبلیغ میں مگن ہیں۔ وہ تاریخی بنی اسرائیل کی طرح، گہری سانولی رنگت والے حضرت عیسیٰؑ کی بجائے کسی سنہری بالوں والے گورے چٹے غیر حقیقی مسیح کو اپنا نبی و خدا مانتی ہے اور پھر بھی حیرت انگیز طور پر اپنے تئیں سچے مواحد دین کی پیروکار کہلاتی ہے۔ مزید برآں معروف مسیحی عقائد (خصوصاً تثلیث، خدا کی پیدائش، خدا کا صلیب پر مرجانا، پھر زندہ ہو کر کائنات کے معاملات کو دوبارہ سنبھالنا اور کفّارہ وغیرہ) بالکل ہوا کے دوش پر کھڑے ہیں، ۱۷ اور ہوشمندوں کے دل و دماغ کو قطعی متاثر نہیں کر پاتے۔ پھر مسیحیّت نہ صرف عصرِ جدید کے گھمبیر تقاضوں سے ہمقدم ہے اور نہ ہی اسکا فرد و معاشرے کے روزمرّہ چیلنجوں میں کوئی کردار باقی رہا ہے، نتیجتاً ایک ہی

۱۶۔ مسیحیوں میں سب سے معتبر ''کنگ جیمز ورژن (KJV) بائیبل'' کی بھی کم از کم 5 مرتبہ ''بڑی نظر ثانی'' ہو چکی ہے جو غیر معمولی ردّوبدل اور تحریف کا سلسلہ ہے۔ پھر Red Letter Bible کی 27 میں سے 23 کتابوں میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی قول سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

۱۷۔ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی (سچّے) راستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہودی حق پر نہیں ہیں، حالانکہ وہ سب کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی دعوے تو وہ بھی کرتے ہیں جو (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرکین)۔ پس قیامت کے روز اللہ اُن امور کا فیصلہ کردیگا جن میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔'' (۲:۱۱۳ البقرہ)

بڑے شیطانی منصوبے کے عین مطابق عیسائیت سے الحاد و دین بیزاری کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

کٹ مَرا ناداں، خیالی دیوتاؤں کے لئے
سکر کی لذّت میں تُو لٹوا گیا نقدِ حیات

(علامہ محمد اقبالؒ)

دوئم۔ دوسرا شرک۔ عصرِ حاضر کا سَت رنگی شرک: شیطان نے اپنے راتب خوروں بالخصوص ''ڈارون'' کے بھونڈے نظریۂ ارتقاء [۱۸] کے ذریعے حواسِ خمسہ کی ناقص کسوٹی پر کَس کر ارفع ربّ العالمین سے مخلوق کا رشتہ مجہول کر دیا اور مادیّت کی خیرہ کن فکری عمارت استوار کر دی۔ پھر اُس نے روحانیت پر مادیّت کے زبردست اسباب و وسائل کی دھاک بٹھائی، حق کی جڑوں پر تابڑ توڑ حملے کئے اور اخلاق و کردار کو پاتال بُرد کر دیا۔ اس تدریجی سفلی عمل سے انسانوں کے دلوں میں خواہشات (نفسِ امّارہ) کی نمو پذیری و ترقّی ممکن ہوگئی۔ حتّٰی کہ دنیا میں ''سچ'' کی جگہ ''جھوٹ'' اور ''حق'' کی جگہ ''سب چلتا ہے''، ''سب مایا ہے'' یا ''سب بِکتا ہے'' کا سکّہ رائج الوقت ہو گیا اور محض مادّی وسائل و گھٹیا ذاتی مفادات کا حصول ہر ایک کی شبانہ روز تگ و دو کا واحد محور و مقصود بن گیا۔ اس طرح کہیں پیسہ

۱۸۔ شیطانی ''نظریہ ارتقاء'' کا ماحاصل یہ ہے کہ انسان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ ایک ترقی یافتہ حیوان ہے، نہ تو اس میں اللہ نے اپنی روح پھونکی ہے ☆، نہ اسکی تخلیق میں کوئی بلند تر قوت کارفرما ہے } اور نہ ہی اسکا کوئی عظیم تر مقصدِ حیات ہے { یعنی وہ مسجودِ ملائکہ ÷ اور خلافتِ الٰہیّہ = جیسے عالی مقامات سے گر کر محض مادّی و حیوانی وجود جیسی کمترین حیثیت اختیار کر چُکا ہے۔

☆ ''(اللہ نے فرمایا) جب میں اسے (یعنی انسان کو) مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں (اور وہ جی اُٹھے) تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔'' (۱۵:۲۹ الحجر)

} ''ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس (کی عظیم ذمّہ داریوں) سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اُٹھا لیا، بے شک وہ اپنے کو مُشقّت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔'' (۳۳:۷۲ الاحزاب)

{ ''اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔'' (۵۱:۵۶ الذّاریات)

÷ ''اور (کیا انسان کو وہ دن یاد نہیں رہا) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔۔۔۔۔۔۔'' (۱۸:۵۰ الکہف)

= ''اور جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) خلیفہ (یعنی زمین پر نیابتِ الٰہی کی مسلسل اتھارٹی) بنانے والا ہوں۔۔۔'' (۲:۳۰ البقرہ)

خدا بن گیا تو کہیں لوگوں نے خواہشات (نفسانی خواہشات کی تسکین و تگ و دو) کو ہی خدا بنا لیا۔ [۱۹] جب حق سے فکری رشتہ مجہول و منسوخ ہو جائے تو ایمانی جسدِ واحد کا لامتناہی حصوں اور ٹکڑوں میں بٹ جانا منطقی و فطری نتیجہ ہوتا ہے۔ حُبِّ دنیا (جاہ و مال و اقتدار) اور نفس پرستی، حتّٰی کہ بعض اوقات دینداری کے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ ''مستحکم کافرانہ و منافقانہ روش'' اسی خام خیالی کے موثرات ہیں۔ ایسے مسخ شُدہ معاشرے میں شعائر اللہ کی بے حُرمتی، نبوی سُنّتوں سے بے نیازی، سُودی معاشی نظام، جعلی و دجّالی کرنسی (جو سونے چاندی جیسی مستقل حقیقی قدر سے کلیتاً محروم ہے)، مذہبی و عصبی گروہ بندیاں، پاتال گہری اخلاقی گراوٹ، طبقاتی ناانصافیاں و ناہمواریاں، جاہلانہ رسومات، [۲۰] بے حسی، جھوٹ و بددیانتی پر مبنی تجارت و بازار، آئینی منافقت و بغاوت اور اندھے نظامِ حکومت [۲۱] کا اجراء و نفاذ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں رہتا بلکہ روزمرّہ کا دستور العمل بن جاتا ہے۔

رشتہ ی وحدت چو قوم از دست داد
صد گرہ بر روی کار ما فتاد

(جب عالمِ اسلام وحدتِ حق کا دامن چھوڑ دیتا ہے، تو پھر وہ (لامحالہ) سینکڑوں گڑھوں میں گر جاتا ہے) (علامہ محمد اقبالؒ)

۱۹۔ ''کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خُدا بنا رکھا ہے؟ کیا آپ ایسے شخص کو راہِ راست پر لانے کا ذمّہ لے سکتے ہیں؟ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر سُنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گُمراہ ہیں''۔ (۲۵:۴۳-۴۴ الفرقان)

۲۰۔ مثلاً جہیز، شادی پر ہندووانہ رسومات کا طوفان، یک زوجگی (مسنون تعدّد ازدواج کی معاشرتی و سماجی ذمّہ داریوں سے فرار اور ایک ہی شادی پر اکتفاء)، کم عمری یا کبیر سنی کی شادیاں، قرآن سے شادیاں، کاروکاری (نام نہاد غیرت پر قتل)، کافرانہ تہوار (بسنت، ویلنٹائین ڈے) وغیرہ۔

۲۱۔ دعویٰ کرنا کہ حاکمیّت بالا اللہ کی ہے مگر حقیقتاً قانون نافذ کرنا غیروں کا۔ مثلاً سُودی کاروبار، مشتبہ قانون سازی اور غیر حقیقی نظامِ انصاف وغیرہ۔ مزید برآں اندھے نظامِ حکومت میں چند مفاد پرست ٹولے، جمہوریت یا کسی اور خوشنما طرزِ حکومت کے نام پر مجبور عوام کا باقاعدہ ''استحصال'' کرتے ہیں مگر انہیں قانونی تحفظ و استثناء حاصل ہوتا ہے۔

قصّہ اصحابِ کہف

اصحابِ کہف کی تاریخی تحقیق کی ضرورت یا محض قرآنی قصّہ میں کفالت؟

قرآن عالیشان کا عام دستور ہے کہ اہم قرآنی واقعات میں سے صرف انہی حصّوں کا انتخاب کرتا ہے جن سے مخصوص مضامین و مفاہیم کو ذہن نشین کروانا اور نورِ ہدایت کو جِلا دینا مقصود ہوتا ہے۔ نیز جب قرآنی قصص (جو نا معلوم تاریخ تک پھیلے ہوئے ہیں) کو 2 سے 3 ہزار سالہ معلوم تاریخ کی محدود عینک سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو واقعہ کی اصل روح، گہرائی و گیرائی اور حقیقی معنویّت سے لا مُحالہ صرفِ نظر ہو جاتا ہے۔ پھر تاریخ اپنی جملہ کوتاہیوں (محدود ذرائعِ معلومات، متعصّبانہ زاویۂ نظر، مشکوک سند، متنوّع انسانی رویّے وغیرہ) کی وجہ سے واقعات کو پوری صحت و سند کے ساتھ ریکارڈ کرنے سے بھی قاصر ہے، بلکہ آج کے انتہائی ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ میں بھی حقیقت کا غُبار میں کھو جانا عام بات ہے۔ مثلاً عراق کے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار، مسئلہ فلسطین و اسرائیلی مظالم، مسئلہ کشمیر و ہندوستانی مظالم، افغانستان، لیبیا، شام، یمن، روہنگیا صورتحال اور پاکستان میں نہ ختم ہونے والی دہشت گردی کے محرّکات و امدادی ہاتھ وغیرہ کی حقیقت متنوّع انداز سے محفوظ کی جائے گی۔ ہر تاریخ دان کا علیحدہ ہیرو ہوگا اور علیحدہ وِلن۔ اس لئے بہترین و سُرمدی حکمتِ عملی یہی ہے کہ تاریخ سے یگانہ فتوٰی لینے کی بجائے حالات و واقعات کو قرآن و حدیث کے زاویۂ نظر سے سمجھا جائے اور پھر جہاں ممکن یا ضروری ہو، اُسے تاریخی عینک سے جوڑ کر سمجھا جائے۔ اس اُصول کی روشنی میں اس قرآنی قصّے کے واضح اشارات کی مدد سے مختصر تعبیر و تاویل اور عصرِ حاضر پر انطباق سے ضروری راہنمائی ہی مناسب ہوگی۔ البتہ یہاں یہ خصوصی ذکر انتہائی دلچسپی کا حامل ہے کہ **اِس قصّے کا عیسائیوں کی بجائے براہِ راست یہودیوں سے مسلّمہ تعلق ہے، ورنہ انتہائی متعصّب و نسلی تفاخر میں لُتھڑے یثرب کے یہودی اکابرین، اصحابِ کہف کے واقعے کی گھمبیرتا سے واقف ہوتے اور نہ ہی اتنے اہم**

مقصد (نبوّت کی جانچ) کیلئے ایک مسیحی حوالے کو غیر ضروری جَلی عنوان بنا کر کُفّارِ مکّہ کے حوالے کرتے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

اصحابِ کہف کا اجمالی قصّہ

یہ مُٹھی بھر اہلِ حق و ایقان نوجوانوں کی انوکھی داستانِ شجاعت ہے، جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے شرک، فسق و فجور اور جبر و استحصال کے اندھیروں میں ڈوبے معاشرے کے خلاف کمال عزم و استقلال سے علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ انتہائی ناموافق حالات کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنی سب سے قیمتی متاعِ حیات (یعنی ایمان) گنوانے کی بجائے انھوں نے سب مال و متاع، رشتے ناطے اور آسائشِ زندگی سے ناطہ توڑ کر ایک دور افتادہ غار کو "**گوشۂ ایمان و عافیت**" بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طویل خارقِ عادت نیند طاری کر دی، جس کے دوران گردشِ دوراں نے پلٹا کھایا، معاشرہ مشرب بہ اسلام ہو گیا اور کل کے جلاوطن آج کے ہیرو بن کر لوٹے۔

اصحابِ کہف کے مشرکانہ سماج کی تعبیری تصویر کشی

حق کو مسمار کر کے، باطل نظام کی شیطانی مثلّث ہمیشہ تین بنیادی ستونوں پر استوار ہوتی ہے یعنی "**سیاسی** (حکمران بشمول زبردست عسکری وسائل)"، "**روحانی** (فکری، علمی و مذہبی طبقات)" اور "**معاشی قوّت**" کی یکجان اجتماعیّت پر موقوف ہے۔ جس کو قرآن عالیشان "**فرعون، ہامان اور قارون**" کی شیطانی مثلّث [۲۲] سے واضح کرتا ہے۔ جب یہ تینوں اپنی لرزہ خیز شیطانی طاقتوں کو مکمل ہم آہنگ، مربوط و منظم کر لیتے ہیں، **تو حق باطل کے ساتھ اس قدر خلط ملط ہو جاتا ہے کہ حق کو پہنچاننے سے ہی لوگ عاجز آ جائیں۔ نتیجتاً**

۲۲۔ "(ہم نے حضرت موسیٰؑ کو احکام اور کُھلی دلیل کے ساتھ) فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، پھر (بھی) وہ یہی کہتے رہے کہ یہ جادوگر ہے، جھوٹا (ہے)۔" (۴۰:۲۴ غافر) یہ امر نہایت قابلِ توجّہ ہے کہ کسی اور سرکش فرمانروا کے ساتھیوں کا قرآن عالیشان میں ایسا شخصی تذکرہ نہیں آتا مگر اسی شیطانی مثلّث کا اکٹھا ذکر دوسری مرتبہ آیت ۲۹:۳۹ العنکبوت میں بھی آتا ہے۔

حق مشتبہ، غیر مقبول و نامانوس دُھندلی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ باطل کو حق، بدعت کو سُنّت، حرام کو حلال اور جھوٹ کو سچ قرار دیا جاتا ہے۔ جہالت و گمراہی، ۲۳ مدخل و مخرج کا فساد ۲۴ عام ہو جاتے ہیں اور علم و آگہی کے تمام ادارے فتنہ و فساد کے سرطان میں مبتلا ہو جاتے ہیں،۔ اسطرح زمین ''فساد فی الارض'' کی قیامت خیز کیفیت میں داخل ہو جاتی ہے، معاشرے کا بڑا طبقہ ''شیطانی فکر، علم اور طریقے'' کو ہی وقت کی اہم ترین ضرورت و حقیقت اور اپنے لئے واحد راہِ نجات سمجھ لیتا ہے۔ وہ پُرکشش نعروں، فکری و مذہبی مغالطوں، لفظی موشگافیوں، شیطانی تہذیب و ثقافت کی چکا چوند رنگینیوں اور اقتصادی ترغیبات و محرّکات کے تارِ عنکبوت میں بُری طرح پھنس جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا وہ گروہ جو نیابتِ الٰہی (زمین پر ربّانی خلافت یعنی اللہ کے احکامات کے نفاذ) کیلئے مبعوث ہوا، وہی نہ صرف احکامِ الٰہی کا صریح نافرمان بن جاتا ہے، بلکہ حق و ایمان کی جڑ کاٹنے کیلئے شیطان کا قابلِ اعتماد آلۂ کار بن جاتا ہے۔

حیوانیّت، بہیمیّت و چنگیزیّت کی لرزہ خیز بھٹی کو ضروری شیطانی ایندھن میسّر آنے پر، اللہ کے بندے ''باغی'' اور اللہ کا دین ''اجنبی و غیر معروف'' قرار پاتا ہے، راہِ اسلام پر مخلصانہ قدم بھر چلنا یا خدمتِ حق بجا لانا، عذاب و دہشت گردی کا عُنوان بن جاتا ہے۔ اُن پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرانا اور دین کی باقی ماندہ نشانیوں کو مٹا دینا، وقت کی ''متفقّہ آواز'' بن جاتا ہے اور وہ نہ صرف اپنوں میں بھی بیگانے اور قابلِ تحقیر قرار پاتے ہیں بلکہ ان کی عزّت، جان و مال کو کہیں امان نہیں ملتی۔ نبی آخر الزّمانؐ کا یہ جاودانی فرمان ایسے حالات کی بہترین عکس بندی کرتا ہے؛ ''اسلام اجنبی تھا، ایک وقت

۲۳۔ جب عقائد، عبادات و اخلاقیات کی مسخ شدگی، حق و صراطِ مستقیم سے لا پرواہی و مخالفت، عصبیّت و تفرقہ بازی اور ملحدانہ رسوم و رواج کا طوفانِ بدتمیزی تمام حدود و قیود کو روند دیتا ہے، اُس لمحے جہالت و گمراہی کا تاریک دن نصف النہار پر پہنچ جاتا ہے۔

۲۴۔ مدخل و مخرج یا بطن و فرج کے فساد (یعنی منہ یا پیٹ اور شرم گاہ کا قبیح استعمال) سے مُراد ہے کہ زنا، لواطت و ہم جنس پرستی، حیا باختگی اور نتیجتاً ناجائز اولادوں اور بے شرم نسلوں کے جنگلی ریوڑ میں اندھا اضافہ۔ نیز کسب برائے حرام روزی اور اِسکی شبانہ روز جُستجو میں بے تحاشہ اضافہ۔ نبی آخر الزّمانؐ نے فرمایا کہ تم مجھے جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) اور ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرم گاہ) کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آئے گا یہ پھر اجنبی ہو جائے گا'' (صحیح مسلم، سنن ابنِ ماجہ)۔

مندرجہ بالا پسِ منظر میں جب اصحابِ کہف کے وطن کی کیفیّت مدِّ نظر لائیں تو واضح ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت و ربوبیّت کی جگہ بُت پرستی جیسے متبادل شیطانی نظام کا بول بالا تھا، دین و دنیا اور علم و فضیلت کے تمام اداروں و دستاروں کے سَوتے خشک ہو چکے تھے، عوام و خواص سرِ بازار بولیوں میں ارزاں نیلام ہو چکے تھے اور ہر شُعبۂ زندگی میں اُلٹی گنگا بہہ رہی تھی۔ دینِ حق کے نام لیواؤں پر قید و بند سے بڑھ کر ہلاکت خیز سزاؤں (اُس دور میں سنگساری اور موجودہ بمباری وغیرہ) کے بلا روک نفاذ کی ''با قاعدہ قانون سازی'' تھی۔ ایسے جانگسل حالات میں ما سوا معدودے چند سرفروش صاحبِ ایمان [جنکو ربّ العالمین نے ہدایت کی نعمت سے سرفراز کر دیا تھا]، ۲۵ باقی سارے اہلِ وطن اپنی متاعِ دین کھو بیٹھے تھے اور شیطان کے قابلِ اعتماد آلۂ کار بننے کے نقد مگر عارضی مزے لُوٹ رہے تھے۔

نہ خوف پُرسشِ محشر، نہ فکر روزِ حساب
بشر گناہ پہ آئے تو بے حساب کرے

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

اصحابِ کہف کی شانِ قلندرانہ

یہ مُٹھی بھر صاحبانِ ایمان و ایقان تھے، ۲۶ جنہوں نے اللہ واحدہٗ لاشریک کے مُنکر اور شرک کی ظلمت کے اندر دھنسے ظالمانہ سماج سے ہر قسم کی مصالحت و مفاہمت سے انکار کیا اور نظریۂ ضرورت کو ہمیشہ کیلئے دفن کر کے کمال استقلال سے علمِ بغاوت سربلند کر دیا۔ انہوں نے اپنی بے سروسامانی اور انتہائی اقلیّت کے باوجود سخت استحصالی نظام، پُرکشش مراعات اور ذاتی مفادات کے سامنے پتوار پھینک دینے سے متاعِ ایمان اور حمیّتِ

۲۵۔ ''۔۔۔ (اصحابِ کہف) وہ چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لائے اور ہم نے انہیں ہدایت میں ترقّی بخشی تھی۔'' (۱۸:۱۳ الکہف)

۲۶۔ اصحابِ کہف کی تعداد، قیامِ نوم یا محلِّ وقوع پر قیافہ، قیاس و تحقیق کا محل ہے اور نہ ہی قرآنی اسلوب سے تال میل رکھتا ہے۔

دینی کو عزیز تر جانا۔ کاروانِ عزیمت واستقلال کے یہ مٹھی بھر سرفروش مجاہدین اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کیلئے تیّار ہو گئے اور اس یقینِ کامل سے جُڑ گئے کہ ربّ العالمین مومنین وصالحین کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ ۲۷

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یاربّ رہنے والے ہیں

(علامہ محمد اقبالؒ)

یہاں یہ نُکتہ بھی اہمیّت کا حامل ہے کہ کھرے کو کھوٹے سے الگ کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دین یا دنیا کے پلڑے میں اپنا فیصلہ کن وزن ڈالنے کا ضرور امتحان لیتا ہے۔ ۲۸ عصرِ حاضر میں بھی دو میں سے ایک راہ کا انتخاب ہر ایک کے سامنے ہے، یعنی مشکل حالات وصورتحال کے سامنے فوری ہتھیار پھینک دینا اور بزعمِ خویش حکمت ودانش کی گرتی ہوئی دیوار پر کمند رکھ کر رفتہ رفتہ دینی شناخت ونبوی افتخار سے بے بہرہ ہو جانا یا پھر آخری قطرۂ خون تک جوانمردی وحمیّتِ دینی سے بھرپور مقابلہ کرنا۔ ٹیپو سلطانؒ نے کہا تھا ''شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔

دارُالحرب سے سُنّتِ ہجرت کا اجرا

جب اصحابِ کہف نے عمیق مشاہداتی نگاہوں سے گھٹن زدہ صورتحال کی گھمبیرتا کا جائزہ لیا، جھنجوڑنے کی قوّت سے معمور ہاتھوں سے باقی ماندہ امکانات کو ٹٹولا اور دل کے روشن چراغوں سے تیزی سے بڑھتے خطرات کا ادراک کرلیا، تو انہوں نے اپنی سب سے قیمتی متاعِ ایمان کو ارزاں داموں نیلامی سے بچانے کا فیصلہ کرلیا۔ انہوں نے تمام رشتے ناطوں، نام نہاد حبّ الوطنی، تن آسانیوں اور ممکنہ مفاہمتی فارمولوں کو پاؤں کے نیچے روند کر

۲۷۔ ''جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں تو یقیناً ہم (ایسے) نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔'' (۱۸:۳۰ الکھف)

۲۸۔ ''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے خوف وخطر سے، فاقہ کشی سے، جان ومال کے نُقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے سے، اور (رضائے الٰہی میں) صبر کرنیوالوں کو (دائمی کامیابی کی) بشارت دے دیجیے۔'' (۲:۱۵۵ البقرہ)

نصرتِ الٰہی پر مکمل بھروسہ کرکے، ہجرت کے اَن دیکھے راستے کا انتخاب کرلیا۔ اُس لمحے وہ ہر سُود وزیاں سے ماورا ہو گئے اور تمام مادّی اسباب سے منہ موڑ کر، مسبّب الاسباب کے غالب ومستحکم غیبی نظام سے جُڑ گئے۔ ان کا یقین اُس ننھے بچے کی مانند غیر متزلزل ہوگا کہ جب وہ تمام ظاہری سہارے چھوڑ کر والد کے پھیلے ہاتھوں کی طرف لڑکھڑاتے قدم بڑھانے پر مائل ہو جاتا ہے، تو گرنے سے ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح ہر ''حاضر وموجود'' سے بے نیاز ہو کر وہ انتہائی بے سروسامانی سے مشیّتِ حق پر نگاہ جمائے، اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص کی طرف چل نکلے۔ ۲۹ یہاں یہ نُکتہ انتہائی اہم ہے کہ معرکۂ حق وباطل اور روحانیت و مادیّت کی جنگ کے دوران آخری راستہ بھی مسدود ہونے سے پہلے دُرست فیصلوں و ترجیحات اور فیصلہ کن گھڑی کا تعیّن، کسی ڈر وخوف کے بغیر، یکسوئی سے کرنا انہی اہلِ ایمان کے نصیب میں آئے گا جو حق واستقامت کی راہ کے ''پکّے مسافر'' ہوں گے (یعنی جنکی زندگی اس عربی موقولہ کی تابندہ تفسیر ہوگی کہ ''شریعت پر استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے'' اور بقول علامہ اقبالؒ وہ وقتِ قیام' سجدے میں گرنے والوں میں سے نہیں ہونگے)۔ یہ ایسے صاحبِ فراست مومن ہوتے ہیں جو ظاہری آنکھوں کو مسحّر کر لینے والے فریبی سرابوں ومسموم فکری مغالطوں کو قلب کے باطنی نور سے بخوبی آشکارا کر لیتے ہیں ۳۰ اور بھیڑ کے روپ میں بھیڑیے کو حقّ الیقین سے پہچان لیتے ہیں۔ اس لئے کاروانِ حق واستقامت کے داعیوں کیلئے گہری دُھند میں لپٹے موجودہ حالات کو عمیق نگاہی سے سمجھنا' دینی شعائر و علامات کو ہر ممکنہ محفوظ رکھنے کی تگ ودو کرنا' اپنی دُرست ترجیحات وواضح لائحہ عمل متعیّن کرنا اور فیصلہ کُن گھڑی میں اصحابِ کہف کی طرح بلا تاخیر اُسے اختیار کرلینا انتہائی ضروری بن گیا

۲۹۔ ''اور جب تم اُن (مُشرکوں) سے اور انکے (جھوٹے) معبودوں سے الگ ہو گئے جنہیں وہ اللہ کے سوا پُوجتے ہیں تو اب (چلو فلاں) غار میں جا بیٹھو، (اُمید ہے کہ) تمہارا ربّ اپنی رحمت (کا دامن) کُشادہ کر دے گا اور تمہارے (جملہ) امور میں سہولت مہیّا کر دیگا۔'' (۱۸:۱۶ الکھف)

۳۰۔ ''ہم نے انکے دل مضبوط کر دیے تھے، جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا ربّ وہی ہے جو زمین وآسمان کا مالک ہے، ناممکن ہے کہ ہم اسکے سوا کسی اور معبود کو پُکاریں گے ورنہ پھر تو ہم بڑی بے جابات کے مرتکب ہو جائینگے۔'' (۱۸:۱۴ الکھف)

ہے۔ ورنہ اچانک عراق، شام، لیبیا، یمن اور میانمار سے بدتر حالات بن جائیں گے اور پھر تاغلیظ وتباہ کن دجّالی سونامی باقی بھی سب کچھ خس وخاشاک کی طرح بہالیجائے گا۔

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سُراغ
اندھیری رات میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

(علّامہ محمد اقبالؒ)

صحبت یارانِ حق واولیاء کا فیضان

مشرکانہ سماج میں جنگلی آگ کی طرح ہر سمت پھیلے، فسادفی الارض نے تمام حکومتی و مالی اداروں، تعلیمی و دینی درسگاہوں اور ذرائع ابلاغ کو اپنے شیطانی مُٹھی میں جکڑ لیا تھا، سب بزرگوں، عورتوں اور جوانوں نے اس نظام کو برضاورغبت یا طوعاً کرہاً سندِ قبولیت عطا کردی تھی۔ ایسے میں مُختلف پسِ منظر کے مُٹھی بھر نوجوانوں نے آپس کی ''**سماجی رابطہ مہم (Social Networking)**'' کی بدولت ایک ہم خیال وہم مقصد مواحد گروہ کی شکل میں حمیّتِ دینی وحریّتِ انسانی کا بیڑا اٹھا لیا اور قرآن کی نسبت سے قیامت تک آنے والے کاروانِ حق واستقلال کی روحوں کو گرما گئے۔ اسی طرح متفرق جانثارانِ نبی آخر الزّمانؐ، ''**نبوی صُحبت**'' سے فیض یاب ہو کر ہمیشہ کیلئے **صحابہ کرامؓ** کہلائے۔ نیز متنوّع انسانوں، جانوروں اور درختوں میں پنہاں آفاقی قانونِ فطرت ''**تفاوت میں وَحدت (Unity in Diversity)**'' (مثلاً متفرق انسانی اعضاء میں کامل ہم آہنگی) کا یہاں زبردست داعیہ ملتا ہے۔ پس دورِ فتن میں ہر شُعبہ ھائے زندگی میں متنوّع سوچوں، تجربوں اور رویّوں کے حاملین کیلئے ''**صحبتِ حق**'' کو یکسو مضبوطی سے تھامنے کی اہمیت ماضی سے بڑھ کر قیمتی و ناگزیر ہے۔ قرآن عالیشان میں صحبتِ یارانِ حق کیلئے سُنہری تعلیم ہے:

''**اور اپنے آپ کو انہی (ساتھیوں) کے ساتھ (جوڑے) رکھیں جو اپنے پروردگار کو صبح وشام** پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کے طالب ہیں''۔ (۱۸:۲۸ الکھف)

پہاڑی غار بطور ''گوشۂ ایمان وعافیّت''

اصحابِ کہف نے سرکش وفسادی سماج سے کنارہ کشی اختیار کر کے دور ویرانے میں کہف یعنی ایک پہاڑی غار کو ''**جائے امان**'' بنالیا تو اُن کے جان وایمان جیسے دونوں انمول خزانے محفوظ ہو گئے۔ نیز ان کے پاس مختصر زادِراہ میں محدود کھانے کے علاوہ سب سے قیمتی متاع ''**آسمانی صحیفے کے اوراق یا مخطوطے**'' تھے [اسی وجہ سے وہ **اصحابِ کہف** (غار) و **رقیم** (کتبے یا کتاب) والے کہلائے]۔ ۳۱ اِس قصّے میں آج کے دورِ فتن کے حوالے سے مندرجہ ذیل اسباق اہم ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے اوپر مکمل بھروسہ کرنے والوں کی محنت وایمان کی بہترین قدر افزائی کرتا ہے اور نیکو کاروں کا اجر کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔ (۱۸:۳۰ الکھف)

۲۔ جب بھی کہیں مومنین کیلئے عرصۂ حیات تنگ ہو جائے اور انہیں اسلامی افکار، روایات اور اقتصادی ومعاشرتی نظام پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے، تو دل کو مضبوط کر کے ضروری زادِراہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کشادہ زمین میں، پہاڑوں یا میدان میں ہجرت کر جائیں، ۳۲ ورنہ اُن کے سامنے قدم بہ قدم اسلام کی ساری عمارت اُدھیڑ کے رکھ دی جائے گی اور مسلمانانِ ہسپانیہ کی طرح ذلّت ومسکنت کے دلدل میں ڈوب کر اپنا نام ونشان بھی گنوا بیٹھیں گے۔

۳۔ جیسے اصحابِ کہف نے غار میں پہنچ کر ربّ العالمین سے پُرخلوص مناجات کی (**اے ہمارے ربّ ہمیں اپنی رحمت سے نواز اور ہمارا معاملہ درست فرما**)۔ (۱۸:۱۰ الکھف)
ایسے ہی ہر قدم پر دعا کی اہمیت وطاقتِ پرواز کو یاد رکھیں۔

۳۱۔ ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتاب والے ہماری نشانیوں میں سے بہت عجیب نشانی تھے؟'' (۱۸:۹ الکھف)

۳۲۔ ''اور جب تم اُن (مُشرکوں) سے اور انکے (جھوٹے) معبودوں سے الگ ہو گئے جنہیں وہ اللہ کے سوا پُوجتے ہیں تو اب (چلو فلاں) غار میں جا بیٹھو، (اُمید ہے کہ) تمہارا ربّ اپنی رحمت (کا دامن) کُشادہ کر دے گا اور تمہارے (جملہ) امور میں سہولت مہیّا کر دیگا۔'' (۱۸:۱۶ الکھف)

۴۔کسی بھی بگڑے معاشرے میں ہزار مشکلات کے باوجود دعوتِ حق وحُرمتِ دین پر کٹ مرنے پر تیار ایک جماعت کا قیام ناگزیر ہے، یہی مٹھی بھر افراد انسانیت کا جوہرِ خاص و باعثِ امتیاز ہوں گے۔اسی طرح ہر خاندان یا محلے میں کم از کم ایک گھرانہ، دین کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے والا ہو۔اسی دائرے کو اندر کی سمت بڑھاتے جائیں، تو ہر فرد اپنے پورے جسم میں قلب کو ''**گوشۂ ایمان و عافیت**'' بنا کر اپنا رُخ صراطِ مستقیم پر جما کے رکھے۔معاشرتی اصلاح فرد کی اصلاح سے ہی شروع ہوتی ہے، پھر نورِ ہدایت کی ضیاپاشیاں ہر سمت پھیل جاتی ہیں اور باطلی اندھیروں کو نورانی اُجالوں میں بدل دیتی ہیں۔ ۳۳

۵۔نبی آخرالزماںؐ کی مبارک کہفی زندگی پر غور کرنے سے یہ تعلیم ہوتا ہے کہ جب معاشرہ شیطانی افکار و اعمال کی جولان گاہ بن جائے، سارے علمی ادارے فساد زدہ بگاڑ کا شکار ہو جائیں اور جہالت ہی عظمت و افتخار کی علامت بن جائے، تو ان جاں پُرسوز حالات میں بھی جب کوئی عالی مرتبت ''راہِ نجات کا ہدف مقصدِ زندگی بنا لے، تو ہدایت کا منبع ''**غارِ حرا جیسے گوشۂ ایمان و عافیت**'' سے پھوٹتا ہے۔پھر جب حالات کی ستم ظریفی نقطۂ منتہا کو جا چھوئے، ایمانی ہستیوں کی جان اور اثاثے بپھرتی شیطانی طاقتوں کا مطلوب و مقصود بن جائیں اور تمام طبعی و ظاہری اسباب مخالف ہو جائیں، تو ان دگرگوں حالات میں بھی جب کوئی نگاہ بلند مسبّب الاسباب سے حق الیقین کا ناطہ جوڑے رکھے، تو غیر معمولی ربّانی نصرت و دستگیری کا جلوہ، ''**غارِ ثور جیسے گوشۂ ایمان و عافیت**'' سے ظہور پزیر ہوتا ہے۔اصحابِ کہف کے قصّے میں ان عظیم الشّان نبوی سُنّتوں کے اتّباع کی لطیف تعلیم و ترغیب اور اللہ تعالیٰ کے غیبی وعدوں پر یقینِ محکم کا زبردست داعیہ ہے۔

۶۔اصحابِ کہف کی مشرکانہ سماج سے اپنے ''**ایمان کی حفاظت کیلئے سُنّتِ ہجرت**''، ''**گوشۂ ایمان و عافیت میں مقررہ مدّت کیلئے قیام**'' اور ''**واپسی پر اسی معاشرے کی کایا پلٹی کے بعد اسلام کا بول بالا**''۔یہی سہ منزلہ ارکانِ ترکیبی ہمیں حضرت نوحؑ کی مبارک زندگی میں دکھائی دیتے ہیں جہاں انہوں نے گمراہیوں میں ڈوبے معاشرے سے کنارہ کشی اختیار کی،

۳۳۔ ''اہلِ ایمان کا حامی و مددگار اللہ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے حامی شیاطین ہیں۔وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ جہنّمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔'' (۲:۲۵۷البقرہ)

کشتی کو گوشۂ ایمان و عافیت بنایا اور پھر مبارک سفر کا اختتام دینِ قیّم کی نُصرت پر ہوا۔نبی آخرالزّماںؐ کی حیاتِ طیّبہ میں بھی یہی سہ منزلہ ''**دوقومی نظریاتی**'' ترتیب جگمگاتی ہے کہ جب انہوں نے مکّہ کے مشرکانہ معاشرے سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کو گوشۂ ایمان و عافیت کا درجہ دیا، ربّانی مقرّرہ مدّت کے بعد فتحِ مکّہ ہوا اور اسلام کا چہار دانگِ عالم بول بالا ہو گیا۔اسی خدائی ترتیب و سُنّت کے تحت مسلمانانِ ہند نے اپنی ایمانی شناخت و روایات کی حفاظت کیلئے ہندوستان کے مشرکانہ ماحول سے خونین ہجرت کی اور پاکستان کو گوشۂ ایمان و عافیت بنالیا۔اب مقرّرہ مدّت کے بعد تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی، نبی آخرالزّماںؐ کی بشارت کے مصداق ''**غزوۂ ہند**'' سے بُت پرستی کا آخری گڑھ یعنی ہندوستان (بھارت) فتح ہوگا (**مسند احمد**) اور اسطرح کفر و بت پرستی کے عالمی خاتمہ سے نبی آخرالزّماںؐ کے مقصدِ بعثت (**یعنی پوری دنیا سے شرک و بُت پرستی کا خاتمہ اور انسانوں کو انسانوں کی استحصالی غلامی سے عالمگیر نجات**) کی کاملیّت ہو جائیگی اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔چونکہ یہ عظیم ربّانی فیصلہ ہے اور اللہ کی بات کوئی بدل نہیں سکتا، ۳۴ اس لئے یہ واقعہ تو عنقریب ہو کر ہی رہیگا۔اب یہ موجودہ نسل پر منحصر ہے کہ اس ملکِ خداداد کو حقیقی معنوں میں گوشۂ ایمان و عافیت کے قالب میں ڈھالنے کیلئے اپنی تمام تر ذہنی، جسمانی و روحانی صلاحیتوں کو اس ربّانی مقصد سے جوڑنے کو تیار ہو جائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو مسلّط کر کے اپنا امر جاری کر دیگا ۳۵ اور یہ خوش بختی کا ہُما ہمارے سروں سے اُڑ جائے گا۔مملکتِ خداداد ''**پاکستان**'' کے متعلّقہ عظیم حقیقت کا ادراک ہو جانے پر ایک بظاہر رومانوی شاعر، روحانی استعارے میں پکار اٹھا:

تو بھی ہے ہجرت کدہ شہر مدینہ کی طرح
ہم نے دوہرائی ہے اِک رسم، آباء کی طرح

(منیر نیازی)

۳۴۔ ''۔۔۔اس (اللہ) کی باتوں (یعنی وعدے وعید) کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ اسکے سوا کہیں جائے امان نہیں پائیں گے۔'' (۱۸:۲۷الکہف)

۳۵۔ ''۔۔۔اگر تم (اپنی ذمہ داریوں سے) منہ پھیرو گے تو وہ (اللہ) تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا، جو پھر تم جیسے نہ ہونگے۔'' (۴۷:۳۸محمدؐ)

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے عملی اسباق

۱۔مادیّت پرایمان کی فتح: مادی وسائل واسباب سے مالا مال شیطانی طاقت کے مقابلے میں جب مٹھی بھر جوانمرداہلِ حق نے خالقِ اسباب پر کامل اعتماد اور صدق ویقین کا اظہار کیا، شرک کے ظلم سے اپنی نورانی پیشانیوں کو داغدار ہونے سے بچالیا' نفس کی بجائے روح کے تقاضے اور نقد مُنفعت کی قائل عقل سے زیادہ ایمان بالغیب کے مطالبے پر توجّہ دیکر آخری حد تک قربانی پر تیار ہو گئے، تو ازلی سُنّت کے مطابق مسبّب الاسباب نے تمام اسباب ان کے مطیع کردیے اور انجام کار صاحبانِ اقتدار بھی اُنکے پرستار بن گئے۔ ۳۶

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(مولانا ظفر علی خانؒ)

۲۔اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اس دنیا میں بھی نقد ثمرات سے محروم نہیں رکھتا: اسباب ارادۂ الٰہی کے تابع فرمان ہیں، اس لئے ثابت قدم مومنین ''ایمانِ کامل وعملِ صالح'' کے ذریعے خصوصی ارادۂ الٰہی کو اپنی طرف مائل کرکے دنیوی نُصرت وتائید اور اُخروی رضا وانعام کے مستحق بن جاتے ہیں۔اس قصّے میں بھی جوانمرد اصحابِ کہف کو مزید ہدایت وشجاعت' خوف سے سکینت ونجات اور تسلیم ورضا جیسے ایمانی ثمرات اسی دنیا میں ہی نقد عطا ہوئے۔مزید برآں صحت' طبّ اور حفاظت کے لحاظ سے موزوں ترین پناہ گاہ ''ایمانی غار'' کی شکل میں میسر ہوئی اور آخر میں ان کے ایمانِ محکم اور جذبۂ جہادِ صادق سے جہالت کے اندھیرے، ہدایت کے نور میں بدل گئے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۳۶۔ ''۔۔۔(لوگ) پھر کہنے لگے کہ ان (اصحابِ کہف کی یاد میں غار پر) عمارت بنادو۔۔۔جو لوگ ذی اقتدار تھے انہوں نے کہا کہ (نہیں) ہم تو وہاں مسجد بنائیں گے۔'' (۱۸:۲۱ الکھف)

۳۔عصرِ حاضر اور شیطانیّت کا بڑھتا سونامی: کہفی دور میں برپا مشرکانہ طُغیان کے تناظر میں عصرِ حاضر پر نگاہ دوڑائیں تو ہرجاہ شیطانیّت کی طوفانی موجیں ربّانی احکامات ونبویؐ آثار، اخلاقیات وروایات، مشترکہ انسانی وراثت وتمدّن اور ہر ذرّہ میں عیاں واحدانیت ومقصدیّت کو نابود کردینے پر ٹھاٹھیں مارتی دیکھی جاسکتی ہیں۔مثلاً زمین وسماوات کے ہر ذرّے وستارے میں موجود آفاقی قانونِ حرکت کا دائمی رُخ ''دائیں طرفہ گولائی'' میں ہے حتّیٰ کہ ذرّے کے اندر الیکٹرانوں کی گردش بھی طوافِ کعبہ وسعی کی طرح دائیں طرفہ گولائی میں ہے۔لیکن شیطانی ضابطے چونکہ سراسر ربّانی اصولوں کی ضد پر قائم ہوتے ہیں اس لیے ہندو شادی پر آگ کے گرد سات پھیروں اور سکھ شادی میں چار لاؤن پھیروں کے ساتھ ساتھ بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں کے اپنی اپنی عبادت گاہوں میں مذہبی پھیروں کا رُخ ''بائیں طرفہ گولائی'' میں ہوتا ہے، حتّیٰ کہ روائتی گھڑی کی بائیں طرفہ گردش بھی محض سادہ مشینی گردش نہیں ہے بلکہ نپے تلے شیطانی منصوبے کا ہی اٹوٹ انگ شُعبدہ ہے۔اس سفلی ترتیب کے نتیجے میں ''مثبت آفاقی گردش'' کا نام ''منفی گردش (Anti Clockwise)'' بن چکا ہے۔اسی طرح ہفتہ وار دنوں ۳۷ اور اکثر مہینوں کے انگریزی نام ۳۸ دراصل قدیم یونانی دیوتاؤں یا دوسری کُفریہ رسموں کی نسبت سے پوری ''جدید دنیا'' میں مروّج ہیں جو کوئی تاریخی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک ہی شیطانی کڑی کا حقیقی تسلسل ہے۔مزید برآں نئی ہزاروی ((2000 سے شروع ہونے والا تباہی وبربادی کا انسانیت سوز دھندہ ۵ کھرب ڈالر کے اخراجات، 15 لاکھ سے زائد ہلاکتوں اور 7

۳۷ Sunday (سورج دیوتا)، Monday (چاند دیوتا)، Tuesday (ٹؤر دیوتا)، Wednesday (ووڈن دیوتا)، Thursday (تھور دیوتا)، Friday (فرییا دیوی)، Saturday (سیٹرن دیوتا)۔

۳۸ January (جینس۔رومی دیوتا)، February (فیبروآ۔رومی تہوار برائے پاکیزگی وکُفّارہ)، March (مارز۔رومی جنگی دیوتا)، April (اپیرو۔موسمِ بہار)، May (مایا۔یونانی دیوی)، June (جونو۔رومی دیوتا)، July (جولیس سیزر۔مطلق العنان رومی بادشاہ)، August (آگسٹس سیزر۔رومی بادشاہ)، September (سات)، October (آٹھ)، November (نو)، December (دس)۔

کروڑ سے زیادہ تارکینِ وطن کی آہ و بکا سے دُنیا بھر میں لرزہ خیز صورتحال پیدا کر چُکا ہے۔ دہشت گردی کی یہ خوفناک جنگ کئی ملکوں بالخصوص اسلامی ممالک کو آگ و خون کی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ ۳۹ اسی دوران شیطانی کھیل کے تیسرے گھناؤنے میدان میں انتہائی پُراسرار طریقے سے اب تک تیس (30) ترقّی یافتہ ممالک میں ہم جنس پرستی کے مکروہ فعل کو عام کرتے کرتے ''قانونی تحفّظ'' بھی دلوایا جاچکا ہے۔ ۴۰ جو نہ صرف مشترکہ انسانی میراث (اخلاقیات) کی پامالی اور عالمگیر انسانیت کی نسل کُشی کا زہریلا نسخہ ہے بلکہ عذابِ الٰہی کو کُھلی دعوت دینے کے مترادف ہے۔

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے اسکے جنون سے تارتار

(علامہ محمد اقبالؒ)

۴۔ دجّالی خطرات کو جانچنے اور بھانپنے کی خصوصی تربیت کی اشد ضرورت

اوّل۔ معرکہ رُوحانیت و مادیّت میں حق و باطل کی قوّتوں کے کارگر ہتھیار ایک دوسرے سے مختلف و متضاد ہیں۔ مادی وسائل کی ضروری رسد و دستیابی کی اہمیت اپنی جگہ اٹل ہے، مگر شیطانی قوّتوں کے پَر اگر کسی سے جلتے ہیں تو وہ ''روحانی قوّتیں'' ہیں۔ اس لئے کثیر الجسہ

۳۹۔ مثلاً افغانستان، پاکستان، عراق، شام، لیبیا، یمن، نائیجریا اور نیجر۔ اب اسی جنگی دہشت و بربادی کے پھیلتے مکروہ اثرات مصر، سعودی عرب، بنگلہ دیش اور تُرکی تک جا پہنچے ہیں۔ مزید برآں اسی دوران فلسطین، کشمیر اور برما (میانمار) میں ریاستی مظالم میں لگاتار اضافہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ تمام مسلم ہلاکتوں، جنگی جرائم اور بے وطن پناہ گزینوں کی کثیر الجہتی بڑی تصویر (Big Picture) انتہائی بھیانک اور سنسنی خیز حقائق سے پردہ اُٹھا دے گی۔

۴۰۔ ۲۰۰۰ء۔ ہالینڈ، ۲۰۰۳ء۔ بیلجیم، ۲۰۰۵ء۔ سپین، کینیڈا، ۲۰۰۶ء۔ جنوبی افریقہ، ۲۰۰۹ء۔ سویڈن، ناروے، ۲۰۱۰ء۔ پرتگال، ارجینٹائن، آئس لینڈ، ۲۰۱۲ء۔ ڈنمارک، ۲۰۱۳ء۔ برازیل، یوراگوئے، نیوزی لینڈ، انگلینڈ، فرانس، ۲۰۱۴ء۔ لکسمبرگ، سکاٹ لینڈ، ۲۰۱۵ء۔ آئرلینڈ، گرین لینڈ، امریکہ ۲۰۱۶ء کولمبیا، ۲۰۱۷ء جرمنی، مالٹا، آسٹریلیا، ۲۰۱۹ء آسٹریا، تائیوان اور ایکواڈور مزید برآں ۲۰۱۱ء میں اقوامِ متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق نے ''ہم جنس پرستی'' پر پہلی قرارداد منظور کر کے اُنکے نام نہاد حقوق کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اقوامِ متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق نے تمام رُکن ممالک (بشمول سعودی عرب، پاکستان اور ایران) پر زور دیا کہ وہ ہم جنس پرستوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت کیلئے اپنے ممالک میں ضروری قانون سازی کریں۔ پس اس مکروہ فعل کے باقی ملکوں میں بھی نفاذ کا راستہ کُھل چُکا ہے۔

مادّی طاقتیں، قلیل روحانی طاقتوں سے ہزیمت کھاتی رہی ہیں۔ ۴۱ فتنۂ دجّال کا اصل نشانہ بھی مسلمانوں میں بالخصوص اور انسانیت میں بالعموم ''روحانیت کا خاتمہ'' یعنی اللہ پر تمام اسباب سے بالا و ماورا ''غیبی یقین و کامل اعتماد کا خاتمہ'' ہے۔ بعینیہ اسی انداز پر عصرِ حاضر میں ''دہشت گردی کے خلاف جنگ (War Against Terror)'' کی تلبیسی آڑ میں دراصل ''روحانیت کیخلاف آخری جنگ (War Against Spirituality)'' جاری ہے۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

(علّامہ محمد اقبالؒ)

دوئم۔ شریعت میں حُب کی چاشنی ملا دیں ۴۲ تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے، جوں جوں اس میں ترقّی ہوتی ہے تو مومن کی بصیرت و فراست میں بھی روز افزوں اضافہ ہو جاتا۔ ۴۳ پھر وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اسکے ہاتھ و زبان سے انسانیت کی فلاح کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ ۴۴ تہ در تہہ ایمان شکن دجّالی خطرات کو جانچنے، بھانپنے اور دُور کرنے کا مختصر ترین راستہ احسان و سلوک (روحانیّت) ہے جو جبر و استبداد کے آخری درجہ

۴۱۔ ''اللہ کی ملاقات پر یقین رکھنے والوں نے کہا، بارہا ایسا ہوا کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہ پر غالب آجاتا ہے۔'' (۲:۲۴۹ البقرہ)

۴۲۔ ''۔۔۔ اور ایمان والے تو اللہ کی محبّت میں شدید تر ہوتے ہیں۔۔۔'' (۲:۱۶۵ البقرہ)

۴۳۔ ''وہ (اللہ) جسے چاہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت عطا ہوئی گویا اُسے خیرِ کثیر عطا ہوئی اور نصیحت تو صرف عقلمند ہی قبول کرتے ہیں'' (۲:۲۶۹ البقرہ)

۴۴ ''پس حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگوں نے (جنگ میں) اُن (کُفّارِ مکّہ) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُنہیں ہلاک کیا۔ اور آپؐ نے خاک کی مُٹھی نہیں پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھی۔۔۔'' (۸:۱۷ الانفال)

پر بھی پایۂ استقامت میں رَتی برابر ضُعف نہیں پیدا ہونے دیتا اور ہر امتحان میں مستحکم ایمان وایقان کے ساتھ کُشاں کُشاں جانبِ منزل گامزن کرتا ہے۔ دجّال کی ''ایک مادّی آنکھ'' کی بہ نسبت ''مردِ مومن کی مادّی (بصارت) کے ساتھ ساتھ دوسری روحانی آنکھ (بصیرت)'' کا وسیع تر زاویۂ نظر، کاملیّت وجامعیّت کے جملہ جواہر سے منوّر رہتا ہے۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

(علامہ محمد اقبالؒ)

۵۔ قیمتی ایمانی توانائیوں ووسائل کیلئے حفاظتی اقدامات: سورۂ مبارکہ میں تعدادِ اصحاب اور مدّتِ نوم کے ضمن میں سطحی بحث وتمحیص اور کٹ حجتی سے بچ کر نفع بخش جگہوں پر اپنی توانائیوں ووسائل کو مرکوز کرنے کا درس ہے۔ ۴۵ اس دانشمندانہ عمل سے ناگزیر کاموں کیلئے موزوں وقت ومناسب وسائل میسّر آجاتے ہیں۔ مزید برآں اصحابِ کہف نے جب ایک ساتھی کو شہر کھانا لانے کیلئے بھیجا تو اسے رازوں کی حفاظت کی تلقین کی، ۴۶ اس سے سِری کلمے (Code Words) اور دیگر حفاظتی اقدامات وحکمت عملیوں کی طرف زوردار اشارے ہیں تاکہ دورِ فتن میں قیمتی ایمانی راز افشاء ہونے سے بچ جائیں۔

۶۔ ''کُتّے'' کے ذکر میں گہرا بھید: اس واقعے میں کسی اور جانور کی بجائے کُتّے کا خصوصی تذکرہ کئی معانی واشاروں کا حامل ہے (جسکی وفاداری اور پہرے داری ہمیشہ سے ہی ضرب المثل ہے):۔

اوّل۔ مردانِ حق ''عالی مقصد'' سے وفاداری لمحۂ آخر تک برقرار رکھیں، چاہے خطرات و آزمائشوں کا طوفان سامنے ہو۔

۴۵ ''کچھ لوگ تو کہیں گے کہ وہ (اصحابِ کہف) تین تھے اور چوتھا اُنکا کُتّا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا اُنکا کُتّا تھا، غیب کی باتوں میں اٹکل (کے تیر تکّے) چلاتے ہیں۔ کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں اُنکا کُتّا تھا۔ آپؐ کہہ دیجئیے کہ میرا ربّ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے۔ انہیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس آپؐ اُنکے بارے میں محض سرسری بات کریں اور اُنکے متعلّق کسی سے پوچھ گچھ نہ کریں۔'' (۱۸:۲۲ الکہف)

۴۶ ''۔۔۔ اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سِکّہ دے کر شہر بھیجو اور وہ خوب دیکھ بھال کر پاکیزہ کھانا لے آئے، اور وہ خوب احتیاط اور ہوشیاری سے کام لے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو تمہارے احوال سے خبردار کر بیٹھے۔'' (۱۸:۱۹ الکہف)

دوئم۔ کسی بھی کمتر حیثیت، صلاحیت یا اسباب کی فکر وتر ڈّد کی بجائے ''عالی مقصد'' کا بھرپور اخلاص سے مسلسل پہرا دینا اور صحبتِ خاصاں پر آخری سانس تک توکّل ویقینِ محکم رکھنا، حتمی کامیابی کا نسخۂ کیمیا ہے۔

(راتیں جاگن کُتّے تیتھوں اُتے ...... بُلھے شاہؒ)

سوئم۔ اپنے ایمانی وسائل اور حاضر مادّی وروحانی اسباب کی مکمل حفاظت ونگہداشت کا بہترین انتظام کرنا۔

چہارم۔ حالاتِ حاضرہ اور مستقبل کے تیزی سے بدلتے منظر نامے پر چوکنّہ نگاہی اور بھرپور مقابلے کی مکمل تیاری کرنا، جس سے دشمنانِ اسلام کے دلوں پر ہیبت طاری ہوجائے۔ ۴۷

پنجم۔ کُتّے کو نفسِ امّارہ پر محمول کریں تو اشارہ ملتا ہے کہ جو انسان اپنے نفس کے آوارہ کُتّے (یعنی نفسِ امّارہ) کو خوب محنت، تربیّت اور ریاضت سے سِدھا لے اور اسے ایمانی سرحدوں کی حفاظت پر مامور کردے (یعنی نفسِ امّارہ ۴۸ سے ترقی کر کے نفسِ لوّامہ ۴۹ اور پھر عروج پر نفسِ مطمئنہ ۵۰ تک لے جانے میں کامیاب ہوجائے)، تو اُس خوش بخت کو اپنے ایمان اور گوشۂ ایمان وعافیّت کیلئے کامل ربّانی حفاظت کی لافانی ضمانت نصیب ہوگی۔

۷۔ شمسی توانائی کا استعمال: غار کے ضمن میں ''آفتابی زاویے'' کا خصوصی قرآنی ذکر، ۵۱

۴۷ ''اور تیّار رکھو اپنی طاقت، پوری قوّت اور ذرائع جنگ کے ساتھ، تاکہ ہیبت طاری ہوجائے اُن پر جو دُشمن ہیں اللہ کے اور تمہارے اور دوسرے دشمن جنہیں تم نہیں جانتے، مگر اللہ خوب جانتا ہے۔۔۔'' (۸:۶۰ الانفال)

''آپ انہیں دیکھ کر خیال کرتے کہ جیسے وہ بیدار ہیں، حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلاتے تھے، اور اُنکا کُتّا چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر آپ اُنکو کہیں جھانک کر دیکھتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ جاتے اور اُن سے دہشت میں آجاتے۔'' (۱۸:۱۸ الکہف)

۴۸ ''۔۔۔ کیوں کہ نفسِ امّارہ تو انسان کو بدی پر اُکساتا ہی ہے، الّا کہ کسی پر میرے ربّ کی رحمت ہو۔۔۔'' (۱۲:۵۳ یوسف)

۴۹ ''اور میں قسم کھاتا ہوں اُس نفس (نفسِ لوّامہ) کی جو ملامت کرنے والا ہو۔'' (۷۵:۲ القیامہ)

۵۰ ''اے نفسِ مطمئنہ، اپنے پالنہار کی طرف لوٹ چل، اس حال میں کہ تو اُس سے راضی ہے اور وہ تم سے راضی۔'' (۸۹:۲۷-۲۸ الفجر)

۵۱ ''اور جب سورج نکلتا تو آپ دیکھتے کہ اُنکے غار سے داہنی طرف کترا جاتا اور جب غروب ہوتا تو اُن سے بائیں طرف سمٹ جاتا اور وہ اُس غار کی کُشادہ جگہ میں تھے۔'' (۱۸:۱۷ الکہف)

دورِفتن میں عام المستعمل ذرائعِ توانائی (مثلاً پن بجلی، تھرمل اور نیوکلیئر) پر بآسانی دجّالی دسترس ہو جانے کی بدولت، بھرپور شمسی توانائی کے فروغ و استعمال کی طرف توجّہ مبذول کرواتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر عصرِ حاضر میں جہاں ہر سائنسی میدان میں بے انتہا ترقّی ہو چکی ہے، یہ شعبہ کارکردگی و رسائی میں بہت پیچھے ہے اور نازک صورتحال سے پہلے اس میں جنگی بُنیادوں پر تحقیق و ترقّی کی ضرورت ہے۔ نیز اس آیت میں عمارتوں کی تعمیر یا کمین گاہوں کے انتخاب میں روشنی، کشادگی اور محلِّ وقوع کی خصوصی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

۸۔ اچھی صحت کی تلقین: دورانِ نیند، اصحابِ کہف کی کروٹوں ۵۲ کی ترتیب (تاکہ جسمانی آبلے یا انجماد وغیرہ نہ ہو) میں دورِ دجّال میں اچھی صحت برقرار رکھنے کی خصوصی تلقین ہے۔ عصرِ حاضر میں غیر فطرتی موسمیاتی تبدیلیوں (بوجوہ تابکاری، دھواں دار صنعتیں اور جیو انجینیئر نگ ۵۳ وغیرہ)، خوراک کے مسائل (/ Junk Unhygenic / Toxic Foods / GMOs) ۵۴ اور ورزش پر توجّہ نہ دینے سے لامتناہی طبّی مسائل لاحق ہو رہے ہیں۔ نبی آخرالزّمانؐ بہترین صحت کا خیال رکھتے اور بچوں کیلئے گھڑسواری، تیراندازی اور پیراکی کو پسند فرماتے۔ فرمانِ نبویؐ ہے۔

''طاقتور مومن کمزور سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے اگرچہ دونوں میں خوبی ہو''

(مسلم، ابنِ ماجہ)

۹۔ حلال، طیّب اور متوازن رزق کی اہمیت: دورِ دجّال میں ضروریاتِ زندگی میں تصنّع، جعل سازی و بگاڑ پھیل جائیں گے۔ ایسے میں غذا اور رزق کے معاملات بھی مختلف نہیں ہونگے۔ قصّے میں جہاں حلال، طیّب اور متوازن غذا کی طرف راہنمائی ہے، ۵۵ وہاں حصولِ رزق کے حلال ذرائع پر بھی توجّہ مبذول ہوتی ہے۔ آجکل جہاں جنک فوڈز (بمعنی کباڑ یا گھٹیا کھانوں) اور ناقص اشیائے ضروریہ سے بازار بھرتے چلے جا رہے ہیں، وہیں غمِ روزگار میں حلال و حرام کی تمیز مِٹتی چلی جا رہی ہے۔ فضل و برکت، دعاؤں کی قبولیت اور عبادات کے اعلیٰ مدارج کیلئے یہ پہلو اہلِ حق و تقوای کیلئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

اے طائرِ لاہوتی، اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو، پرواز میں کوتاہی

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۱۰۔ قلبِ قرآن میں حقیقی مادّی دولت کی نشاندہی: دورِ دجّال میں دولت کا ارتکاز نہ صرف دجّالی نظام کے پروردہ مخصوص ہاتھوں میں ہو جائیگا، بلکہ فریبی مالیاتی نظام کے تحت رقم اپنی حقیقی قدر (Intrinsic Value) گُم کر دیگی۔ اسی سُود در سُود کے جنجالی نظام کے تحت اس وقت محض 8 افراد کے ہاتھوں میں دنیا کی آدھی آبادی (3.5 ارب) کی مجموعی دولت سے زیادہ کا ارتکاز ہو چکا ہے اور انسانیت قیامت خیز رفتار سے غربت اور بڑھتے قرضوں کے جنجال میں پھنستی چلی جا رہی ہے (موجودہ عالمی قرضہ جاتی جنجال ساٹھ کھرب ڈالر سے بڑھ چُکا ہے، نتیجتاً ہر چھوٹا بڑا ۸۷۰۰ ڈالر کا مقروض بن چکا ہے)۔ مزید برآں موجودہ تمام کاغذی کرنسیاں اپنی باقی ماندہ قدر و قیمت کھو کر محض اعداد و شمار کے گورکھ

۵۲۔ ''آپ انہیں دیکھ کر خیال کرتے کہ جیسے وہ بیدار ہیں، حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلاتے تھے، اور اُنکا کُتّا چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر آپ اُنکو کہیں جھانک کر دیکھتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ جاتے اور اُن سے دہشت میں آجاتے'' (۱۸:۱۸ الکھف)

۵۳۔ جیو انجینئرنگ ایک نسبتاً نئی سائنس ہے جسکے ذریعے مصنوعی طریقوں سے زمین میں ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلیاں لائی جاتی ہیں۔

۵۴۔ Genetically Modified Organism ایسی فصلیں اور پھل ہیں جن کے قدرتی خواص کو مصنوعی طریقوں سے بدل دیا جاتا ہے۔

۵۵۔ ''اور اسی طرح (ایک عرصہ دراز کے بعد) ہم نے انہیں اُٹھا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ ان میں ایک نے پوچھا کہ تم (یہاں) کتنی مدّت رہے؟ دوسروں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ (ان میں سے بہتر علم والے) کہنے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزر، چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکّہ دیکر شہر بھیجو۔ اور وہ وہاں دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے، وہاں سے وہ کچھ کھانے کو لائے اور بہت احتیاط اور نرمی سے کام لے، ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔'' (۱۸:۱۹ الکھف)

دھندے و کھلی جعلسازی سے چل رہی ہیں۔اس پُرفریب معاشی دہشت گردی کی بدولت دنیا کی کثیر ترین آبادی اپنے ہی ہاتھوں غربت و استحصال کی قبر کھود کر دفن ہوتی چلی جارہی ہے (1948ء سے سونے کی نسبت ڈالر ۹۷ فیصد اور ڈالر کی نسبت روپیہ مزید ۹۸ فیصد تک **اپنی حقیقی قدر کھو چُکا ہے۔نتیجتاً جہاں ایک طرف لوگوں کو اپنی کثیر محنت کا انتہائی معمولی** معاوضہ مل رہا ہے [حتیٰ کہ 1,00,000 **میں حقیقی قدر یا قوّتِ خرید محض ۶۰** روپے رہ **چکی ہے] تو دوسری طرف استحصالی سرمایہ دارنہ نظام کے کرتا دھرتا ''اندھا دُھند سُودی منافع'' لُوٹنے کیلئے کمر توڑ مہنگائی میں روز افزوں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں)**۔عظیم تر خُدائی حکمت کے تحت قرآن عالیشان کے عین قلب میں واقع آیت کے اندر ایک ساتھی کو بِوَرِقِكُم [چاندی کے سکّے **(۱۸:۱۹ الکھف)**] دینے کا ذکر گہری حکمتِ خداوندی سے بھرپور ہے تاکہ دورِ دجّال کے اس مکروہ استحصالی ہتھکنڈے کی بھی جَلی تعلیم ہوسکے اور اہلِ حق کیلئے ذاتی قدر و قیمت والی حقیقی دولت (سامانِ جنس یعنی گندم' گائے' بکرے وغیرہ کی خرید و فروخت یعنی بارٹر ٹریڈ یا سونے چاندی کے سکّوں کے استعمال) کی طرف راہنمائی بھی ہوسکے۔فرمانِ نبی آخرالزّمانؐ ہے۔

''عنقریب بنی نوع انسان پر وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب 'دینار (سونے کے سکّے) اور درہم (چاندی کے سکّے)' کے علاوہ کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہے گی جو انسان کے کام کی ہوگی'' (مسند احمد)

۱۱۔قرآن کی قلبی آیت اور ۱۹ کا معجزانہ حسابی ہندسہ: سورۂ مبارکہ کی **''آیت نمبر ۱۹''** قرآن عالیشان کی قلبی آیت ہے اور لمحۂ موجود میں دُوررَس اسباق کی حامل ہے [مثلاً **بَعَثۡنٰهُمۡ ۔ بیداری/جذبات برانگیختہ کرنا** (پُرفریب دجّالی فتنوں سے دامن جھٹکنا یعنی Unplug ہوجانا اور حمیّتِ دینی کے جذبات کو جگانا)، **لِيَتَسَآءَ۔ سوال کرنا** (پُرکشش دجّالی پھندوں کو 'فیشن' کی طرح اپنانے سے پہلے استدلالی انداز اپنانا)، **بِوَرِقِكُم۔** چاندی کا سِکّہ (توضیح پہلے ہوچکی)، **اَزۡكٰى طَعَامًا۔ پاک روزی** (توضیح پہلے ہوچکی)، **وَلۡيَتَلَطَّفۡ۔خبردار اور بامروّت رہنا** (توضیح پہلے ہوچکی)]۔مزید برآں عظیم تر ربّانی حکمت کے تحت اس قلبی آیت کا سورۂ مبارکہ میں محلِّ وقوع (یعنی 19) پُورے قرآن عالیشان کی ''حسابی ترتیب'' میں بُنیادی حیثیت کا حامل ہے۔دوزخ پر 19 نگران فرشتوں کے ذکر ۵۶ سے شروع ہونیوالا غیر معمولی حسابی ہندسہ، ایسے تحیّر آمیز قرآنی معجزے پر منتج ہوتا ہے جسکا طاقتور کمپیوٹروں کی ایجاد سے پہلے 1400 سالوں میں تصوّر بھی مُحال تھا۔مثلاً پانچ آیات پر مبنی پہلی وحی (اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ‏ ۱) کے کُل الفاظ کی تعداد 19 ہے اور سورۃ العلق کی نہ صرف کُل آیات 19 ہیں بلکہ قرآن عالیشان کے آخر سے یہ 19 ویں سورہ بھی ہے۔عرب کے ریگستانوں میں 23 سالوں کے فاصلے پر اختتامی سورۃ النصر بھی 19 الفاظ پر مشتمل نازل ہوئی۔اسی طرح کلام اللہ کی کُل 114 سورتیں 19 کے ہندسے کا کامل حاصلِ ضرب ہیں (114/19=6)۔تمام قرآنی سورتوں کا حاصلِ جمع (یعنی 1+2+3+4........+114=6555) بھی 19 کا کامل حاصلِ ضرب ہے (6555/19=345)۔قرآن عالیشان کی پہلی آیت (بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ) بھی 19 حروف پر مشتمل ہے اور یہ آیت کلام اللہ میں 114 مرتبہ موجود ہے جو 19 کا کامل حاصلِ ضرب ہے۔اسی طرح لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جیسا عظیم الشّان کلمہ بھی 19 سورتوں میں ہی نازل ہوا۔المختصر بے شمار قرآنی حقائق کا محور 19 کا ہندسہ ہے جو (1) اور (9) کے پہلے اور آخری حسابی ہندسوں کا مرکّب ہے اور اپنے اندر **"وحدت"** کا سمندر سموئے ہے (1+9=10 جسکے اعداد کی جمع 0+1=1 ہے)۔اللہ ربّ العزّت نے اپنی آخری کتاب کی دائمی حفاظت کا ذمّہ اُٹھا رکھا ہے ۵۷ **اور قلبی قرآنی آیت کا** نمبر شُمار (یعنی 19) بھی انتہائی پیچیدہ آفاقی حسابی کُلیے کے تحت اُسی کثیر الحفاظتی کڑیوں کا جُز و لاینفک معلوم ہوتا ہے۔

۵۶۔ ''اس (جہنّم) پر انیس داروغہ (مقرّر) ہیں۔'' (۷۴:۳۰ المدثر)

۵۷۔ ''بے شک ہم نے ہی اِس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اِس کے محافظ ہیں۔'' (۱۵:۹ الحجر)

۱۲۔ معرکۂ حق و باطل میں آخری فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے: اگرچہ شیطانی نظام جتنا مستحکم و نفوذ پذیر ہو جائے' آخری فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ ۵۸ اصحابِ کہف کے ہموطنوں نے کفّارِ مکّہ کی طرح اہلِ حق کو ہجرت پر مجبور کر کے فتح کے شادیانے بجائے ہونگے، لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ آخری فتح اہلِ حق کا مقدر ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی دجّالی قوتوں نے اہلِ حق کو محصور و مجبور کر کے ذلّت و مسکنت سے دو چار کر دیا ہے، وہ مزید اسلامی علاقوں کو تاراج کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور اب مسجدِ اقصیٰ کو ڈھانے اور عالمِ اسلام کے قلب (حرمین شریفین) میں اپنے راتب خور جتھوں کو اُتارنے کیلئے پرتول رہے ہیں۔ اس قصّے میں اہلِ حق کیلئے فتح کی شافی نوید ہے اور اصحابِ کہف کی طرح، حوصلے بلند رکھ کر میدانِ عمل میں کودنے کا اشارہ ہے تاکہ آخری فتح کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے جائز حقدار بن سکیں۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

(علامہ محمد اقبالؒ)

۱۳۔ کانوں پر تھپکی دیکر سُلانے میں بھید: دجّالی فتنے پورے معاشرے میں سرطان کی طرح پھیل کر گھروں کے نہاں خانوں میں بھی گھس جائیں گے اور ان سے حفاظت کیلئے آنکھوں اور کانوں کے دروازوں پر سخت پہرے بٹھانا ہوں گے۔ ۵۹ عصرِ حاضر میں ٹی وی، انٹرنیٹ اور موبائل کے گوناں گوں فتنے، آنکھوں اور کانوں کے راستے ہی دل و دماغ پر حاوی ہو کر دجّالی ذہن سازی، تشکیک زدگی، فکری خلفشار، اخلاقی بے راہ روی اور بے دینی کی راہیں نہایت آسانی سے ہموار کر رہے ہیں۔ نیز بدنظری کا وبال، نت نئے

۵۸۔ ''اور جو اللہ اور اسکے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنا لے، وہ بھروسہ رکھے، کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔'' (۵:۵۶ المائدہ)

۵۹۔ ''تو ہم نے اسی غار میں سالہا سال تک ان (اصحابِ کہف) کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے رکھا۔'' (۱۸:۱۱ الکھف)

برانڈز یا فیشن کی ہلچل اور دُشمن کے ساز و سامان سے مرعوبیت وغیرہ بھی آنکھوں سے ہی دل میں گہرا سوراخ کر لیتے ہیں۔ پھر موسیقی بھی کانوں کے راستے ہی رُوح کو چھلنی چھلنی کر دیتی ہے اور روحانیّت کو رُخصت کر دیتی ہے۔ اسلیئے موجودہ دورِ فتن ہو یا عنقریب رونما ہوتا دورِ دجّال، آنکھوں اور کانوں کے دروازوں پر سخت پہرے بٹھانے کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے ورنہ گھر بیٹھے متاعِ ایمان و عزّت اور مادّی دولت کے لٹنے کے واقعات میں روز افزوں تشویشناک اضافہ تو پہلے ہی خطرے کے الارم مسلسل بجائے چلا جا رہا ہے۔ مزید برآں نبی آخرالزّمانؐ نے فرمایا کہ **جب دجّال آگ اور پانی کی آزمائش میں مبتلا کرے گا تو تم آگ والے دریا کے پاس جا کر آنکھیں بند کر لینا اور سر جھکا کر پانی پی لینا، وہ ٹھنڈا پانی ہو گا** (صحیح مسلم)، اس حدیثِ مبارکہ میں بھی آنکھوں سے متعلقہ سخت پُرفریب آزمائش کا اشارہ ہے، جس میں وہی لوگ کامیاب ہونگے جو اللہ ربّ العزّت کے احکامات پر آنکھیں بند کر کے عمل پیرا ہونے پر استقامت رکھتے ہونگے۔

افسوس صد افسوس شاہیں نہ بنا تُو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارے

(علامہ محمد اقبالؒ)

۱۴۔ ڈیجیٹل قرآنی نسخوں کی تحریف کا زندہ خطرہ: شیطان ہر دور میں آسمانی صحیفوں کی تحریف و تنسیخ اور آسمانی فرستادوں کی تنقید و مُخالفت کی سرتوڑ کوششیں کرتا ہے۔ پہلی صدی عیسوی (یعنی عہدِ مسیحؑ کے نزدیک ترین دور میں ہی) رُومیوں کے ظلم و جبر سے بچنے کیلئے مواحد مسیحیوں نے بحرِ مُردار کے پاس آسمانی صحیفوں کو چھپا دیا تھا جو کہ 1947ء میں Dead Sea Scrolls کے نام سے دریافت ہوئے ہیں اور موجودہ تحریف شُدہ تورات کے تثلیثی موضوعات کے برعکس توحیدی عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ سقوطِ اُندلس و بغداد کے دوران اسلام اور قرآن کی ناقابلِ بیان بے حُرمتی تو قصّۂ پارینہ ہے،

ماضی قریب میں ۷۰ سالہ ظلمت و بہیمیت سے اَٹی کیمونسٹ حکمرانی کے دوران وسط ایشیائی ریاستوں میں قرآنی تعلیم پر پابندی لگادی گئی، جس گھر سے قرآنی نسخے ملتے، مکینوں کو ہلاک کردیا جاتا، انبیا کے جانشین علماء کا قتلِ عام کیا گیا، دینی مدرسّوں کو نائٹ کلبوں یا اصطبلوں میں بدل دیا گیا اور دینِ اسلام کا نام تک لینا دُشوار بنا دیا گیا تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں، عنقریب رونما ہوتے بنی نوع انسان کیلئے سب سے بڑے فتنے میں ایسے حالات کا دوبارہ اور کئی گنا بڑھ کر پیدا ہو جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔ مزید برآں قادیانیوں کے اُلٹ تفہیمی قرآنی ترجمے کے بعد 1999ء میں امریکہ میں ''الفرقان الحق'' (The True Furqan) کے تلبیسی نام سے عربی میں (بمعہ انگریزی ترجمہ) سخت گُمراہ کُن ولغو کتاب چھاپی گئی ہے، اسکی چھپائی و پیشکش اور پڑھنے کا انداز اس قدر تلبیسی و مسحور کُن ہے کہ سادہ مسلمان یا نومسلم انجانے میں اُسے قرآن ہی سمجھے۔ [اس کتاب میں مسیحی مضامین انتہائی چالاکی سے پیش کئے گئے ہیں اور انکی ترتیب کا انداز قرآن جیسا رکھا گیا ہے۔ اسے دائمی قرآنی چیلنج کہ کوئی قرآن کی مثل نہیں بنا سکتا [۶۰] کے جواب میں لایا گیا ہے۔ معاذاللہ]۔ مزید برآں قرآن عالیشان کے کتابی نسخوں کو شہید کرنے اور طباعت میں غلطیاں پیدا کئے جانے کا سخت اندیشہ ہے جبکہ آجکل آن لائن ڈیجیٹل قرآنی نسخوں کی تحریف تو اور آسان ہو چکی ہے۔ ان تمام حقیقی خطرات سے نمٹنے کیلئے نہ صرف قرآنی تعلق کو گہرا استوار کرنے کی فوری اہمیت بہت بڑھ چکی ہے اور اس آخری پیغامِ ربّانی کو سینوں میں محفوظ کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکی ہے، بلکہ مسلمانوں کو اصحابِ کہف و رقیم (کتاب والوں) [۶۱] کی سُنّت پر عمل پیرا ہو کر مستند قرآنی نسخوں کو کتابی شکل میں فوری محفوظ کر لینا چاہیے۔

۶۰۔ ''اور اگر اس (قرآن کے منجانب اللہ ہونے) کے متعلّق، جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا، تم شک و شبہ میں ہو تو اس کی جیسی ایک چھوٹی سورت تم (بھی) بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں، (ان سب کو بھی) بُلالو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کر سکو اور (یقین رکھو) تم ہرگز نہیں کر سکو گے تو پھر اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آگ اور پتھر ہیں (اور) جو کافروں کے واسطے تیّار کی گئی ہے'' (۲۴۔۲۳:۲ البقرہ)

۶۱۔ ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتاب والے ہماری نشانیوں میں سے بہت عجیب نشانی تھے؟'' (۱۸:۹ الکھف)

گر	تُو	می	خواہی	مسلماں	زیستن
نیست	ممکن	جُز	بقرآں		زیستن

[اگر تم مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہو تو یاد رکھو ایسی زندگی قرآن کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی]

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۱۵۔ عصرِ حاضر میں پانچ کہف کی نشاندہی: دورِ فتن کے غیر معمولی عصری تقاضوں اور منتشر و مضطرب کیفیات میں کہف بطور ''**گوشۂ ایمان و عافیت**'' کی اہمیت کئی گُنا بڑھ گئی ہے۔ کہفی زندگی کی فیوض و برکات اور کامل ایمانی حفاظت کیلئے مندرجہ ذیل مُقامات سے جُڑ کے رہنا اکسیری اثرات کا حامل ہے:۔

اوّل: حرمین شریفین۔

دوئم: مدارسِ دینیہ۔

سوئم: درسِ قرآن کے حلقے۔

چہارم: دعوت و تبلیغ کے مراکز و گشتی ترتیب۔

پنجم: اہلِ سلوک و احسان کے روحانی مراکز المعروف خانقاہیں۔

قصّۂ صاحبِ دوباغاں

قصّے کا اجمالی متن

اس قصّے میں عصرِ حاضر کی روزمرّہ زندگی میں ایمان اور مادیّت کے درمیان کشمکش کا زندہ نقشہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ایک شخص کو دنیاوی آسائش، راحت و خوشحالی کے تمام مادّی سامان و اسباب وافر مہیا تھے۔ جن میں بہترین انگوروں کے دو باغات، کھیتی باڑی کیلئے زرخیز زمین، چاروں طرف کھجوروں کے دلنواز درختوں کی باڑ اور درمیان میں
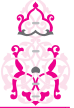
آبپاشی کیلئے بہتی نہر شامل تھے۔ ان سب سے اسے زبردست پیداوار و آمدن ملتی تھی۔ کاروباری بندوبست کیلئے اسے بکثرت اولاد و افرادی قوت کی مدد بھی حاصل تھی۔ اسطرح آرام و راحت اور دنیاوی جاہ وفضیلت کے تمام ذرائع کی بہاریں تھیں۔ مادّی اسباب کی فراوانی کے خُمار میں وہ اپنے مواحد دوست سے مکالمے میں ڈینگیں مارتا اور کہتا کہ اسکے باغ و بہار کبھی فنا ہونگے اور نہ ہی قیامت آئے گی، اگر کبھی اپنے ربّ کے روبرو جانا ہوا تو وہاں بھی اسکے لئے دنیا سے اعلیٰ رُتبہ مختص ہوگا۔ اس کے واحد دوست نے اسے نہ صرف اس غیر معمولی ''شرک'' سے منع کیا بلکہ توحیدِ خالص کا زبردست درس دیا۔ مگر چونکہ اس نے شرک سے توبہ نہیں کی، مکافاتِ عمل کا آفاقی کوڑا برسا، انجامِ کار اس کے سارے کھیت کھلیان اور پیداوار و اسبابِ دنیا برباد ہوگئے اور کوئی بھی اس کی مدد نہ کرسکا۔

عہدِ حاضر کا شرک......حُبِّ دُنیا

دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور مُردوں کو پکارنے (قبر پرستی) جیسے روایتی شرک سے ہٹ کر یہ قصّہ ایک حیران کن شرک سے تعارف کروار ہا ہے۔ ایسا مشرک کسی ٹھوس چیز کے سامنے سجدہ نہیں کرتا بلکہ ایک اللہ کو ماننے والا اور عبادات و معاملات کے بعض احکامات بجالانے والا ہوتا ہے۔ اس طرح عصرِ حاضر میں شرک پرستی کی عام المستعمل لعنت کا بیان ہے۔ یہ شرک کی وہ انتہائی مہلک قسم ہے کہ جس میں مشرک کو اپنے شرک کا احساس ہو پاتا ہے اور نہ ہی بدبختی سے اُسے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ الحمدللہ نبی آخرالزّماںؐ نے دورِ دجّال میں انسانیت کیلئے اسطرح کی شرکیہ آزمائشوں سے بھی مکمل خبردار کیا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ ان شرکیہ حملوں کی پہچان ایسے دشوار ہوگی ''**جیسے اندھیری رات میں، سیاہ پتھر پر، کالی چیونٹی**'' کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ حبِّ دنیا (جاہ و مال، اقتدار، زن و زمین) جب کسی کے دل میں سما جاتی ہے تو اُٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے یہ اس کو اپنا دیوانہ بنا چھوڑتی ہے۔ اس

زہرِ ہلاہل کا ڈسا تعلیمی سند، کیریئر، کاروبار، جائیداد، ترقی، اقتدار، اثر و رسوخ، نئے ماڈل کی کار، بڑھیا برانڈ کی خریداری، مہنگا موبائل، قیمتی گھر، بیرون ملک دورے، بینک بیلنس، دکھاوے کی تقریبات اور روڈ شوز وغیرہ کیلئے اپنا سُکھ چین، عزّت و وقار، مذہبی فرائض و واجبات، رشتے ناطے حتّٰی کہ والدین، بیوی اور بچوں تک کو قربان کر دینے پر راضی ہو جاتا ہے۔ ایسا کوتاہ نظر و ظاہر بین بندۂ دنیا، ظاہری اسباب پر پورا بھروسہ کر کے عارضی مقامات کو دائمی پڑاؤ سمجھ بیٹھتا ہے اور دنیاوی پیمانوں سے نہ ختم ہونے والی بڑی لمبی اُمیدیں باندھ لیتا ہے۔ اسطرح فانی اور چُورا چُورا ہو جانے والی مختصر زندگی کے دامِ فریب میں سراب کو حقیقت کا درجہ دیکر اپنی زندگی کو دھوکے کی منڈی میں نہایت ارزاں نیلام کر بیٹھتا ہے۔ [۶۲] اس کیلئے ''**طبعی، مادی یا عارضی اسباب وقوانین، ماہرینِ فن یا دنیاوی فضیلت کے نشانات**'' خدا کی جگہ پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی و موت، کامیابی و ناکامی، خوش نصیبی و بدبختی اور نفع و نقصان اُنہی سے جوڑ بیٹھتا ہے۔ اسطرح دنیا اپنے سودائی پر مہیب آسیبی سایہ گہرا گھنا کر دیتی ہے اور وہ اسکی محبت میں گرفتار و سرگرداں ہو کر اُسے رانجھا رانجھا کرتے خود رانجھا بن کے اس کے اندر ہی گُم ہو جاتا ہے۔ اسطرح یہ اُسے اللہ اور آخرت سے غافل کر دیتی ہے، یہاں تک کہ دنیا ہی اُسکا محبوب، مطلوب اور مقصود بن جاتی ہے گویا کہ یہی معبودِ حقیقی بن جاتی ہے۔

کافر کی پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۶۲۔ ''اور اُنہیں حیاتِ دُنیا کی حقیقت اِس مثال سے سمجھائیں کہ جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، اُس سے زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی، پھر وہی (نباتات) چُورا چُورا بن کر رہ گئی، جسے ہوائیں اُڑائے لئے پھرتی ہیں۔ اور اللہ تو ہر چیز پر قُدرت رکھتا ہے۔'' (۱۸:۴۵ الکہف)

ایک دجّالی بیماری، تین اثرات اور ایک ہی حتمی انجام

اوّل۔ دنیا کا غلام بندہ، ایمان بالغیب [۶۳] سے رشتہ توڑ کر نقد و فوری منافع اور وافر مادّی فوائد کی جستجو میں افراتفری و تاؤلا پن کا شکار ہوکر ''**آج اور ابھی**'' ہی سب کچھ حاصل کر لینے پر تُل جاتا ہے۔ گذشتہ سنگِ میل عبور کر کے ابھی ادھوری خوشی ہی حاصل کر پاتا ہے کہ اگلی مادّی منزل کی کشش یا چیلنج اسے اپنی طرف راغب کر لیتا ہے۔ اسطرح وہ ٹانگے میں جُتے زیرِ تربیت گھوڑے (بیخ) کی مانند اپنی بے نشان منزل کی طرف بگٹٹ بھاگتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایسی ذہنی کیفیت اُسے انسانی احساسات و جذبات سے عاری ایک میکانکی روبوٹ کی ہیت میں بدل کر رکھ دیتی ہے۔ جوں جوں حُبِّ دنیا ترقّی کرتی جاتی ہے، توں توں وہ مادّی چیزوں کی طرح انسانوں، رشتوں، اہم ترین عہدوں و کامیابیوں، قومی رازوں و ذمّہ داریوں، علمی مرتبوں، حتّٰی کہ خداداد صلاحیتوں اور دینی دستاروں و مذہبی مقامات کو قابلِ خرید و فروخت اور فوری منافع بخش اجناس سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ ایسا شخص اپنے مفادات کے دڈبے میں بند ہو کر اکثر تنہا رہ جاتا ہے اور اخلاقی و معاشرتی بیماریوں (ہوس، طمع، حسد، نفرت، خود غرضی، غصّہ، ظلم، استحصال، بددیانتی وغیرہ) کی زہریلی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ دنیا کی سرگرم دوڑ بھاگ و لعولہب کی ہوس اور مادّی فوائد کے رنگا رنگ انبار سمیٹنے میں ''**موت اور روزِ حساب کی فکر**'' کا اسکے پاس وقت بچتا ہے اور نہ ہی اس کیلئے وہ ایک واہمہ یا بھولی بسری داستان سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔ حتّٰی کہ اس کیلئے اللہ کا کلام، مؤذّن کا اعلان (نماز کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ) اور خیر خواہی کا کام شجرِ ممنوعہ بن جاتے ہیں۔ اگر کسی حادثے سے سوچ کا دھارا فکرِ آخرت کی طرف تھوڑی دیر کیلئے پلٹا بھی، تو وہاں بھی قصّہ صاحب دو باغاں کے مغرور اہلِ ثروت انسان کی طرح آخرت و احتساب کو

۶۳ ''الم۔ یہ قرآن عالیشان ہے۔ یہ شک و ابہام سے پاک (خُدائی کلام) ہے۔ یہ ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں کیلئے جو غیب پر (صدقِ دل سے) ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال، وقت اور وسائل) میں سے خرچ کرتے ہیں۔''
(۳-۱:۲البقرہ)

''**غیر سنجیدہ عمل**'' جان کر اپنی ہی حتمی جیت پر اعتبار ٹھہراتا اور سر جھٹک کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ ربّ العالمین ایسے بدنصیبوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے، ان کے نہ تو عذاب ہلکے ہوں گے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی''۔ (۸۶:۲البقرہ)

دوئم۔ ہر عاشقِ دنیا اپنی ذات، گھرانے اور قریبی ماحول کے آرائش، ترقّی و دوام میں مگن رہتا ہے۔ وہ اپنی ذاتی خوشیوں، نفسانی خواہشات، مادّی تعیّشات اور جسمانی زینت کیلئے ہر قیمت چُکانے پر تیار ہو جاتا ہے، مگر روحانی پاکیزگی و بالیدگی، تربیّتِ نفس اور تزکیّہ جیسی اہم ضروریاتِ روح کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ [۶۴] وہ اللہ سے غیر مرئی، غیبی و روحانی مگر مضبوط فطری تعلق توڑ کر مادّی اور چُھونے والی چیزوں سے تعلق جوڑ لیتا ہے۔ اسطرح حیوانی و روحانی عناصر سے تیار شدہ انسان محض حیوانی خوراک کھا کھا کر حیوانِ ناطق کی شکل اختیار کر جاتا ہے اور اُسکی روح جسمانی پنجرے کے اندر محبوس، فاقہ زدہ اور بے توقیر قیدی بن کر سرکش جسم کو چھوڑنے کے دن گننے لگتی ہے۔ حتّٰی کہ بندے کو ربّ سے بار بار جوڑنے والے بڑے واقعات و حادثات بھی اس کی (نیم) مُردہ روح کے دروازے پر دستک دیکر نامُراد لوٹ جاتے ہیں۔ ایسے میں وہ فرائض و واجبات، ارکانِ اسلام اور حدود اللہ سے کٹتا اور دُور ہٹتا چلا جاتا ہے، پھر وہ اسلام کی اخلاقی کے بعد قانونی حیثیت سے بھی قولاً، فعلاً اور حالاً مُنکر ہو کر زیادہ سے زیادہ اُسے رسمی شناخت کی حیثیت سے دُھول میں لپٹی ٹرافی یا غلاف میں بند قرآن کی مانند رکھ چھوڑتا ہے۔ بالآخر وہ نام یا وراثت سے تو مسلمان کہلایا جاتا رہتا ہے، مگر دینی مُحرّمات

۶۴ ''قسم ہے سورج کی اور اُسکی روشنی کی۔ اور چاند کی جو اسکے پیچھے نکلے۔ اور دن کی جو اُسے چمکا دے۔ اور رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔ اور آسمان کی اور اُس (عالی مرتبت) ذات کی جس نے اسے بنایا۔ اور زمین کی اور اُس (عالی مرتبت) ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا۔ اور نفسِ انسانی کی اور اُس (عالی مرتبت) ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کو بدکاری اور پرہیزگاری کی سمجھ دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیّہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے پیوندِ خاک (رائیگاں) کر دیا۔'' (۱۰-۱:۹۱الشّمس)

وُمنکرات ۶۵ تک کو اپنے لئے عین جائز وحلال کر گزرتا ہے۔اسطرح وہ **''عفت وحیا اور اللہ کے ڈر''** جیسے حجابات سے بے پرواہ ہو کر انسان نما عفریت بن جاتا ہے۔

''کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو خدا بنالیا ہے۔۔۔۔۔۔یہ تو جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں'' (۴۴۔۴۳:۲۵الفرقان)

سوئم۔محض دنیا کی زینت سے ہر ممکنہ حظ اٹھانے والے اور دجّالی ترغیبات کے سیلاب میں ڈوبے مادیّت پسندوں میں جہاں عوام النّاس کا جمِ غفیر خس و خاشاک کی طرح بہہ رہا ہوتا ہے، وہاں کئی نام نہاد مشائخ وعلماء اور مغربیت زدہ ٹوڈی دانشور بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے آ موجود ہوتے ہیں۔دنیاوی مفادات کیلئے ایمانی جسدِ واحد کے تنے پر کاری وار کرنے اور کسی نئے فرقے کی پیوندکاری سے شیطان کی نئی دکان سجانی ہو'زمانے اور عقل کی خام کسوٹی پر کس کے دینِ اسلام کی پَرچول کرنی ہو(تاکہ اِسکے ناقص ومحدود پیمانے سے خارج ہر دینی رُکن وعمل کو عصرِ حاضر میں غیر ضروری وغیر موزوں قرار دینے اور لامتناہی تراش خراش کے بعد جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بزعم خویش ''دینی خدمت''ہو) یا اُسے جڑ سے ہی اُکھاڑ پھینکنے کی سازشی کوششیں ہوں'ایسے ننگِ دین وملّت اپنی رذیل خدمات کے ساتھ پیش پیش رہتے ہیں۔یہ آج کے بدلتے منظر نامے کے تقاضوں'خیرہ کن مغربی جنگی ساز وسامان کے پُرعب قصیدوں'نام نہاد انسانی حقوق اور ترقّی وتمدّن کے مغربی معیارات کی چکاچوند میں اسلامی قوانین'نفاذِ شریعت اور دینی نظامِ حکومت(خلافت)کو عملاً فرسودہ وناقابل عمل قرار دیتے ہیں اور زبانِ حال سے''اسلام''کو ہی مسلمانوں کی تنزّلی کی وجہ اور ترقّی کی راہ میں حائل واحد رکاوٹ کہتے ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں' خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۶۵۔دینی مُحرّمات ومُنکرات مثلاً شرک، قبر پرستی، غیر اللہ کی نذر و نیاز، قتل، ظلم واستحصال، حرام خوری' سودخوری، رشوت، زناکاری و لواطت، دیوثیت و بے غیرتی (محرم رشتے داریوں میں نقب لگانا)، شراب نوشی، جادوٹونے، بددیانتی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، اسراف، جوا' ریاکاری' جھوٹی گواہی، غیبت وبہتان، جھوٹ وغیرہ۔

حُبِّ دنیا کی دجّالی بیماری کے مندرجہ بالا تینوں اثرات کا ایک ہی حتمی انجام ہے جو ربّ العالمین انتہائی جلالی انداز میں قرآن عالیشان میں ایسے تعلیم کرتا ہے۔

''فرما دیجئے کیا ہم تم کو بتادیں کہ کون لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے بالکل گھاٹے میں رہے۔یہ ہیں وہ لوگ جن کی ساری دوڑ بھاگ دنیا کی زندگی کیلئے تھی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔یہی تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں سے اور اس کے رُوبرو حاضر ہونے سے انکار کیا۔پس ان کے تمام اعمال اکارت گئے اور ہم قیامت کے دن اُن کے(اعمال کے)لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے''۔

(۱۰۵۔۱۰۳:۱۸الکہف)

عاشقِ دنیا اور شیطان کا چولی دامن کا ساتھ

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ'کشتی کی زندگی پانی سے ہے،مگر جب پانی کشتی کے اندر گُھس آئے تو ملّاح سرتوڑ کوشش کر کے پانی نکال باہر کرتے ہیں ورنہ کشتی ڈُوب جاتی ہے۔اسی طرح بندۂ مومن(رہبانیت کے برخلاف)اسی دنیا میں رہتا ضرور ہے مگر جب دنیا اُسکے دل میں گُھس آئے،تو پوری محنت وجتن سے اُسے فوری نکال باہر کرتا ہے'۔مگر عاشقِ دنیا کی نکیل ''شیطان مردُود'' کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو بغاوت وسرکشی میں لحہ بہ لحہ مزید ترقّی ودرجۂ کمال عطا کرتا جاتا ہے اور جب چاہے کسی بھی نئی سمت رُخ موڑ دیتا ہے۔اِس سفرِ بغاوت کے دوران پرانے نظریات، نئی اصطلاحات میں ڈھال کر اور جھوٹ کو سچ کے پُرکشش اُڑن کھٹولے پر سوار کر کے ایک ہی شیطانی مقصد کی آبیاری کی جاتی ہے یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ کی غلامی سے خارج کروا کے،انسان کی سخت استحصالی غلامی میں جھونکنا اور مدخل ومخرج (بطن اور فرج) کے زبردست فساد میں مبتلا کر دینا تاکہ وہ صراطِ مستقیم سے دور، شرک و

گمراہی کی اندھی گھاٹیوں میں ہمیشہ کیلئے اپنی دنیا اور آخرت تباہ کر بیٹھے۔ ٦٦ اللہ تعالیٰ قرآن عالیشان میں انسانوں کے ازلی دُشمن کے پُرکشش دامِ فریب سے بچانے کیلئے ''پہلے انسان'' کی کُھلی بے حُرمتی یاد دلا کر ''غیرتِ انسانی'' کو جھنجوڑتا ہے:۔

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کیلئے بہت ہی بُرا بدلہ ہے'' (١٨:٥٠ الکھف)

٥۔ لوگ آخرت کا آخر کیوں انکار کرتے ہیں؟ دنیا میں بدبخت لوگوں میں سرِفہرست وہ ہیں جو سب سے بڑی حقیقت یعنی وحدہٗ لاشریک ''**ربّ اللعالمین**'' سے ہی انکار کر بیٹھتے ہیں، مگر حیرت انگیز طور پر ایسے سرپھروں میں بھی کوئی موت کا منکر نہیں ہوتا۔ قصّۂ صاحبِ دو باغاں اس سربستہ راز سے دبیز پردے ہٹاتا ہے کہ روز لوگوں کو مرتے اور پھر کبھی نہ لوٹتے دیکھ کر بھی لوگ آخرت کے کیونکر منکر ہو جاتے ہیں؟ دراصل اپنے آپکو عقلِ کُل سمجھنے والی یہ بظاہر عبقری و کامیاب شخصیات مختلف حِیلوں، فلسفیانہ تاویلوں اور نظریاتی قلابازیوں سے اِس دنیا کی چُورا چُورا ہو جانے والی عارضی زندگی کو ہی دائمی حیات پر موقوف کر لیتے ہیں، ٦٧ وہ آبِ حیات کی بے نشان کھوج، طویل عمر کی پُرفریب دواؤں، متنوّع عاملانہ چمتکاریوں اور لمبی آرزوؤں میں زبردست دھوکے اور خرچے کے باوجود، ذرا بھر توقف نہیں کرتے۔ حتّٰی کہ بھاری مُشقّتوں کی بہ نسبت انتہائی قلیل محنت و اخلاص سے ''**مالکِ یومُ الدّین**'' کو راضی کرنے کو تیّار نہیں ہوتے۔ اللہ کی تقسیم پر کبھی راضی نہ ہونے والے اور لگاتار اندھی ٹامک ٹوئیاں مارنے والے یہ اسیرانِ دُنیا بالکل ہی ذہنی دیوالہ پن کے شکار نہیں

٦٦۔ شیطان کے پیروکار اپنے ہاتھوں آخرت تو تباہ کرتے ہی ہیں مگر اپنے تئیں یہ ''کامل سیانے'' دُنیا میں بھی گھاٹا ہی کھاتے ہیں۔ وہ ظلم و زیادتی، سُودخوری، حرام خوری، بدعُنوانی، جُوئے وغیرہ کے غیر متوقّع نتائج اور بے برکتیوں کی بدولت نفسیاتی بیماریوں کے چُنگل میں آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔ قانون برائے نام بھی ہو تو، انہیں ضمیر کی عدالت کے ہتھوڑے چین نہیں لینے دیتے۔ پھر مکافاتِ عمل کی تلوار تو ہر لمحہ سروں پر لٹکتی ہی رہتی ہے۔

٦٧۔ ''۔۔۔میں نہیں گمان کرتا کہ یہ باغ (دنیاوی اسباب) کبھی تباہ ہوگا اور نہ ہی کبھی قیامت قائم ہوگی۔ اور اگر (بالفرضِ محال) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو (وہاں) اِس سے بھی شاندار جگہ پاؤں گا۔'' (٣٥-٣٦ :١٨ الکھف)

ہوتے، بلکہ دنیاوی میدان کا انہوں نے ''**شعوری انتخاب**'' کیا ہوتا ہے، جہاں اِنکے کمالات کی طویل فہرست ہوتی ہے۔ ٦٨ شیطان سب کو بہکا دینے والے اپنے دعوے کو سچا کر دکھانے کیلئے ٦٩ انہیں لمحۂ آخر تک اس دُنیا کی عارضی شاخ پر دائمی آرزوؤں کا جُھولا جھُلاتا رہتا ہے، ٧٠ تاکہ اسکے تلبیسی دائرے کے اندر اندر زندگی اور خداداد صلاحیتیں ضائع کر کے **یومُ التّغابن** ٧١ کو اعمال کی خالی پوٹلی لئے حسرت و یاس کی دائمی تصویریں بن جائیں۔ ٧٢ وہ انہیں اپنے ایسے کریم مالکِ حقیقی سے ملاقات کی قدر و منزلت سے بھی دھوکے میں رکھتا ہے۔ ٧٣ کہ جس نے اپنے غضب پر رحمت کو حاوی کر رکھا ہے ٧٤ اور جو ''**ھل من مزید**'' ٧٥ کی پُھنکاریں مارتی جہنّم کے تباہ کن عذاب سے انسان کو بچا لینا چاہتا ہے کہ جس کی خوراک انسان اور پتھر ہیں۔ ٧٦ المختصر شیطان اسیرانِ دنیا کو اُنکے نامۂ اعمال (Dossiers) میں درج ان گنت گُناہ انہیں لمحۂ آخر تک

٦٨۔ ''کہ دیجیئے! ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں جو باعتبار اعمال سب سے بڑے گھاٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی دنیوی زندگی کی تمام کوششیں برباد ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔'' (١٠٣-١٠٤ :١٨ الکھف)

٦٩۔ ''اُس (شیطان) نے کہا: (اے اللہ) مجھے تیری عزّت کی قسم، میں ان سب (انسانوں) کو بہکا کر رہوں گا۔'' (٣٨:٨٢ ص)

٧٠۔ ''حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اُس سے پھر گئے، یقیناً شیطان نے (یہ کام) انکو مزیّن کر دکھایا اور انہیں لمبی اُمیدوں میں ڈال دیا۔'' (٤٧:٢٥ محمدؐ)

٧١۔ ''(حقیقی نفع نقصان کا پتا تو اُس دن چلے گا) جب اجتماع کے دن وہ سب کو جمع کریگا، وہی تو ہے ہار جیت کا (اصلی) دن۔۔۔'' (٦٤:٩ التغابن)

٧٢۔ ''اور سب کے سب تمہارے ربّ کے حضور صف بستہ لائے جائیں گے۔ یقیناً (روزِ قیامت) تم ہمارے پاس اسطرح آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، لیکن تم نے تو یہی سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے (احتساب کے) لئے ہرگز کوئی وقت مقرّر نہیں کیا۔ اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا، پس تم دیکھو گے کہ گنہگار اسکے اندراجات سے ڈر رہے ہونگے اور کہہ اُٹھیں گے، ہائے شامت یہ کیسا نامۂ اعمال ہے کہ جس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ ہی بڑا، جو اس میں نہیں آیا، اور جو کچھ انہوں نے کیا سب کو موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہیں کریگا۔۔۔۔ اور گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں اور اس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔'' (٤٨-٤٩، ٥٣ :١٨ الکھف)

٧٣۔ ''اے انسان! تجھے اپنے کریم ربّ سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟'' (٨٢:٦ الانفطار)

٧٤۔ ''۔۔۔آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر رکھا ہے۔۔۔'' (٦:١٢ الانعام)

٧٥۔ ''اُس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تُو بھر گئی ہے؟ وہ کہے گی (اے عظیم ربّ! ابھی کہاں) کیا کچھ اور نہیں ہے؟'' (٥٠:٣٠ ق)

٧٦۔ ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیّال کو اس آگ سے بچا لو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (٦٦:٦ التحریم)

مزیّن ومرصّع کرکے دکھائے جاتا ہے۔ ۷۷ کہ مبادہ اسکا کوئی شکار احساسِ جرم وندامتِ گناہ کی بوجھل ساعتوں میں سفلی پنجرہ توڑ کر ذہنی، جسمانی اور روحانی آزادی نہ حاصل کر لے اور درِتوبہ پر دستک ہی نہ دے بیٹھے جو چوپٹ کھلنے کیلئے پہلے ہی نیم وا ہوتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خُوگر ہیں — اُمّتی باعثِ رُسوائیٔ پیغمبرؐ ہیں

(علاّمہ محمّد اقبالؒ)

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق

۱۔ دینِ اسلام زندہ ہے اور زندوں کے سر پر ہی قائم ہے: مردانِ حق ہر دور میں دعوت و تبلیغ اور عمل وکردار کی محنت کو حکمت اور بلند استقلالی سے کرتے چلے آئے ہیں۔ عظیم ربّانی حکمت کے تحت، وہ ہر دُنیاوی میدانِ عمل میں دین بیزار مسلمانوں اور نظریۂ ضرورت کے راتب خوروں کے سامنے ''**زندہ مثال**'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر وہ میدانِ حشر میں ہر دور کے باغیوں کے سامنے ''**شہادت علی النّاس**'' کے عالمگیری منصب ۷۸ پر فائز بیمثال ''**اُتمامِ حُجّت**'' بھی ہونگے۔ ان زندہ دلوں کیلئے ''**افرادٗ اسباب ووسائل کی کم مائیگی اور پست ہمّتی**''، جیسی عِلّتیں کبھی راستے کی دیوار نہیں بنتی۔ وہ کامل ایمان وایقان کی بدولت، اللہ کی بے پایاں رحمت وفضل سے خوب سیراب ہوتے ہیں اور ہر دور کے چیلنجز کے جواب میں قرآن وسُنّت سے اکتشافات کرکے، انسانیت کے مسیحا بننے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی' اِرادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے پھرتے ہیں' اپنی آستینوں میں

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۲۔ احساسِ برتری ورعونیت بمقابلہ عاجزی وتوبہ: قصّۂ صاحبِ دوباغاں میں تکبّر ونخوّت

۷۷۔ ''۔۔۔اور شیطان نے انہیں انکی بداعمالیاں خُوشنما کر دکھائیں اور راہِ راست سے بھٹکا دیا حالانکہ وہ ہوش گوش والے تھے۔'' (۲۹:۳۸ العنکبوت)

۷۸۔ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں عادل اُمّت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر (حق کیلئے) گواہ ہوجاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تم پر گواہ ہوجائیں...... (۲:۱۴۳ البقرہ)

سورۃ الکہف

کا مارا ہوا انسان اس ذہنی خلجان کا شکار ہوگیا کہ تمام اسبابِ دنیا نہ صرف اسکا ہی غیر فانی حق ہیں بلکہ اس مالیخولیا میں بھی مبتلا ہوگیا کہ دنیاوی جاہ وشرف ہی ربّ اللعالمین کی حتمی رحمت و انعام کی ''**ضمانت وعلامت**'' ہے (**یعنی اُس سے یہ ہلاکت خیز چُوک ہوگئی کہ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک تمام فضیلت کا دائمی معیار ''تقوٰی''** ۷۹ **کی بجائے، دنیاوی جاہ و مرتبہ ہے**)۔ **نیز وہ یہ بھُلا بیٹھا کہ ''احساسِ برتری ورعونیت'' شیطانِ لعین کے ''ایٹمی ہتھیار''** ہیں اور بذریعہ تکبّر ہی تو اُس نے اپنی ذلّت وپستی کا تیز ترین سفر اختیار کیا۔ ۸۰ آج دجّالی قوّتیں اپنے برتر جنگی ساز وسامان اور تمدّنی چمک دمک سے تمام حدود وقیود کو روندتی چلی جارہی ہیں اور دجّالِ اکبر کی آمد آمد کے غُلغلے میں اس احساس سے اُبل رہی ہیں کہ اب کوئی طاقت انہیں ہرا نہیں سکتی اور ''**یگانہ دجّالی نظام (New World Order)**'' کو پوری دنیا میں نافذ کرنا، کچھ بعید نہیں رہا۔ البتّہ نگاہِ بینا دوسری سمت موڑیں تو **بڑائی اللہ کی چادر دکھائی دیتی ہے جس میں وہ دَراندازی کی اجازت نہیں دیتا** (صحیح مسلم، سنن ابنِ ماجہ)۔ پس قصّہ صاحبِ دوباغاں کی طرح، ربّ اللعالمین اپنے حضور احساسِ برتری وتکبّر والوں کو نامُراد کرتا ہے اور عاجزی وتوبہ کرنے والوں کو حتمی فلاح سے نوازتا ہے۔

غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اکسیر گر نکلے

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۳۔ اپنے دور کے شرک کو پہچاننے کی ضرورت ہے: **جب تک گناہ اور خطرے کا احساس نہ ہو، اس سے حفاظت ممکن نہیں ہوتی۔** ۸۱ اسطرح بےفکرے موروثی مسلمان، نہ صرف قدم بہ قدم مُشرکانہ طرزِ زندگی اختیار کرلیتے ہیں بلکہ اپنی نادانی سے اسلام دشمنوں کے ہاتھوں میں مہلک ہتھیار بن کر اِسی کے تنے پر دَھڑلّے سے کاری وار لگا بیٹھتے ہیں۔ چونکہ

۷۹۔ ''۔۔۔اور اللہ کے ہاں تم میں فضیلت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (۴۹:۱۳ الحجرات)

۸۰۔ ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، تو وہ سب سجدے میں گر پڑے، مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبّر کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا۔'' (۲:۳۴ البقرہ)

۸۱۔ دورِ دجّال میں بےفکرے مسلمان تو پہلے ہی جال میں بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں اور مقابلے سے باہر ٹھہرے، مگر میدانِ عمل میں بہترین تربیت یافتہ عسکری وعلمی طبقوں کیلئے بھی نت نئے روائتی وغیر روائتی خطرات کی پہچان اور ان سے سدِّ باب مشکل سے مشکل تر ہوجائیں گے۔ (۲:۱۳۸ البقرہ)

اللہ شرک کے سوا تمام گناہ بخش دیتا ہے، ۸۲ اس لئے اس بھاری ظلم ۸۳ اور جہنم رسید گی کے پکّے ٹکٹ کا توڑ ناگزیر بن جاتا ہے۔ مگر یہاں بڑا چیلنج یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے دائمی رنگ ۸۴ کے برخلاف شرک ہر دور میں اپنا ''**ظاہری**'' رنگ ڈھنگ بدلتا ہے اور اسکی پہچان کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس لئے دجّالی دور میں ایمان کی بنیادوں کو متزلزل کر دینے والے شرک (یعنی حُبِّ دنیا جس کا ذکر گزر چکا) کو پہچاننے اور اس کے خلاف ضروری بند باندھنے کی استعداد و صلاحیت پیدا کرنا وقت کی اشد ترین ضرورت ہے۔ دجّالی تہذیب کے **اندھیری رات میں، سیاہ پتھر پر، کالی چیونٹی** جیسے سنگین شرکیہ خطرات سے نمٹنے کیلئے ''**بصارت**'' کے ساتھ ساتھ ''**روحانی بصیرت**'' کو کندن بنانے کی اہمیت واضح تر ہوتی ہے تا کہ حق و باطل کی تیزی سے غائب ہوتی سرحدیں ممیز و ممتاز دکھائی دیں اور اعمالِ صالحہ بھلے جتنے بھی غیر مقبول و غیر مانوس ہوں، اللہ کے سچّے بندے انہیں کر گزرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(مولانا ظفر علی خانؒ)

۴۔ دجّالی دور میں زراعت، پانی اور منصوبہ بندی کی اہمیت اور ''اسلامی بستیوں'' کے قیام کی ضرورت

اوّل۔ قصّہ صاحبِ دو باغاں میں منظم زراعت، ۸۵ قابلِ بھروسہ نظامِ آبپاشی ۸۶ اور اپنے وسائل کے استعمال کی بہترین منصوبہ بندی کی طرف حکیمی اشارے پائے جاتے ہیں۔

دوئم۔ یہ قصّہ شہری علاقوں کے گنجلک مسائل اور بے شمار ذرائع ابلاغ و مواصلات کی بدولت آسان دجّالی دسترس جیسی قباحتوں کے پسِ منظر میں شہروں سے دور، کھیتی باڑی جیسے فطرت

۸۲۔ ''بے شک اللہ شرک (اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا یا اللہ کی صفات کسی بندے یا کسی اور چیز میں بالذّات تسلیم کرنا) کو معاف نہیں کرتا، اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا، وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔'' (۴:۱۱۶ النساء)

۸۳۔ ''اور جب لُقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔'' (۳۱:۱۳ لقمان)

۸۴۔ ''(آپ کہہ دیجئیے!) اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنیوالے ہیں۔''

۸۵۔ ''اور اُن سے دو شخصوں کی مثال بیان کیجئے، کہ اُن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور جنکے گرداگرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگا رکھی تھی اور اُنکے درمیان میں (سرسبز و شاداب) کھیتیاں تھیں۔'' (۱۸:۳۲ الکھف)

۸۶۔ ''دونوں باغ اپنا پھل خوب لائے اور اُن (کی پیداوار) میں کبھی کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر دی۔'' (۱۸:۳۳ الکھف)

کے قریب ترین پیشے کو پروان چڑھانے کیلئے ''**اسلامی بستیاں**'' آباد کرنے کی نہایت لطیف پیرائے میں تعلیم دیتا ہے۔ ایسے گوشۂ ایمان و عافیت میں خالص خوراک، جفاکش زندگی اور صحتمند آب و ہوا کے ساتھ ساتھ فوڈ سکیورٹی کا اہتمام بھی ممکن ہے۔ مزید برآں یہاں بیرونی مداخلت و ضرر رسانی سے نسبتاً پاک، خالص ایمانی زندگی کا احیاء ممکن ہے۔

سوئم۔ قصّہ میں مذکورہ رواں نہری پانی جسقدر پھلوں یا فصلوں کی زندگی کے دوام کیلئے ضروری ہے، اسی قدر منبعٔ ہدایت و راہنمائی سے مسلسل سیرابی ''**ایمانی زندگی**'' کیلئے بھی ضروری ہے۔ یعنی رُشد و ہدایت کا دوام، قرآن، صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبانِ علم و عرفان سے دائمی تعلّق و نسبت پر موقوف ہے۔

چہارم۔ یہاں بالخصوص تیزی سے گھٹتے پانی ۸۷ اور بالعموم دوسرے محدود قدرتی وسائل کی نگہبانی و منصفانہ استعمال کے اشارے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی پانی، وقت اور توانائی ۸۸ بچانے کی منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ دوسرے قدرتی وسائل، مادّی اسباب، اہم مواقع (مثلاً شادی، جہیز، تقاریب وغیرہ) اور طرزِ زندگی میں بھی اسراف سے بچنے، سادگی اختیار کرنے اور فطرت سے نزدیک ترین زندگی گزارنے کی طرف لطیف اشارے قابلِ توجّہ ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۵۔ انگور کے دو باغات اور کھجوروں کی باڑ میں عجیب خُدائی بھید:

جس طرح مضبوط کھجوروں کی باڑ ۸۹ قیمتی، گداز و حسّاس پھل (انگوروں) کے دو باغات کی **تند و تیز آندھی طوفان اور حیوانی مداخلت** سے حفاظت کرتی ہے، **عین اسی طرح ''حق''** (**جسے دجّالی قوّتیں مشتبہ،**

۸۷۔ ''یا اس (نہر) کا پانی (زمین میں) گہرا نیچے اُتر جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تم اسے نکال سکو۔'' (۱۸:۴۱ الکھف)

۸۸۔ توانائی کے عام المستعمل معانی یعنی ''بجلی'' سے آگے بڑھ کر جسمانی، روحانی اور فکری توانائیاں بچانے اور مُجتمع کرنے کا مفہوم بھی قابلِ غور ہے۔

۸۹۔ ''اور اُن سے دو شخصوں کی مثال بیان کیجئے، کہ اُن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور جنکے گرداگرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگا رکھی تھی اور اُنکے درمیان میں (سرسبز و شاداب) کھیتیاں تھیں۔'' (۱۸:۳۲ الکھف)

کمزور یا نیم مُردہ کر کے باطل کو قائم مقام بنانا چاہتی ہیں) اور ''ایمان'' (جسکی نشوونما' ترقّی اور خاتمہ بالایمان کے تمام مراحل میں شیطان بگاڑ داخل کر کے اور ''کثیر حلال'' میں ''قلیل حرام'' ملا کر سارا سرمایۂ حیات ہی حرام بنا کر لُوٹ لینے پر تُلا ہوا ہے) جیسی دو قیمتی و انتہائی حسّاس متاعِ حیات کی سرکش دجّالی ماحول اور شیطانی دستبرد سے حفاظت کیلئے مضبوط حفاظتی حصار کی ضرورت کا اشارہ ہے۔ یہ حفاظتی حصار متواتر اعمالِ صالحہ، کثیر ذکر واذکار، نظامِ عدل وصلوٰۃ اور نظامِ انفاق وصدقات (حُرمتِ ربا، زکوٰۃ، صدقات) پر کاربند، مستقل وضو میں رہنے والی قدّسی ہستیاں ہی قائم کرسکتی ہیں، جو ''حق وایمان'' جیسے انمول خزانوں کی حفاظت کیلئے رات میں مُصلّوں اور دن میں گھوڑوں کی سواری پر آمادہ ہوں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن	گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان
قہّاری وغفّاری وقدّوسی وجبروت	یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

٦۔ فکرِ آخرت تمام گناہوں اور حُبِّ دنیا کا کمر توڑ تریاق ہے: نبی آخرالزّماںؐ نے اقوامِ عالم کا مسلمانوں کو تاراج کرنے کیلئے دسترخوان پر پِل پڑنے اور کفّار کے دلوں سے مسلمانوں کا رُعب زائل ہونے کا ذکر فرمایا' ساتھ ہی ان مسلمانوں کی بیماری کی تشخیص فرمادی کہ اس وقت تمہارے دلوں میں دنیا سے محبت اور موت سے نفرت (یعنی وَھن) رچ بس جائیں گے (سنن ابوداؤد، مسند احمد)۔ اس بیماری سے نبردآزما ہونے کیلئے روزِ محشر میں اللہ کے جلال وعظمت اور جزاوسزا کا استحضار واحساس ضروری ہے۔ یہ عمل انسان میں ضروریات کے ماسوا، نفسانی خواہشات اور لذّاتِ دنیا سے زبردست بے رغبتی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح زیارتِ قبور اور مراقبہ وفکرِ موت **(Death Mentality)** جیسے نابغۂ روزگار اعمال' متوازن سرگرمی برائے اسباب اور احساسِ زیاں کی نمو کے ساتھ ساتھ بقایا گھٹتی عمر و وقت کی قدر' صلۂ رحمی وانفاق فی سبیل اللہ' مردانگی وحق پرستی اور نیکی میں سبقت لے جانے والے اعمال کی طرف برانگیختہ کرتے ہیں۔ مزید برآں ربّانی غیبی نظام کی حاکمیّتِ اعلیٰ پر غیر متزلزل اعتماد، روحانی بالیدگی وترقّی، باطنی فراست اور فکرِ آخرت کی

معرفت، صحبت اہل اللہ پر موقوف ہیں۔ ۹۰

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا	ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا!
جِیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا	تُجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

٧۔ مال واولاد میں آزمائش: نبی آخرالزّماںؐ نے فرمایا ''**میری اُمّت کی خصوصی آزمائش مال ہے**'' (صحیح مسلم)۔ عصرِ حاضر میں پُرکشش مصنوعات' لُبھانے والے لوازماتِ زندگی' رنگارنگ اقسامِ تعیّشات اور زبردست فکری خلفشار واخلاقی انحطاط کے درمیان ایمانی زندگی کی ترجیح رکھنے والوں کیلئے زبردست امتحان ہے۔ کبھی آسان وبہتر زندگی کی خواہش اور کبھی دوسروں سے رقابت کی دوڑ، کبھی اہلِ خانہ کی فرمائش وفہمائش اور کبھی بچوں کی بظاہر بہتر دنیاوی تعلیم وترقّی جیسے پیچیدہ عناصر، اکثر حرام حلال اور صحیح غلط کے درمیان تفریق مٹا دیتے ہیں۔ اسطرح انسان دُنیا سنوارتے سنوارتے، آخرت گنوا بیٹھتا ہے۔ چونکہ اسلام عدل واعتدال کا دین ہے اور رہبانیت کے برخلاف، فطرتی تقاضوں کو کماحقہٗ اہمیت دیتا ہے، اس لئے **مال واولاد میں ایمانی پیمانوں اور اسلامی ضوابط کو بروئے کار لانے والوں کو اس زبردست آزمائش میں دنیا وآخرت کی کامیابی کی خوشخبری ملتی ہے اور دوسرے ناکام ونامُراد رہ جاتے ہیں۔** ۹۱

اللہ سے کرے دور' تو تعلیم بھی فتنہ	املاک بھی' اولاد بھی' جاگیر بھی فتنہ
ناحق کیلئے اُٹھے' تو شمشیر بھی فتنہ	شمشیر کیا' نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

(گمنام)

۹۰۔ یہاں یہ نکتہ نہایت اہم ہے کہ باقاعدہ عملی مشق اور تربیّتِ خاصاں کے بغیر روحانی مدارج کی جُستجو ناحق وقت کا زیاں ہے۔ البتہ اہل اللہ یا حلقہ صاحبانِ احسان وسلوک کے معاملات وکیفیات، اہلِ دنیا کے حاشیۂ خیال سے باہر ہیں۔ اگلا قصّہ عمومی اشکالات کیلئے کامل تریاق ثابت ہوگا، ان شاءاللہ۔

۹۱۔ ''یہ مال اور اولاد محض دُنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہنے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور اُنہی سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔'' (۱۸:۴۶ الکھف)

۸۔کیا گردشِ دوراں آفاقی معیار بھی بدل دیتی ہے؟ جدید دور کے جدید تقاضوں، وقت سے قدم ملا کر چلنے کے پُرکشش نعروں اور ''**آج وابھی**'' سب کچھ پا لینے کی دُھن میں مذہب، اخلاقیات اور روایات کی حیثیت بے معنی ہو جاتی ہے۔حتّٰی کہ اکثریت کی نظر میں بے وقت کی راگنی، بلکہ قابلِ دست اندازی ٹھہرتی ہے۔لوگ من چاہی ترقّی واندھی جدیدیّت کے نشے اور رنگارنگ موج مستیوں میں ایسی رُکاوٹوں و پابندیوں سے استثناء چاہتے ہیں اور لفظی موشگافیوں، فلسفیانہ تاویلوں یا تلبیسی اصطلاحات سے ہتھیلی پر سرسوں جمانے اور غلط کو صحیح ثابت کرنے پر تُل جاتے ہیں۔**نظریۂ ارتقاء کے پُجاریوں کیلئے چونکہ یہ محض ایک اور ارتقائی پڑاؤ اور علامتِ ترقّی ہوتا ہے،سواُنکے لئے اس میں کچھ عجیب یا غیر معمولی نہیں ہوتا۔** البتہ ربّ اللعالمین کے علم و ارادے کو قدیم و غالب جاننے والوں کیلئے تمام پوشیدہ شیطانی چالیں اظہر من الشّمس ہوتی ہیں، وہ حق الیقین سے بھیڑ کے بہروپ میں بھیڑیے کو صاف پہچان بھی لیتے ہیں اور بظاہر معصومانہ انداز کے پیچھے شیطان کے اصلی اہداف کو بھی جان لیتے ہیں۔انہیں یقینِ محکم ہوتا ہے کہ **اللہ وحدہٗ لاشریک کے نہ آفاقی ضابطے وکلمات کبھی بدلے ہیں اور نہ ہی اسکے اچھائی، نیکی یا فضیلت کے معیار تبدیل ہوتے ہیں۔ان دُور اندیش جوانمردوں کو یہ بھی بخوبی علم ہوتا ہے کہ حتمی فلاح وکامرانی کے اُصول بدلتے ہیں اور نہ قاعدے قانون بدلتے ہیں۔ دنیا ترقی کے آخری پائیدان پر بھی پہنچ جائے، گردشِ دوراں کا حقیقی محور ومدار آفاقی معیار ہی رہیں گے۔** قصّۂ صاحبِ دو باغاں اسی حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا ہے کہ دنیاوی فضیلت وجاہ کے وقتی معیار ضرور بدل سکتے ہیں مگر آفاقی معیار بدلا نہیں کرتے اور ہر ایک کا انجام انہی دوگانہ معیارات کی نسبت سے اپنی اپنی نیّت، ترجیحات اور اعمال پر منحصر ہے۔

''اور آپ اپنے ربّ کی وحی کردہ کتاب کی تلاوت کریں اور اسکے کلمات (یعنی اللہ کے وعدے، وعید اور اسکے احکامات بمع حقائق ومعانی) کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ اس (ربّ) کے سوا ہرگز ہرگز کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے۔'' (۱۸:۲۷الکھف)

۹۔استحصالی نظام اور معاشی ناہمواری کا راست تعلّق: جب بھی استحصالی نظام نمو پکڑتا ہے، معاشی ناہمواری اس کی ہمرکاب ہوتی ہے۔ **امیر** (Haves) اور **غریب** (Have Nots) کے تناظر میں قصّۂ صاحبِ دو باغاں اسی استحصالی نظام کی انتہائی جاندار نقشہ کشی کرتا ہے جو عصرِ حاضر میں پورے طمطراق سے قائم ہو چکا ہے۔سودی بینکاری نظام، جعلی کاغذی کرنسی ۹۲ اور قرضوں کے جنجال نے عالمگیر انسانیت کو دیوالہ پن کی انتہا پر پہنچا دیا ہے اور انتہائی طلسماتی ارتکازِ دولت سے چند دجّالی گماشتے پوری دنیا کے انسانی وقدرتی وسائل پر بلاشرکتِ غیرے قابض ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ۹۳ انسانیت کو معاشی سُکرات الموت سے نکالنے کا واحد حل اسلام کے عادلانہ اقتصادی وفلاحی معاشی نظام میں مُضمر ہے جس میں دولت کی حقیقی قدر (درہم ودینار کے سکّوں کی بدولت) قائم ہوتی ہے اور سُود کی بجائے نظامِ انفاق وصدقات استوار کیا جاتا ہے (یاد رہے بعض خلیجی ممالک میں درہم ودینار کے ناموں سے کرنسی جاری ہوتی ہے مگر یہ بھی حقیقی قدر سے محروم جعلی کاغذی کرنسی کا ہی تسلسل ہے)۔نبی آخرالزّمانؐ پر نازل ہونے والی آخری اَحکامی وحی ہے کہ:

''جو لوگ سُود کھاتے ہیں، اُنکا حال اس شخص کا سا ہو جاتا ہے، جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو، یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں سَودا (تجارت) بھی تو آخر سُود ہی جیسی چیز ہے (یعنی حلال اور حرام یکساں ہیں)، حالانکہ اللہ نے سَودے کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام ---------------اللہ سُود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔--------- لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی سُودی کاروبار سے باز نہ آئے) تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور

۹۲۔ کیش یا نقد وصولیاں اپنے نام کے برخلاف، جعلی کاغذی کرنسی پر درج پُرفریب وعدۂ فردا یعنی ''حاملِ ھٰذا کو مطالبہ پر ادا کریگا'' پر مشتمل ہیں۔

۹۳۔ بین الاقوامی ادارہ برائے غربت (OXFAM-Oxford Committee for Famine Relief) کی سال ۲۰۱۶ء کی رپورٹ کے مطابق حیران کن رفتار سے 1% امیر ترین افراد کے پاس دنیا کی 99% آبادی سے زیادہ دولت جمع ہو چکی ہے۔ ۲۰۱۹ء میں دنیا کی آدھی آبادی (۸۔ ۳ارب) کی مجموعی دولت سے زیادہ کا ارتکاز دولت محض ۲۶ امیر ترین افراد کے ہاتھوں میں ہو چکا تھا جبکہ ۲۰۱۰ء میں اتنی ہی دولت 366 امیر ترین افراد کے پاس تھی۔مزید برآں ٹیکس چوری اور کالے دھن کے عالمی ہتھکنڈوں سے امیر ترین افراد نے کُل عالمی دولت (241 کھرب ڈالر) میں سے 7.6 کھرب ڈالر (یعنی 3% سے زائد) آف شور (یعنی غیر ملکی) کمپنیوں میں غیر قانونی طور پر چھپا رکھی ہے۔اسطرح دنیا کا عالمی معاشی نظام 99% غریبوں کو غریب تر اور محض 1% امیروں کو امیر تر کرنے کا قوی ترین ہتھیار بنا ہوا ہے۔

اسکے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔" (۲۷۹،۲۷۶_۲۷۵: ۲ البقرہ)

۱۰۔شیطان کا استحصالی نظام بمقابل اسلام کا عادلانہ نظام: قصہ صاحبِ دو باغات میں استحصالی نظام کے علمبردار کی شکل میں ایک ایسے انسان کا بے مثال تعارف ہے جو اپنے خود غرضانہ دائرے کے اندر عارضی زندگی کو ہی دائمی و حقیقی سمجھتے ہوئے، ہر لحہ اُسی کی بڑھوتری کیلئے تمامتر اسباب و وسائل جھونک بیٹھا، اُسے اپنے حلقۂ ستائش باہمی کے باہر صائب رائے بھی بے اصل و بے وقعت لگی۔ اپنے تئیں ایسا عقلِ کُل اپنے اور اپنے مال و متاع کے گرداگرد ایک ایسا خیالی قلعہ بنا لیتا ہے جسکی حیات لافانی اور صحت تمام ممکنہ سود وزیاں سے ماورا مان کر تمام خدائی ضابطوں، ارادوں و وعدوں کو ناتواں خیال کر لیتا ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی ایسے ہی لاتعداد کہفی کردار موجود ہیں جو ہر ممکنہ طریقے سے روز افزوں اپنی دولت، اثر و رسوخ اور اقتدار کو اندھا دُھند بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ "حقیقی اسلام" کی دُھندلی تصویر بھی مٹا دینے پر بضد یہ **استحصالی جونکیں**، مجبوروں کی دم گھٹتی فریادوں کو بھی جارحانہ اقدام گردان کے فوری ہتھیار اُٹھا لیتی ہیں۔ اپنے فائدے کیلئے غریب کے منہ سے آخری نوالہ چھیننا، عوام النّاس پر ناجائز ٹیکسوں کا کمر توڑ بوجھ لادنا، گرانی، ملاوٹ یا افراط و تفریق کا بازار گرم کرنا، اشرافیہ کے مفادات کی نگہبانی میں تمام اخلاقی و قانونی حدود پار کرنا، سُودی بینکاری و جنجالی قرضہ جات کے گھوڑے کو سرپٹ بھگانا اور ربّانی احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کرنا انکے لئے چنداں دشوار نہیں ہوتا۔

تاک میں بیٹھے ہیں مدّت سے یہودی سُود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ

(علّامہ محمد اقبالؒ) (روباہی۔عیاری، پلنگ۔شیر)

چند مخصوص ہاتھوں میں دولت، اثر و رسوخ اور اقتدار کے استحصالی ارتکاز کے بلمقابل اسلام کا عادلانہ نظام اخوّت و مساوات کا دائمی علمبردار ہے جہاں وراثت، زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے دولت خون کی طرح پورے معاشرتی جسم میں برق رفتار گردش کرتی ہے۔ یہ حاجت مندوں کی دستگیری کے ساتھ ساتھ ہر کسے میں دنیاوی مال و اسباب سے سخت بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ ہر عملی میدان میں سب کے لئے نہ صرف مساوی حقوق و مواقع مہیّا ہوتے ہیں بلکہ بلا امتیازِ رنگ و خون، کمتر استعداد و صلاحیت رکھنے والوں کیلئے خصوصی مواقع فراہم ہوتے ہیں، اسطرح رواداری، ہمدردی و ایثار اور خیر و اصلاح سے مزیّن اسلامی معاشرہ حقیقتاً فلاحی و بہبودی طرزِ عمل کا زندہ نمونہ بن جاتا ہے، جسکی اکنافِ عالم میں تیزی سے پھیلتے فیوض و برکات کو مضبوط شیطانی رُکاوٹیں بھی نہیں روک سکتیں۔ قرونِ اُولیٰ میں محض 35 سالوں میں اسلام کی نورانی کرنیں جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر مراکش سے تاشقند تک 44 لاکھ مربع میل میں پھیل چکی تھیں اور پِسی ہوئی انسانیت کو قیصر و کسریٰ جیسی دو بڑی عالمی طاقتوں کے سخت استبدادی نظاموں سے نجات دلا چکی تھیں۔ اسلام کے کثیر الجہتی نظام برائے فلاحِ انسانیت کے گوناں گوں اثرات اگلے تیرہ سو سالوں تک مختلف خطّوں میں کُل نسلِ انسانی کو فیضِ عام دیتے رہے۔ رابرٹ بریفالٹ اپنی مشہور کتاب "تعمیرِ انسانیت" (The Making of Humanity) شائع شدہ 1919ء میں اعتراف کرتا ہے:۔

"عربی تہذیب نے نئی دُنیا کو جو کچھ عطا کیا ہے اُس میں سب سے زیادہ اہم علم و سائنس ہی وہ واحد چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے یورپ کو حیاتِ نو ملی۔ بلکہ اسلامی تہذیب کے اور بہت سے موثرات ہیں جنکی اوّلین شُعاعیں یورپی زندگی پر پڑیں۔ درحقیقت یورپ کے ارتقاء کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جسے قطعی اور یقینی طور پر اسلامی ثقافت کے موثرات کی جانب منسوب نہ کیا جا سکے۔ یہ موثرات اس طاقت کے نشوونما میں بہت ہی واضح اور نمایاں نظر آتے ہیں جس طاقت نے جدید دُنیا کو امتیازی اور مستحکم قوّت عطا کی ہے اور جو اسکے عروج و ارتقاء کا اصل ماخذ ہیں، یعنی علوم طبعیّہ اور سائنسی تحقیق و جستجو۔"

زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

(احسان دانش)

قصۂ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ

قرآنی اسلوب اور لا حاصل تاریخی جستجو

قرآن عالیشان میں مختلف واقعات داستان سرائی کی بجائے اپنے خوش بخت قاریوں کو زندگی کی اصلاح اور اُخروی کامیابیوں کیلئے اسرار و حکمت اور عبرت و بصیرت کے بیش بہا عملی اسباق دیتے ہیں۔ مذکورہ قصّہ اگرچہ لامتناہی اسرار و رموز کا حامل ہے مگر دو دریاؤں کی جغرافیائی تحقیق، واقعے کی تاریخی جستجو اور حضرت خضرؑ کی ہستی کے متعلقہ مبالغہ آرائی یا بے سندی بحث نہ صرف بے محل ہوگی بلکہ عملی اسباق سے دور لے جائیگی، اس لئے حسبِ سابق، ضروری تفصیلات کی حدود میں رہتے ہوئے مافی الضمیر بیان کیا جائیگا۔

اجمالی قصّہ

حضرت موسیٰؑ ایک غیر معروف علم (علمِ لدُنی) [۹۴] کے حصول کیلئے حضرت خضرؑ کی معیّت میں تین سفر کرتے ہیں، جہاں حضرت خضرؑ موسوی شریعت اور عُرف و دستور کے متصادم چند امورِ تکوینیہ [۹۵] سرانجام دیتے ہیں۔ وہ ایک کشتی کا تختہ توڑ کر عیب دار بنا دیتے ہیں، صالح والدین کے ایک سرکش لڑکے کو قتل کر دیتے ہیں اور ایسے گاؤں میں بلا معاوضہ دیوار کی تعمیر و درستی کرتے ہیں جہاں اُنکی مہمان نوازی نہیں کی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ ان تمام واقعات و حالات سے سخت متعجّب و مضطرب ہوتے ہیں اور ہمسفری کی متفقہ شرائط کے برخلاف بار بار سوالات کر اُٹھتے ہیں۔ حضرت خضرؑ اپنے تُہمت آمیز و حوصلہ شکن اقدامات کی باطنی توضیح کر کے اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کے اسرار و رموز کی جھلک دکھاتے ہیں

۹۴۔ علمِ لدُنی سے مُراد ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اپنے چُنیدہ بندوں کو براہِ راست ودیعت کرتا ہے۔ یہ علم عام انسانی حواس و ادراک سے ماوراء اور نصاب، تحقیق و جستجو سے بالا ہوتا ہے۔ یہاں خودبخود پردے اُٹھتے ہیں، حقائق و معانی مُنکشف ہوتے ہیں اور معرفتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

۹۵۔ ہر لمحہ عالمِ رنگ و بُو میں لامتناہی افعال ہماری نگاہوں سے پوشدہ، براہِ راست ربّانی حکمت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہ تکوینی امورِ مقرّرہ ربّانی کارکُن (فرشتے یا انسان) سرانجام دیتے ہیں۔ عوام النّاس ان میں سے ہی کچھ کو اچھا یا بُرا گردانتے ہیں؛ مثلاً پیدائش، بیماری، موت، آزمائش وغیرہ

اور اُنکے پسِ پردہ گہری حکمت و حقیقت کو طشت از بام کر دیتے ہیں۔ انجام کار دونوں بزرگ ہستیاں اپنے اپنے دینی محاذوں کیلئے جدائی اختیار کرتی ہیں۔

کشتیٔ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

(علامہ محمد اقبالؒ)

مختصر سیاق و سباق

صحیح بخاری میں منقول واقعہ کے مطابق حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ (جن کا شمار اولو العزم انبیاء میں ہے) بنی اسرائیل کے ایک مجمع کے سامنے رُشد و ہدایت پر ایک بلیغ خطبہ دیتے ہیں۔ ایک سوال پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ تو آپ نے فرما دیا ''میں''۔ (علم کا انتساب اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی طرف کر لینے پر) بذریعہ وحیٔ خداوندی انہیں **مجمع البحرین** (دو دریاؤں کے سنگم) میں ایسے بندۂ خدا سے ملنے کا حکم دیا جاتا ہے جو علم میں اُن سے بڑھ کر تھے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے نواز کر علمِ لدُنی سے بہرہ مند فرمایا تھا۔

پُرتحیّر قصّے کا مرکزی نکتہ اور دورِ دجّال کیلئے اینٹی تریاق

فتنۂ دجّال میں متزلزل ایمان اور سخت گمراہ فکر و نظر کے تالے کی ''**شاہ کلید**'' قصّہ موسیٰؑ و خضرؑ میں موجود ہے۔ مُختصراً عصرِ حاضر کا طریقۂ اکتسابِ علم ''**محدود حسّی و عقلی ذرائع**'' پر اکتفاء کرتا ہے جو کہ ناقص، پُرفریب اور انتہائی مہلک ہے۔ یہ محدود علمی ذرائع، طبعی و سائنسی ترقّی کے اونچے پائیدانوں تک رسائی تو دلوا سکتے ہیں مگر انسان کو کبھی نجات و کامیابی کی حقیقی منزل تک نہیں پہنچا سکتے (دانشوروں میں خودکشیاں اسی رُجحان کی بازگشت ہیں)۔ دراصل بالغ نگاہی اور سکونِ قلب کا حصول ''**ذہنی انتشار**'' سے کوسوں دُور ''**کامل یکسوئی**'' کا مرہونِ منّت ہے۔ علم و آگہی، عقل و تخیّل اور فکر و تدبّر کا درست منصب یہی ہے

کہ حقیقی راہنمائی کیلئے ان کو تابعِ وحی رکھا جائے وگرنہ سب گھاٹے کا سودا ہے۔اس لئے اندھیرے سے روشنی ، جہالت سے آگاہی اور نا معلوم سے معلوم کے عظیم انسانی سفر میں حسّی علوم کے **ابتدائی سنگِ میل** سے آگے بڑھکر شرعی علم وتربیّت کے ہمرکاب روحانی علم اور وجدانی آگہی کی جُستجو میں جم جانا حتمی منزلِ مقصود کی ضمانت دیتا ہے۔عصرِ حاضر میں اس عظیم مشن کیلئے ''**صحبتِ خاصاں**'' اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
(علامہ محمد اقبالؒ)

قصّے کا یہودیوں اور دجّالِ اکبر سے گہرا تعلق

عظیم تر خدائی حکمت کے تحت فتنۂ دجّال کے تار وپود کو مکمل بکھیر دینے والی سورۂ مبارکہ کا یہ قصہ حیرت انگیز اشاریوں وتاریخی علامتوں سے بنی اسرائیل/ یہودیوں اور انکے اَنت فتنہ پرور بادشاہ ''**دجّالِ اکبر**'' تک پہنچاتا ہے،جس کا مختصراً بیان درج ذیل ہے:۔

۱۔سورۃ الکھف جن تین یہودی سوالات کے ضمن میں نازل ہوئی،ان میں کوئی بھی سوال اس قصّہ موسیٰؑ وخضرؑ کے بارے میں نہیں تھا۔مگر دل میں حد درجہ حیرت واستعجاب پیدا کرنیوالے تہہ بہ تہہ واقعات پر مبنی اس قصّے کا سورۃ الکھف میں واقع ہونا انتہائی معنی خیز ہے۔پھر اس میں بنی اسرائیل ہی کے نہایت جلیل القدر نبی حضرت موسیٰؑ کو نہ صرف کلیدی کردار عطا ہونا بلکہ تمام خضری معاملات میں اُنکا ''**نادرست اجتہاد**''عظیم تر حکمتِ خداوندی کا مظہر ہے۔یہ قصّہ انکشاف کرتا ہے کہ خضری علوم کی حقیقت تک موسوی نگاہ کی رسائی نہ تھی۔ ۹۶ یہ امر وارثانِ علومِ خضریہ (مسلمانوں) کیلئے بیحد سبق آموز اور نصیحت انگیز ہے۔

۹۶۔''(حضرت خضرؑ نے) کہا:(حضرت موسیٰؑ) آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔اور جس بات کی آپ کو خبر ہی نہیں ہے،اُس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہو۔'' (۶۸۔۶۷:۱۸الکھف)

۲۔حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ظالم فرعون کے جبر واستبداد سے نجات دلائی اور ان کو مصر سے نکال کر ارضِ مقدس (یروشلم) پر اقتدار کے راستے پر گامزن کر دیا۔یہاں تک کہ دو مرتبہ ارضِ مقدّس میں عروج و زوال اور ڈیڑھ ہزار سال سے زائد جلاوطنی کے بعد 1948ء میں پُراسرار سازشوں کے نتیجے میں ارضِ فلسطین میں برطانیہ وامریکہ کے ہاتھوں نسل پرست ریاست ''**اسرائیل**'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔پھر عرب علاقوں میں خنجر کی شکل میں پیوست اسرائیل کی ''**غیر مستقل سرحدیں**'' پھیلتی ہی چلی گئیں اور فلسطینیوں کی بستیاں مسمار اور ان کی زندگیاں دُشوار ہوتی چلی گئیں۔1967ء میں یروشلم پر قبضہ کرکے آج اسرائیل اسے اپنا باقاعدہ دارالحکومت بنانے اور مسجدِ اقصیٰ کو مسمار کر کے وہاں تیسرا ہیکلِ سلیمانی تعمیر کرنے پر تُلا ہوا ہے۔یہودیوں کے نزدیک،عنقریب نمودار ہوتے دجّالِ اکبر کے خروج تک مزید پھیلتے اسرائیل (Greater Israel) کی سرحدیں دریائے نیل (مصر) سے لیکر دریائے فرات (عراق) تک پھیل چکی ہوں گی اور انکا انتہائی طاقتور بادشاہ ''**یروشلم کے سنگھاسن**'' سے دنیا کے اوپر ''**آگ اور پانی**'' برسا کر مکمل کنٹرول حاصل کر لیگا۔اسطرح یہودی مستقبل قریب میں تحریف شُدہ تورات میں مذکورہ غیر حقیقی ''**ارضِ موعود**'' ۹۷ کی حقیقی تصویر،دجّالِ اکبر کے ہاتھوں پوری دنیا پر اپنی بیمثال گرفت کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔مگر جب تصویر کے دوسرے رُخ پر قرآنی زاویۂ نظر سے قصہ موسیٰؑ و خضرؑ پر گہرا تدبّر کریں تو اللہ تعالیٰ کی عظیم تر حکمت کا یہ پَرتو ملتا ہے کہ ساری سازشوں،ظلم و تباہی کی خونین داستانوں،عصرِ حاضر کی جدید ترین ٹیکنالوجی اور خیرہ کن میڈیا رنگ بازی کے باوجود یہودیوں کی تمام کوششیں بالآخر نادرست ثابت ہوں گی اور مسلمانوں کیلئے بشارتِ عظیمہ ہے کہ علمِ لدُنی کے حاملین (یعنی مسلمانوں) کا گروہ ہی کامیاب وکامران

۹۷۔''ہم اولادِ ابراہیمؑ کو ارضِ مقدس عطا کرتے ہیں (جسکی وسعت) مصر کے عظیم دریا (نیل) سے فرات تک ہوگی۔'' (۱۵:۱۸ پیدائش۔تورات)

ہوگا (واللہ اعلم بالصّواب)۔

۳۔شیطانِ لعین ''ربّانی نظام'' کے سانچے میں سے رحمانی خصائص کو درجہ بہ درجہ منہا کرتے کرتے مکمل تاراج کر دیتا ہے اور اسکی جگہ ایک نیا ''**ہمہ گیر تلبیسی نظام**'' وضع کرتا ہے، جسے شیطانیت کا خوشنما لبادہ پہنا کر وہ اپنی بے نطفہ اولاد اور رذیل چیلوں کیلئے لازمی باعثِ تقلید و اتّباع بنا دیتا ہے۔حسبِ روایت اس نے قصّہ موسیٰؑ و خضرؑ میں تعلیم ہونے والے روحانی علم (**علمِ لدُنی**۔ جو اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنے چُنیدہ بندوں کو ودیعت کرتا ہے) کی ضد میں یہودیوں کیلئے روحانی علم ''کبالا'' (جس کا براہِ راست سرچشمہ شیطان اور اس کی ذریّات ہیں) ایجاد کیا ہے۔ ۹۸ یہودی روحانی کبالا ماہرین (Spiritualists) اور جادوگر اِس علم کو روز افزوں ترقّی دیکر مخصوص جادوئی اثرات فضاؤں میں عام کر کے تابع اثر انسانی ذہن سازی کر رہے ہیں اور اسلام کی روحانی و اخلاقی اساس پر تابڑتوڑ حملے کر کے اسکی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔مزید برآں جملہ سفلی گروہ عہدِ حاضر میں اخلاقی بے راہ روی کے مختلف طریقوں، ہم جنس پرستی کے طغیانوں اور سوشل پلیٹ فارموں کے ذریعے گھناؤنی ذہن سازی کر کے انسانیت کے مشترکہ اخلاقی ورثہ (یعنی شرم و حیا، باقاعدہ شادی و اولاد کے فطری طریقہ کار اور صحیح غلط کے قرنوں سے رائج معیارات) کو بھی ملیامیٹ کرنے پر مکمل کمربستہ ہو چکا ہے۔وہ مسلمانوں کی بے خبریؑ تن آسانی اور تحقیق و جستجو سے بیزاری کی بدولت آسانی سے حرام کو حلال کا قائم مقام بنانے یا کثیر حلال میں **قلیل حرام** کی ملاوٹ سے سارے کا سارا حرام کر دینے میں مسلسل کامیاب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔زیادہ دور جانے کی بجائے محض ایک دو نسلیں ماضی کے دریچے میں جھانکنے اور محض سرسری تقابلی جائزہ لینے

۹۸۔ کبالا (Cabala) ایک پُراسرار جادوئی علم ہے جسکو آغاز میں بنی اسرائیل نے قدیم بابل میں شیطانوں سے اور دو فرشتوں ''ہاروت وماروت'' سے سیکھا۔ پھر قرنوں کی شیطانی رہنمائی اور نت نئی ٹیکنالوجی کی بدولت دورِ حاضر میں یہ سفلی علم اب درجۂ کمال کو پُہنچ چُکا ہے۔
''۔۔یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (اس علم کے پیچھے لگ گئے) جو شہر بابل میں اُن دو فرشتوں پر اُترتا تھا جن کا نام ہاروت ماروت تھا۔اور وہ دونوں فرشتے کسی کو (جادو) نہ سکھاتے تھے جب تک (یہ نہ) کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں۔۔۔۔'' (۲:۱۰۲البقرہ)

سے ہی چاروں طبق روشن ہو جاتے ہیں کہ ہماری آج کی ترجیحات' تقریبات' طرزِ زندگی' کپڑے' کھانے پینے اور رہن سہن کی روایات' صلبی رشتوں' بزرگوں و عورتوں کی قدر و احترام' روحانی و اخلاقی قدریں' نعمتوں پر شکر اور مصیبتوں پر صبر و دعا' رویّوں میں اعتدال' معاشرتی تنظیم اور علمِ نافع کیلئے تگ و دو میں کس قدر تیز رفتار تغیّر و انحطاط آیا ہے۔''**اسباب وعلل**'' (Cause and Effect) پر استوار عالمِ اسباب میں یہ کوئی تاریخی حادثہ نہیں ہے بلکہ واقفانِ حال بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ ایک مربوط شیطانی منصوبہ بندی اور مستقل سفلی دراندازی کا ہی نتیجہ ہیں۔ایسی تشویشناک صورتحال میں نبی آخر الزّمانؐ کا یہ فرمان عالیشان گراوٹ سے بچنے اور قبلہ نُما درست کرنے کا زبردست داعیہ دیتا ہے؛ ''**ہر اُمّت کی ایک پہچان ہوتی ہے اور اسلام کی پہچان حیا ہے۔**'' (ابنِ ماجہ)

۴۔اللہ تعالیٰ نے قصّہ موسیٰؑ و خضرؑ میں حضرت موسیٰؑ کی نسبت سے ''**یہودیوں**'' کو اپنی علمی برتری' دنیاوی ساز و سامان کے انبار اور باطلی ضد پر مان و بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیّتِ اعلیٰ اور غالب کارسازی پر ایمان لا کر حتمی فلاح حاصل کرنے کی تعلیم فرمائی ہے (واللہ اعلم)۔مگر یہودی مضبوط شیطانی گرفت' ذاتی ہٹ دھرمی اور نسلی تعصّب و تفاخر کی وجہ سے اسلام کو حق سمجھتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتے بلکہ شیطانی عزائم کو آگے بڑھانے کیلئے دنیا میں ''**واحد گروہِ حق و اعتدال**'' (یعنی مسلمانوں) کو سرنگوں کرنے کیلئے تمام حدود پھلانگنے پر تیار ہیں۔ نبی آخر الزّمانؐ کی مدینہ طیّبہ میں 10 سالہ وعظ و تعلیم اور اس حقیقت کے باوجود کہ یہودی آپؐ کو ایسے پہچانتے تھے کہ جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، ۹۹ انکی لازوال سرکشی و بغاوت کی اُونچی اڑان نے 10 سے بھی کم یہودی علماء کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ یہودی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو شہید کرنے اور آپؐ کے جسد اطہر کو چُرانے کی مذموم حرکتوں کے علاوہ آج تک اسلام کو ہر ممکنہ ذک پہنچا کر اپنی کامیابی و

۹۹ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اِن (ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو ایسے پہچانتے ہیں جسطرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔'' (۶:۲۰الانعام)

عروج کی راہ ہموار کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ کئی انبیاء کو شہید کرنے والی یہ قوم جسکا تذکرہ ستائیس قرآنی پاروں میں پھیلا ہوا ہے، شیطان کی مسلسل شہ دینے پر اور اپنی ٹیکنالوجی وترقّی کے زُعم میں تمام خُدائی ضابطوں اور اخلاقی حدود سے تجاوز کرتی چلی جا رہی ہے۔ چنانچہ کئی دانشور بھی اسرائیل کی زندگی 2022ء سے آگے نہیں سمجھتے۔ [۱۰۰] اگر چہ یہودیوں کو اللہ کی اس سُنّت کا بخوبی علم ہے کہ آخری فتح حق کی ہوتی ہے۔ [۱۰۱] اور باطل نے مٹ کر رہنا ہے، [۱۰۲] مگر پھر بھی وہ زُعمِ تفاخر کی ٹکٹکی میں جکڑے اندھے شیطانی پجاری بن کر یقینی خودکشی پر تیّار ہو چکے ہیں اور اسلام کے قلعہ میں سَن لگا کر نبی آخر الزّمانؐ کی آفاقی تعلیمات کو تہ و بالا کر دینے والے حربات وتزویرات میں جُتے ہوئے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل حدیثِ نبویؐ سے سبق لیتے ہوئے عنقریب برپا ہونے والے معرکے میں پہلے سے طے شُدہ ''حتمی شکست'' سے بچنے کیلئے اسرائیل نے نہ صرف اپنی قومی حکمت عملی کو ''اقدامی حملہ [۱۰۳] (Pre-emption)'' کے اصول پر سختی سے استوار کر رکھا ہے، بلکہ ملک بھر میں اپنے قومی درخت ''غرقد (Boxthorn)'' کی جنگی بنیادوں پر شجرکاری شروع کر رکھی ہے:۔

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے لڑیں گے اور انہیں ہلاک کریں گے۔ حتّٰی کہ یہودی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا اور وہ درخت یا پتھر

۱۰۰۔ مُتعصّب امریکی دانشور ہنری کیسنجر، فلسطینی محقّق بسام نہاد جرّار اور ''End Times Book'' 2022ء میں اسرائیل کا خاتمہ دیکھتے ہیں۔

۱۰۱۔ ''۔۔۔یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے، آگاہ رہو بیشک اللہ کا لشکر ہی مُراد (حتمی کامیابی) پانے والا ہے۔'' (۵۸:۲۲ المجادلہ)

۱۰۲۔ ''اور اعلان کردیں کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل تو نابود ہونے والا ہے۔'' (۱۷:۸۱ بنی اسرائیل)

۱۰۳۔ اسرائیل نے اپنی جنگی حکمتِ عملی اقدامی حملوں پر استوار کر رکھی ہے، جس کے تحت نہ صرف اپنی جغرافیائی سرحدوں کو مہنگے ترین آئرن ڈوم اینٹی میزائیل سسٹم سے محفوظ کر رکھا ہے بلکہ مختلف ممالک کے اندر بھی زوردار خفیہ برّی یا فضائی آپریشنز کر کے اپنی خودساختہ سیکیورٹی کی حفاظت یقینی بناتا ہے۔ اسی سلسلے میں ''آپریشن بابل'' کر کے 7 جون 1981ء کو بغداد (عراق) میں ''عسیراک نیوکلیر پلانٹ'' اور ''آپریشن آرچرڈ'' کر کے 6 ستمبر 2007ء کو شام کے ''الکبار نیوکلیر پلانٹ'' کو تباہ کر دیا۔ 80ء کی دہائی میں کہوٹہ پلانٹ (پاکستان) پر ممکنہ اسرائیلی حملہ آخری مراحل میں ملتوی ہوا۔

پکار اُٹھے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے، آؤ اور اسے قتل کرو، سوائے غرقد کے جو یہودیوں کا درخت ہے''۔ (صحیح مسلم)

۵۔ قصّہ موسیٰؑ وخضرؑ کے پہلے ہی سفر میں حضرت خضرؑ ایک ظالم بادشاہ کی دستبرد سے بچانے کیلئے کشتی کو عیب دار بنا دیتے ہیں۔ [۱۰۴] اس سورۂ مبارکہ کو اوّل تا آخر بغور پڑھیں تو دو ہی بادشاہوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک خدائی نظام کے تابع صالح بادشاہ (حضرت ذوالقرنینؑ) اور دوسرا ظلم واستحصال پر تُلا ہوا یہ ظالم بادشاہ۔ [۱۰۵] چونکہ شیطان خدائی احکامات پر اُستوار دینی عمارت گرا کر ہوبہو ویسی بلکہ شیطانی چکاچوند کے ذریعہ کورچشموں کیلئے اس سے بھی لُبھانے والی عمارت اپنی بے نطفہ اولاد کے ہاتھوں تعمیر کرواتا ہے' اس لحاظ سے اگر ایک بے حد مقتدر بادشاہ اسلامی ریاست کا وارث نظر آتا ہے تو دوسرا بادشاہ شیطانی ریاست کا علمبردار۔ دجّالی فتنے کی تمام کڑیوں کو اظہر من الشّمس کرنے والی اس منفرد سورۂ مبارکہ میں یہاں محض چند پردوں کے پیچھے اپنی پوری رعونت' جبر وقہر اور زور آوری کے ساتھ شیطان کے ایک ''بڑے ہرکارے'' کی واضح جھلک اور معنوی صورت دیکھنا چنداں دشوار نہیں رہتا۔ یہاں یہ ربّانی ترتیب بھی بے حد معنی خیز ہے کہ جیسے حضرت موسیٰؑ کے ساتھی حضرت خضرؑ بڑے شیطانی ہرکارے کی ظالمانہ دستبرد سے کشتی والوں کو بچاتے ہیں، جیسے حضرت طالوتؑ کی موجودگی میں حضرت داؤدؑ بڑے شیطانی ہرکارے جالوت سے لشکرِ اسلام کو نجات دلاتے ہیں، [۱۰۶] بعینیہٖ ایسے ہی حضرت مہدیؑ کی ہمرکابی میں حضرت عیسیٰؑ یہود ونصاریٰ کے زبردست دباؤ میں آئے مسلمانوں کو آخری یلغار کے دوران دجّال کا

۱۰۴۔ ''۔۔۔۔جب وہ کشتی میں سوار ہو گئے تو اس شخص (حضرت خضرؑ) نے کشتی کے تختے کو توڑ دیا (شگاف ڈال دیا)۔۔۔'' (۱۸:۷۱ الکھف)

۱۰۵۔ ''۔۔۔میں نے چاہا کہ اِسکو عیب دار کردوں کیونکہ آگے ہر (سالم) کشتی کو غصب کرنیوالے (ظالم) بادشاہ کا علاقہ تھا۔'' (۱۸:۷۹ الکھف)

۱۰۶۔ ''تو (طالوت کی فوج نے) اللہ کے حکم سے اُن (کافروں) کو شکست دے دی اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر ڈالا۔۔۔'' (۲:۲۵۱ البقرہ)

سورة الکھف

خاتمہ کرکے نجات دلائیں گے۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
(علامہ محمد اقبالؒ)

ابتدائی موسوی سفر اور مرکز/مقصد سے دوری پر احساسِ کلفت

حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھی (حضرت یوشعؑ بن نون جو حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے نبی مبعوث ہوئے) کے ساتھ سفر کا آغاز کرتے ہیں اور مقرّرہ جگہ سے غیر دانستہ آگے نکل جاتے ہیں۔ البتّہ جونہی مقررہ جگہ سے دور جاتے ہیں سفر کے بوجھل ہونے کا احساس جاگ جاتا ہے۔ ۱۰۷ پھر جب ناشتے کیلئے رُکتے ہیں، تو غلطی کے احساس پر فوری اپنے قدموں کے نشانوں پر واپسی کرتے ہیں۔ ۱۰۸ یہاں مندرجہ ذیل زرّیں اصول واضح ہوتے ہیں:۔

۱۔ ہر سفر کیلئے بالعموم اور سفرِ زیست کیلئے بالخصوص، منزلِ مقصود اور سنگ ِ میلوں کا ''واضح تعین'' ضروری ہے۔ چونکہ دو منزلوں کے سنگ ِ میل جُدا ہوتے ہیں سو مسافروں کو انکی پہچان میں دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ راستے میں منزل کے حوالے (تناسب) سے اپنے سفر / مسافت کو جانچتے رہنے کا باقاعدہ نظام وطریقۂ احتساب وضع کریں۔ یعنی مستند قُطب نُما کے بغیر سفرِ زیست لاحاصل ہوگا۔

اِن اندھیروں میں بھی منزل پہ پُہنچ سکتے ہیں ہم
جُگنوؤں کو مگر راستہ تو یاد ہونا چاہیے

۱۰۷۔ ''پھر جب دونوں آگے بڑھے تو (موسیٰؑ نے) اپنے جوان (شاگرد) سے کہا (ذرا) ہمارا ناشتہ (تو) لانا، (آج) اس سفر میں ہم کو (خلافِ معمول) بُری طرح تکان ہوگئی ہے۔'' (۱۸:۶۲ الکھف)

۱۰۸۔ ''(موسیٰؑ نے) کہا اُسی (مقام) کی تو ہمیں تلاش تھی۔ وہیں سے وہ اپنے قدموں کے نشان دیکھتے دیکھتے واپس لوٹے۔'' (۱۸:۶۴ الکھف)

سورة الکھف

۳۔ غلطی یا شک کی صورت، فوراً آخری معلوم یا درست سنگِ میل کی طرف لوٹ جائیں۔

۴۔ مراجعتِ حق کا سنہرا اصول ہے، ''جتنے قدم صراطِ مستقیم یا مرکز سے دور لئے ہوں اُتنے ہی واپس لیں۔

۵۔ مرکز/مقصد سے دوری پر احساسِ کلفت یا احساسِ زیاں نہیں ہے، تو معاملات کی سخت پرچول اور ذاتی محاسبہ کریں۔ ورنہ منزل کا نشان اور تمام متاعِ گراں مایہ کھو جائیں گے اور احساس تک نہیں ہوگا۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے، رہ و رسمِ شاہبازی
(علامہ محمد اقبالؒ)

۶۔ اپنے سفر کا آغاز ہمیشہ صبح سویرے کریں، جتنا قیمتی سفر ہو موسوی سُنّت اور احکاماتِ نبویؐ کی روشنی میں اتنا ہی جلدی آغاز کریں۔ نیز روحانی سفر کیلئے تہجّد اور جسمانی صحت کیلئے صبح کی سیر کے بیش بہا فوائد سے واقفانِ حال بخوبی آشنا ہیں۔

عطار ہوُ رومی ہوُ رازی ہوُ غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
(علامہ محمد اقبالؒ)

علم لدُنی (اسرارِ کونیہ) کا حصول کیونکر؟

جب تک ''آج اور ابھی'' کی تلبیسی قید سے مادیّت اور نفس پرستی کے تمام بند توڑ کر آزاد نہیں ہونگے، دجّالی نظام کی دُھند میں لپٹی کڑیاں آشکار انہیں ہوسکتی۔ پس فتنۂ دجّال کے سخت ذہنی خلجان واضطراب میں مبتلا کر دینے والے خیرہ کُن شُعبدوں اور جادو اثر بصریٔ سمعی وفکری مغالطوں کی اصل حقیقت ''فساد زدہ علم'' کے ماہرین کے بس سے باہر ہے کیونکہ وہ اُسی مسخ شدہ دجّالی تعلیمی نظام کے پروردہ ہیں (اس میں حُبِّ دنیا میں مگن

دانشور، صحافی، سائنسدان اور علماءِ سُو وغیرہ شامل ہیں)۔ البتہ اصل حقیقت سے آگاہ، حالات وواقعات کی تمام کڑیوں، زاویوں و پہلوؤں سے بدرجہ اتّم ادراک والے ''**ظاہری وباطنی دوگانہ نگاہ**'' کے حاملین اہلِ حق واحسان ہوں گے۔ وہ ہزار پردوں کے پیچھے چھپی سچّائی کو پہچان لیں گے اور وَجدانی علم (اکثر بذریعہ سچے رویاء ومکاشفات) سے درست راستے کا تعیّن کریں گے۔ البتّہ یہ اہلِ حق واحسان صرف انہیں ہی میسّر آتے ہیں جو موسوی جستجو کی طرح انتھک جذبے سے [۱۰۹] صراطِ مستقیم ونجاتِ اُخروی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں اور منزلِ مقصود سے پہلے (جو موسوی سفر کی طرح حقیقتاً ''نزدیک'' ہی ہوتی ہے) ہار نہیں مانتے۔ ان کی روحانی مسافت مہد سے لحد تک مسلسل جاری رہتی ہے اور وہ آخری سانس تک تمام نتائج سے بے پرواہ، نتیجہ خیز سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خون ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

علم لدُنی (خضری علم) کے ماہر کی خصوصیات

قرآنی الفاظ میں حضرت خضرؑ چٹان والی جگہ پر موجود تھے، [۱۱۰] یہ وہی جگہ تھی جہاں نہ صرف ''مجمع البحرین'' یعنی دو دریاؤں کا سنگم ہوتا تھا بلکہ وہیں پر مُردہ مچھلی توشہ دان یا ٹوکری میں سے زندہ ہوکر عجیب انداز سے پانی میں چھلانگ مار کر غائب ہوگئی۔ [۱۱۱] اس عجیب وغریب

۱۰۹۔ ''اور جب موسیٰؑ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہونگا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں، خواہ مجھے سالہا سال ہی چلنا پڑے۔'' (۱۸:۶۰ الکھف)

۱۱۰۔ ''(اُس شاگرد نے) کہا (موسیٰؑ) آپ نے دیکھا کہ جب ہم اُس چٹان کے پاس (ذرا ستانے کیلئے) ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو (بالکل) بھول گیا اور یہ مجھکو شیطان نے ہی بھلا دیا کہ میں (آپ سے) اسکا ذکر کروں۔۔۔۔۔۔۔تو (وہاں چٹان کے پاس) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک (مقبول) بندے کو پایا جسکو ہم نے رحمتِ خاص عطا کی تھی اور اپنے پاس سے ایک علم (لدُنی) بھی تعلیم کیا تھا۔'' (۶۵، ۶۳:۱۸ الکھف)

۱۱۱۔ ''پس جب وہ اُن (دریاؤں) کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے، پھر اس (مچھلی) نے سُرنگ بناتے ہوئے دریا میں اپنی راہ لی۔۔۔(اُس شاگرد نے) کہا (موسیٰؑ) آپ نے دیکھا کہ جب ہم اُس چٹان کے پاس (ذرا ستانے کیلئے) ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو (بالکل) بھول گیا اور یہ مجھکو شیطان نے ہی بھلا دیا کہ میں (آپ سے) اسکا ذکر کروں اور اُس (مچھلی) نے تو عجیب طریقے سے دریا میں اپنا راستہ بنالیا۔'' (۶۳، ۶۱:۱۸ الکھف)

استعاری صورتحال کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کریں، تو مندرجہ ذیل انکشافات ہوتے ہیں:

۱۔ دو دریاؤں کا سنگم جغرافیائی مقام نہیں تھا (اگر ہوتا تو دو بزرگ مسافر ہستیاں سرسری نگاہ میں ہی پہچان لیتیں) بلکہ مجمع البحرین ''**دریائے شریعت و دریائے معرفت کے سنگم**'' کا اشارہ واستعارہ ہے جہاں خضری عالم موجود ہوتے ہیں۔ **علم لدُنی کے ودیعت یافتہ بزرگ میں اتّباعِ سُنّت اور ہر عمل میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے زبردست تصوّر پر استقامت ہونا لازمی امر ہے**، ورنہ ہوا میں اُڑنے والا، قلبی یا قبری اسرار ور موز طشت از بام کرگزرنے والا اور خیرہ کُن شعبدے بازیوں کا حامل بھی پرلے درجے کا فریبی اور دنیادار مداری ہوگا۔ یاد رہے کہ بزرگانِ دین سے ظاہر ہونے والے خارقِ عادت امور جنکو کرامت کہتے ہیں، یہ کَسبی ہوتے ہیں اور نہ ہی انکے اپنے اختیار ومرضی سے صادر ہوتے ہیں بلکہ ربّ العالمین کے مکمل اختیار وقدرت اور حکم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت خضرؑ نے بزبانِ قرآن عالیشان فرمادیا ''**میں نے کچھ بھی اپنے اختیار سے نہیں کیا**''۔

(۱۸:۸۲ الکھف)

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خُدائے بخشندہ

(شیخ سعدی شیرازی)

(یہ سعادت زورِ بازو سے کوئی حاصل نہیں کرسکتا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ عطا فرمائے)۔

۲۔ حضرت خضرؑ کا ''چٹان'' کے پاس موجود ہونا ظاہر کرتا ہے کہ **اہلِ حق واحسان بزرگ نہ صرف اللہ کے قرآن، نبیؐ کے فرمان اور صحابہؓ کے نشان (یعنی عقائدِ اسلامیہ وایمانِ کامل) میں چٹان کی طرح پختہ تر ہوگا بلکہ حالات وواقعات کی سنگینی میں بھی مفاد پرست موافقت یا نظریۂ ضرورت کی نمو کیلئے اپنا قبلہ نما بدلنے والا نہ ہوگا**۔ وہ ہر لمحہ اپنے ''زاویۂ نظر کو مشیّتِ الٰہی'' پر اور ''نقطۂ نظر کو رضائے الٰہی'' پر جمائے رکھتا ہے۔ خضری عالم ہمہ دم مسبّب الاسباب کے خوف سے لرزاں اور مخلوق کے خوف سے ماورا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر

کار بند، دنیا کی بجائے آخرت کی رغبت رکھنے والا، خیر خواہی کے جذبات سے لبریز، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جُڑنے پر داعیہ دینے والا، بلند عمل و کردار کا حامل اور عالم باعمل سلسلے کی سنہری کڑی ہوگا (یہ فیضان جدی پشتی ضروری نہیں بلکہ ظرف وعطاء اللہ کا معاملہ ہے)۔

خاکی و نوری نہادؑ بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اسکا دلِ بے نیاز

(علامہ محمد اقبالؒ)

۳۔ حضرت خضرؑ (بمعنی ہرا بھرا/سدابہار) کے بارے میں ایک دلچسپ قصّہ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ وہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں تشریف فرما ہوئے تو (حیرت انگیز طور) وہ وادی ہری بھری ہوگئی۔ اس قصّہ میں ''**مردہ**'' مچھلی بھی نہ صرف حیرت انگیز طور پر زندہ ہوئی بلکہ مقامِ خضرؑ پر اُچھل کر (جو کہ واضح علامتِ زندگی ہے)، ''**عجیب انداز**'' سے دریا کے پانی میں راستہ بنا کر اُتر جاتی ہے۔ بالکل اسی طرز پر صاحبِ اسرار وروحانی معالج کی صحبت میں پہنچتے ہی لوگوں کے روحانی ''**مردہ**'' دل اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نورِ بصیرت کی ضیا پاشیوں سے زندہ ہوکر ایمان کی حلاوت اور ذکرِ الٰہی وعبادات میں استغراق وکمال پاتے ہیں۔ مچھلی کی طرح دریائے روحانیت میں مردہ دلوں کا زندہ ہوکر اُتر جانا معروفاً ناقابل فہم بھی ہے اور عملی ناتجربہ کاروں کیلئے نہایت عجیب بھی۔ یہاں ایک اور نکتہ قابلِ غور ہے کہ جیسے مردہ مچھلی زندگی پا کر پانی کے اندر سفر جاری رکھتی ہے اور واپسی کو دُھتکار دیتی ہے، بعینیہ اسی طرح جس کو بھی ایمان کی حلاوت اور عبادات میں حضوری وکمال نصیب ہوجاتا ہے وہ سدا اسی سُرمدی راستے کا مسافر رہتا ہے اور چُورا چُورا ہوجانے والی دنیا کے متاعِ قلیل کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۴۔ وقت کے نبی اور شریعت کے تاجدار کا حکمِ ربّانی سے دنیائے روحانیت کی معراج پر موجود ایک عارف (یہاں حضرت خضرؑ کی شخصیت بطور پیغمبر / فرشتہ یا آبِ حیات سے سیراب شدہ انسان کی بحث قرآنی اسلوب سے تال میل نہیں رکھتی) کے سامنے زانوئے تلمیذ ٹیکنا [۱۱۲] اشارہ دیتا ہے کہ خضری علم وکمالات میں وہ وسعت اور گہرائی و گیرائی پائی جاتی تھی جو موسوی تعلیم اور (چونکہ قرآن کے مرکزی مخاطبین تو مسلمان ہیں اسلئے) **دراصل قرآنی رمز میں یہ علم اُمّتِ محمدیہ ﷺ** کیلئے وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ مختصراً ایمانیات و تقویٰ میں گندھے ہوئے یہ مردانِ اسرار وقت کے ماہر نبّاض ہوتے ہیں اور ہر شعبہ ھائے زندگی کیلئے ہر دور میں رُشد و ہدایت کے اکسیری رہنما اصول متعیّن کرنا اُنکے فرائضِ منصبی میں شامل ہوتا ہے۔ ربّانی ترتیب کے مطابق، یہ ہر عہد کی زمانی کروٹ کو بخوبی پہچانتے ہیں اور عصری اصطلاحات وعلوم کے مطابق تعلیم وتبلیغ پر قادر ہوتے ہیں۔

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا، دیکھ لیتی ہے

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۵۔ نبی آخر الزّمان ﷺ سے روایت مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی نہ صرف اس موضوع کی تکمیل کرتی ہے بلکہ اسلام کے سانچے میں ڈھلے اور اسلامی مزاج و کردار میں گُندھے ہوئے بے لوث قدسیوں کے حیرت انگیز مقامات ومراتب کی حتمی تصویر کشی کرتی ہے:۔

''اللہ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی (دوست) سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادات (فرائض وواجبات) سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، اور کوئی عبادت مجھے اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض کی ادائیگی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد)، اور میرا

۱۱۲۔ ''موسیٰؑ نے اُن (یعنی خضرؑ) سے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ جو علم (اللہ کی طرف سے) آپکو عطا ہوا ہے آپ اُس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں۔'' (۱۸:۶۶ الکھف)

بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفلی عبادتوں سے جب میرا قُرب حاصل کر لیتا ہے، تو میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے، ۱۱۳ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو بھی کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردّد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ جسمانی تکلیف کے پسند نہیں کرتا اور مجھے اس کو تکلیف دینا بُرا لگتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کارآفریں، کار کشا، کارساز

(علامہ محمد اقبالؒ)

نفس اور شیطانی بہکاوے کے درمیان بنیادی فرق

حضرت موسیٰؑ کے ابتدائی سفر کے ساتھی (حضرت یوشعؑ بن نون) کا یہ کہنا کہ مچھلی کے بارے میں انہیں شیطان نے غافل کیا تھا، ۱۱۴ نفس اور شیطان جیسے دو اندرونی بہکاوے کے ایجنٹوں میں بنیادی فرق واضح کرتا ہے۔ حضرت یوشعؑ بن نون، حضرت موسیٰؑ کے زیرِ سایہ تزکیۂ نفس و روحانی بالیدگی کی منازل بخوبی طے کر چکے تھے اور نتیجتاً اب انہیں نفس بہکانے سے قاصر تھا۔ اسی لئے انہوں نے شیطانی عمل سے بھول کا ذکر کیا۔ نفس مستقل ایک ہی بُرے کام پر بار بار اُکساتا ہے اور دھیان ہٹائیں بھی تو پلٹا کر اُدھر ہی لوٹاتا ہے۔

۱۱۳۔ ''پس (اے مسلمانو! غزوۂ بدر میں) تم نے ان (کافروں) کو نہیں قتل کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے خاتم النبیّینؐ) جس وقت آپ نے (مُٹھی بھر خاک دُشمن کی طرف) پھینکی تھی، آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، تا کہ (اللہ) ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان فرمادے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا اور خوب علم والا ہے۔'' (۸:۱۷الانفال)

۱۱۴۔ ''(اُس نوجوان شاگرد نے) کہا (موسیٰؑ) آپ نے دیکھا کہ جب ہم اُس چٹان کے پاس (ذرا ستانے کیلئے) ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو (بالکل) بھول گیا اور یہ مجھکو شیطان نے ہی بھلا دیا کہ میں (آپ سے) اسکا ذکر کروں اور اُس (مچھلی) نے تو عجیب طریقے سے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا۔'' (۱۸:۶۳الکھف)

سورۃ الکہف

قصۂ حضرت موسیٰ و خضر

البتہ شیطانی بہکاوا بڑے گناہ سے چھوٹے گناہ یا ایک سے دوسرے گھٹیا عمل کی طرف سفر کرتا ہے۔ شیطان کیلئے یہی امر باعثِ اطمینان ہوجاتا ہے کہ انسان الوہی راستے (صراطِ مستقیم) سے ہٹ کر، اللہ کی غلامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو چھوڑ کر شیطان کی غلامی کا پٹہ پہننے پر رضامند ہو گیا ہے، اب شیطانی راستے پر بھلے چھوٹے قدم لے شاخ سے کٹے پتّے کی طرح اب اُس ناہنجار کو کسی بھی تباہی کی گھاٹی میں گرانا، اس بڈھے گُرو گھنٹال کیلئے چنداں دشوار نہیں رہ جاتا۔

''یقیناً جو لوگ (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں جب انکو کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے، تو وہ (اللہ کی) یاد میں لگ جاتے ہیں پھر اُسی وقت اُن کو سوجھ بوجھ آجاتی ہے (یعنی نگاہِ بینا کُھل جاتی ہے)۔'' (۷:۲۰۱الاعراف)

اِن شاء اللہ بھولنے اور کہنے کے باوجود بھولنے کا بھید

انتہائی عجیب اسرار سے لبالب اس سورۂ مبارکہ میں دو مرتبہ نازل شُدہ ''اِن شاء اللہ'' کے اندر بھی گہرا بھید اور دُوررَس حقائق کا پیمانہ چھلک رہا ہے۔ جب یثرب کے یہودی علماء سے تین سوالات برائے ''پرچولِ نبوّت'' لا کر کُفارِ مکّہ نے نبی آخر الزّمانؐ سے جوابات کا تقاضا کیا تو آپؐ نے اللہ ہی کے بھروسے پر، مگر اِن شاء اللہ کہے بغیر، فرمادیا کہ کل بتاؤں گا۔ البتہ اللہ ربّ العزّت کی عظیم تر حکمت کے عین مطابق حضرت جبرائیلؑ 15 دنوں کے وقفے سے جوابات لیکر حاضر ہوئے۔ ۱۱۵ اس عرصے میں کُفّارِ مکّہ کو ٹھٹّھا کرنے کا خوب موقع مل گیا اور آپؐ کی خیر النّاس پر مائل ''رءوف رّحیم'' ۱۱۶ طبیعت بھی متردّد ہوئی۔ مگر اس واقعہ کے برعکس جب قصّہ موسیٰؑ و خضرؑ میں حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ آپؑ

۱۱۵۔ ''اور آپ کسی کام کے متعلّق یہ نہ کہیے کہ اسے میں کل کردوں گا مگر یہ کہ اگر اللہ نے چاہا (یعنی ان شاء اللہ کہہ کر) اور جب آپ یہ کہنا بھول جائیں تو یاد آنے پر اپنے ربّ کا ذکر کر لیں اور یہ بھی فرمادیں کہ اُمید ہے میرا ربّ مجھے بھلائی کی اس سے قریب تر راہ بتا دے گا۔'' (۲۳۔۲۴ :۱۸الکھف)

۱۱۶۔ ''(لوگو) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے ہیں جن (کے قلبِ اطہر) پر تمہاری تکلیف نہایت گراں گُذرتی ہے اور وہ تمہاری بھلائی کے بیحد خواہش مند ہیں، مومنوں پر رؤف (نہایت شفقت کرنیوالے اور) رحیم (نہایت مہربان) ہیں۔'' (۹:۱۲۸التوبہ)

میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے [کیونکہ (عظیم تر ربّانی حکمت کے تحت) حضرت موسیٰؑ اپنے (شرعی) علم سے ماورا (اسرارِ تکوینیہ) کی (غیبی اور حوصلہ شکن) باتوں سے باخبر نہیں تھے]، جواباً حضرت موسیٰؑ نے یقینِ کامل سے فرمایا **''اِن شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔۔۔''** **(۶۹۔۶۷:۱۸ الکھف)** ۔البتّہ یہاں بھی نتیجہ مختلف ہوتا ہے۔ان بظاہر متضاد و عجیب معاملات پر گہرے تدبّر سے مندرجہ ذیل شرحِ صدر ہوتا ہے:۔

۱۔ نبی آخر الزّمانؐ کا نسیان بھی حکمتِ خُداوندی تھی جس کے تحت اللہ تعالیٰ اپنے محبوبؐ کی اُمّت کو **''ان شاء اللہ''** جیسی **''عظیم نعمت اور زبردست غیبی ہتھیار''** عطا کرنے جا رہا تھا۔وہ پسند کرتا ہے کہ مومنین ہر کام میں اللہ کو اپنا معاون مان کر نُصرتِ الٰہیّہ پر مکمل تکیہ کر لیں۔اسطرح نبوی نسیان بھی دراصل امُّت کے حق میں باعثِ رحمت اور عطائے ربّانی کا عظیم جلوہ ہے۔نیز اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو شریعتِ محمدیہ میں یہ اصول داخل نہ ہوتا اور اُمّت اس نعمتِ غیر مترقّبہ سے بھی محروم رہ جاتی، جو مشیتِ الٰہیّہ کے قطعی منافی تھا۔

۲۔ قصّہ موسیٰؑ وخضرؑ میں **''اِن شاء اللہ''** کی معنویت ایک اور جہان کھول دیتی ہے جو دراصل اسی حقیقت کا پَرتو ہے کہ عظیم تر مشیتِ الٰہیّہ اپنے محبوبؐ کی اُمّت کو محروم و رُسوا نہیں بلکہ غیر منتشر، غیر متزلزل اور کامیاب دیکھنا چاہتی ہے۔یہاں مندرجہ ذیل نکات انتہائی قابلِ غور اور دُور رَس ہیں:۔

اوّل۔ ہر دم ربّ العزّت کی رضا جوئی میں مستغرق و منہمک اور اللہ تعالیٰ سے شرفِ ہمکلامی جیسی عظیم ترین نعمت سے مُتّصف، موسوی شریعت کے تاجدار کا پکّے وعدے کے باوجود متفقّہ شرائطِ سفر نہ نبھا سکنا، متاخرین کیلئے حیرت انگیز امور کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔مثلاً جہاں ایک طرف یہ انکشاف ہے کہ شرعی معاملات سے ماورا غیبی و تکوینی امور نہ صرف برحق ہیں بلکہ عالمِ کائنات میں پوری آب و تاب سے استوار ہیں۔تو دوسری سمت یہ انکشاف ہے کہ روحانیت کی دُنیا، شریعت کے ہمرُکاب ہوتے ہوئے بھی ممتاز حیثیت رکھتی ہے، جہاں کامل راہنمائی کے بغیر داخلہ قطعی منع ہے۔جب تک رحمتِ خُداوندی سے یہ

دونوں امور مجتمع نہ ہونگے معاملات کی اصل گِرہ کبھی نہیں کُھلے گی اور تمام وعدے یا یقین دہانیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔چونکہ قرآن عالیشان کے مرکزی مُخاطبین مسلمان ہیں تو انہی کیلئے یہاں یہ سبق بھی قلب میں جاگُزین ہوتا ہے کہ غبار و بگاڑ میں اَٹے عصرِ حاضر کی حقیقت دریافت کرنے کیلئے دریائے شریعت و روحانیت کا سنگم نہ صرف ناگُزیر ہے بلکہ اسکی معرفت میں ہی دورِ فتن کے زنگ آلود تالے کی شاہ کُلید ہے۔

دوئم۔ فتنۂ دجّال سے متعلّقہ یہ سورۂ مبارکہ اس مقام پر یہ دلخراش پیغام بھی دیتی ہے کہ شیطانی دراندازیوں سے رفتہ رفتہ دین کا حقیقی رنگ اُڑتا جائے گا، مسلمانوں کے اندر دینی امور کی تفہیم و عملی استغراق میں کوتاہیاں بڑھتی جائیں گی، طرزِ زندگی سے دین کو دیس نکالا دے دیا جائے گا، حتّٰی کہ دینی معاملات سے اخلاص و حمیّت رخصت ہو جائینگے۔اسلامی معاشرے میں عبادات و دینی اصطلاحات (جیسے ان شاء اللہ، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ) بالکل ندارد ہو جائینگی یا محض رسمی حالت میں باقی رہ جائینگی۔تیز رفتار تغیّر و تبدّل کا رنگ ایسا گاڑھا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے لئے دینی حدود کو توڑنا حتّٰی کہ معذرت خواہی، توہین، استہزا سے بڑھتے بڑھتے، دین کے تنے پر کاری ضرب تک لگانا تک بھی سہل ہو جائے گا (ع جو تھا ناخُوب، وہی بتدریج خُوب ہوا)۔ہر عہد پر نگران قرآن عالیشان، تاکیدی انداز میں اِس مقام پر **''اللہ کے لشکروں''** کو رسمِ اذاں سے روحِ بلالی کی طرف لوٹنے کا اشارہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی عصرِ حاضر میں مسلمانوں کیلئے نشاۃِ ثانیہ بذریعہ **''اخلاصِ کاملہ و اعمالِ صالحہ بنامِ قادر مطلق''** پانے کا نُسخۂ کیمیا بھی عطا کر رہا ہے۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہوائے دہقاں ذرا! دانہ تُو، کھیتی بھی تُو، باراں بھی تُو، حاصل بھی تُو
آہ، کس کی جُستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے راہ تُو، رہرو بھی تُو، رہبر بھی تُو، منزل بھی تُو
کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا؟ ناخُدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو
بے خبر! تُو جوہرِ آئینۂ ایّام ہے تُو زمانے میں خُدا کا آخری پیغام ہے

(علاّمہ محمّد اقبالؒ)

مادیّت وعقلیّت پسندوں کیلئے سَکرات الموت

۱۔ یہ قصّہ اُس مادّی فلسفے کو سختی سے جھنجوڑتا اور چنوتی دیتا ہے جس کا زُعم ہے کہ زندگی تو بس وہی کچھ ہے جو ہم نے سمجھی ہے اور کائنات کا پورا علم وادراک ہمیں حاصل ہے اور حقیقت محض وہی ہے جو آنکھوں پر عریاں دکھائی دیتی ہے۔ زندگی اور کائنات میں پیمانہ یا معیار صرف ''ظاہر'' یا ''خارجی عوامل'' ہیں اور اس پر بلا دھڑک ''حتمی رائے'' بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ انسان اسکا حقدار ہے کہ اس دنیا کا سارا انتظام وانصرام اس کے حوالے کر دیا جائے' **قانون سازی کا مکمل حق اس کو سونپ دیا جائے کیونکہ وہ علم' عقل اور مطالعہ وتحقیق ہر چیز میں کامل ہو چکا ہے اور حقیقت وعلم کی گہرائیوں اور کائنات کی ساری حقیقتوں تک اس کی گرفت ہو چکی ہے' اس عقلی ونظری پیمانے سے باہر سب کچھ نادرست' جھوٹ' فکشن' سازشی مفروضے (Conspiracy Theories)** یا مجہول وافیمی مذہبی فہم ہے۔ یہ ہے وہ سفلی بنیاد جس سے تمام مادّی فلسفوں کا خمیر اٹھایا گیا ہے اور جدید ومعاصر تمدّن بھی اسی فکر وعقیدہ پر ہی استوار ہے۔

۲۔ سورۃ الکھف بالعموم اور یہ قصّہ بالخصوص اس سفید جھوٹ اور ہوائی فلسفے کی خاک اُڑاتا ہے۔ یہ روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا ہے کہ محدود عقلی وناقص حِسّی ذرائع سے حاصل شدہ علم، انسانی کمال اور حقائق اشیاء تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ عصرِ حاضر کی جدید ترین تحقیق وجستجو اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کم از کم 100-200 ارب کہکشاؤں میں سے محض 10 لاکھ کا نقشہ تیار کیا جاسکا ہے اور صرف 4 فیصد ستاروں کو دیکھا جاسکتا ہے جبکہ 96 فیصد کائنات کس مادّے سے بنی ہے اس کا ابھی علم نہیں ہو سکا۔ نہ کائنات کے آغاز کا علم ہے، نہ انتہا معلوم ہوتی ہے۔ پھر ایک حقیر ذرّے سے لیکر فضائے بسیط میں پھیلے ہوئے دور دراز ستاروں تک ایک فقید المثال نظم وضبط پایا جاتا ہے جو نہ جانے کب سے اسی بہترین ترتیب پر قائم ہے۔ چھوٹی سی جگہ میں مسلسل صفائی کا نظام نہ ہو تو

سب کاٹھ کباڑ میں بدل جائے مگر لامتناہی کائنات کی ہر چیز مکمل صاف ستھری' ہم آہنگ اور وحدتِ انتظام میں پروئی ہوئی ہے۔ جدید ترین اسباب کے باوجود 5 فیصد سے بھی کم سمندری حیات کی تحقیق کی جاسکی ہے، دنیا میں صرف 15 لاکھ مختلف انواع واقسام کی زندگی کا پتہ لگایا جاسکا ہے جبکہ سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ ان کی کل تعداد 10 کروڑ سے بھی زائد ہوسکتی ہے۔ ایک بوند گندے پانی کے سفر کے آخر میں حیرت انگیز گویائی' شنوائی وبینائی سے مرصّع شاہکار انسان کی تخلیق کیونکر ممکن ہوجاتی ہے اور پھر موت کا معمّہ؟؟؟ زمین کے کُرّے میں زندگی کے آغاز سے بہت پہلے اور نامعلوم لمحۂ آخر تک کیلئے لامحدود لوازمات کی پیشگی جانکاری اور پھر ہمیشہ کیلئے بہترین انتظام وانصرام۔ اس گمبھیر صورتحال کے ساتھ یہ قاتل سوال کہ یہ سب کچھ آخر کس عظیم مقصد کیلئے ہے؟ یہاں تک پہنچتے پہنچتے ہر غیر متعصّب' انصاف پسند اور سلیم الفطرت انسان، مادیّت وسطحی عقلیّت پرستی کو دفع کر کے اپنی ہار مان لیتا ہے اور ایک بزرگ' عظیم تر اور انتہائی پُرحکمت وبے ہمتا ہستی پر ایمان لانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل کتابیں آج کے ترقی یافتہ انسان کی لاچارگی وعاجزی کا نوحہ پیش کرتی ہیں، مگر کوئی ہے جو آنکھیں کھولے اور دل وجان سے حقیقت کو سمجھے اور دمِ آخر سے پہلے مالک کی مان کر زندگی کا قبلہ نُما درست کر لے؟؟؟

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲

(پس عبرت پکڑو، اے دیدۂ بینار کھنے والو!) (الحشر ۵۹:۲)

(1)	1974ء میں	The End of Philosphy by Martin Heidegge
(2)	1988ء میں	The End of Idealogy by Daniel Bell
(3)	1990ء میں	The End of Nature by Bill Mekibben

(4) 1991ء میں The End of Modernity by Gianni Vattimo

(5) 1992ء میں The End of History & the Last Man by Francis Fukuyama

(6) 1994ء میں The End of Physics by David Lindley

(7) 1995ء میں The End of Education by Neil Postman

(8) 1996ء میں The End of Science by John Horgan

(9) 1996ء میں The Beginning & End of Religion by Nicholas ash

(10) 1996ء میں The End of Economic Man by George Brockway

(11) 1996ء میں The End of World by John Leslie

(12) 1997ء میں The End of Influence by Stephen S. Cohen

(13) 1997ء میں The End of Certainty by Ilya Prigogine

(14) 2003ء میں The End of Democracy by Abid Ullah Jan

فریبِ نظر یا حقیقت کی قُفل کُشائی

۱۔آج کی کمرشل اور خرید وفروخت (Consumerism) پر مبنی دنیا ایک بین الاقوامی میلے کا رُوپ دھار چکی ہے جہاں ہر چیز قابلِ فروخت ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی بولی بھی مقرّر ہے۔ایک ہی جنس کے مُتنوع معیار ہیں اور بعض اوقات نقل اصل سے زیادہ جاذبِ

نظر اور حقیقی دکھائی دیتی ہے۔کئی حضرات اپنی زندگیاں برانڈ پرستی (لباس' خوراک' مصنوعات' تعلیم اور کاروبار وغیرہ میں برانڈ کی زبردست دُھن) کے اندر گزارتے ہیں۔ بہت سے چمکتے دمکتے فلمی ستارے اور سُپر ہیرو ٹی وی اور فلموں میں محیّر العقول کام کرتے ہیں اور لوگوں کی کثیر تعداد ان کے انداز و پیروی میں دیوانوں سی حرکتیں کرتی ہے، مگر حقیقی زندگی میں وہ محض عامی' کریہہ اور قابلِ رحم ہوتے ہیں جو ایڑھیاں رگڑتے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

۲۔کئی میڈیا یا سیاست کی مقبول شخصیات اور عوامی ادارے حق و سچ کے دعوے دار بنتے ہیں، مگر وہی سب سے بڑے مفاد پرست' لٹیرے اور دھوکہ باز ثابت ہوتے ہیں۔شادی بیاہ کے امور ہوں یا عطائی حکیم و ڈاکٹر' روحانی عاملین، دودھ/گوشت فروش حضرات، دواساز کمپنیاں، تعلیمی و اخباری ادارے یا دوسرے شعبہ ہائے زندگی کی گرامی شخصیات ہوں، جگہ جگہ جھوٹ' ہوس گیری' بددیانتی اور اندھی منافع خوری کا سکّہ رائج الوقت ہے۔ رشتوں میں تصنّع' عبادتوں میں ریاکاری' خدمات میں دکھاوے اور ''مَن پسند اسلام'' سے ہمارے اعمال و معاملات، روحانی اثرات و ربّانی برکات سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں۔اب ظاہری مذہبی جلسے ولبادے، خطباء کی شعلہ بیانیاں، مساجد کی خوبصورتیاں، مذہبی پروگراموں کی سحر انگیزیاں، رمضان کی رونقیں اور حج وعمرے کی سرگرمیاں تو بے انتہا بڑھ گئی ہیں مگر عبادات سے خشوع، دعاؤں سے اثر اور تعلقات سے اخلاص اُٹھ گئے ہیں۔ عبادت کا بندھن اطاعت سے ٹوٹ چکا ہے، قول وفعل کا تضاد ہمالیہ سے اونچا ہوگیا ہے، کئی حضرات **''مخصوص برانڈ کے اسلام''** کے مفتی ومبلّغ تو بن چکے ہیں مگر انکی حقیقی زندگیاں مخصوص دینی مزاج سے خالی و عاری ہیں۔اسطرح **''صورتِ اسلام''** کے دلدادہ **''حقیقتِ اسلام''** سے اجنبی ہو چکے ہیں مگر اتنے خسارے کے باوجود احساسِ زیاں ندارد ہے۔1941ء میں 24000 سے بڑھکر ۲۰۱۹ء میں ۲۰ لاکھ سے زائد حُجّاج کرام کی

تعداذ دنیاوی اسباب و وسائل کی فراوانی اور تقریباً ڈیڑھ ارب کی کثیر آبادی کے باوجود دنیا میں ذلیل و رُسوا ہیں تو وہ مسلمان ہی ہیں۔

۳۔ ہم نے حلیے، رہن سہن، معاشرت، حکومت و معیشت میں بھی غیروں کے نام نہاد ترقی یافتہ اسلوب و اطوار اپنا لئے ہیں، مگر کامیابی نصیب نہیں ہو رہی۔ اسی دوغلی طرزِ زندگی (منافقت) کو انفرادی سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر محیط کریں تو بڑے بڑے ادارے اور ممالک دلکش نعروں، ملفوف اصطلاحات و استعارات، خوف کے بیوپار، سفارتی شعبدے بازیوں اور سُودی قرضوں کے گورکھ دھندوں سے نہ صرف عوام کو معاشی غلام بنانے اور اپنے جنگی ساز و سامان یا دوسری مصنوعات کی فروخت سے اندھا منافع کما رہے ہیں، بلکہ افراد کی سمجھ بوجھ، جسم و روح، طرزِ زندگی، مستقبل اور آزادی حتیٰ کہ حیات و ممات تک کو اپنے شیطانی شکنجے میں ڈالکر یرغمال بنا لینے کی **''آخری تدبیریں''** کر رہے ہیں۔ اس طرح ظاہری وجاہت و جگمگاہٹ اور خارجی طمطراق کے پیچھے ایک فرد سے اجتماعی اور بین الاقوامی معاملات تک پر ایک ایسی **''عالمگیر دجّالی تہذیب''** کا رنگ ڈھنگ حاوی ہو چکا ہے جسکا پیمانہ جھوٹ، ملمع کاری، مفاد پرستی، غیر مُنصف مزاجی اور انتہا پسندی جیسی خصلتوں سے چھلک رہا ہے۔ اب یہاں غلط سے صحیح، نقل سے اصل، جھوٹ سے سچ، ناخالص سے خالص اور نوسربازی سے اخلاص کو جدا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور پوری نوعِ انسانی، عالمِ خمار میں اپنی تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ شومیٔ قسمت اس قطعی خودکشی کا پورا اہتمام بھی اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیا ہے۔

۴۔ اس مہلک ترین طُغیان و استحصال میں عوام النّاس کا تو کیا کہنا، خواص، دانشور، اساتذہ اور علماء کا جمِ غفیر بھی مکمل غرقِ آب ہے۔ اس پر غضب یہ ہے کہ وہ اسے ہی اپنی کامیابی کی معراج سمجھ بیٹھے ہیں۔

۵۔ یہ مقامِ فکر و احتساب ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری محنت کا فیصلہ کن میدان اور کامیابی کا اصل رُخ کچھ اور تھا اور کج فہمی و اندھے جوشِ دنیا میں ہماری تمام تر محنت کہیں اور رائیگاں جا رہی ہے۔ ہم سراب کو پانی، جھوٹ کو سچ، صورتِ اسلام کو حقیقتِ اسلام اور دنیا کو ہی آخری آرام گاہ (یا شدّاد کی جنّت) سمجھ بیٹھے ہیں۔ ہم مٹی سے بنے جسم کی حیوانی ضروریات پوری کرنے کیلئے تو ساری تگ و دو مختص کرتے ہیں مگر آسمانی مخلوق ''رُوح'' کی ضروریات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ مادّی اسباب کی ظاہری چمک کی جستجو میں باطنی ترقی مفلوج ہو گئی، ظاہر کی آنکھ تو وا ہو گئی مگر باطن کی روحانی آنکھ بند ہو گئی۔ نیتجتاً حِسّی و عقلی صفات تو نشو و نما پا گئی ہیں مگر روحانی صفات زندہ در گور ہو گئی ہیں اور اعمال و معاملات سے حقیقی فیوض و برکات نکل گئے ہیں۔

ہم خُدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(خُدا کو بھی چاہتے ہو اور دُنیا پرستی بھی اختیار کرتے ہو، یہ خیال تو محض پاگل پن اور جنون ہے)

(مولانا جلال الدّین رومؒ)

۶۔ سورۃ الکھف بالعموم اور قصّہ موسیٰؑ و خضرؑ بالخصوص روحانی نمو پذیری کے بعد اشیاء کی اصل حقیقت کے ادراک، ربّ العالمین کی رضا جوئی کی جستجو اور معاملات کی گہری فہم و فراست کیلئے باطنی آنکھ کو کھول کر گنجلک و گھمبیر فتنۂ دجّال سے کما حقہٗ شعور و آگہی فراہم کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

تُو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزا وار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک

(علامہ محمّد اقبالؒ)

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق

پہلے خضری سفر کے اکتشافی اسرار

(سفر کا اجمالی احوال: حضرت خضرؑ بحری سفر کے دوران کشتی میں شگاف ڈال دیتے ہیں، حضرت موسیٰؑ اعتراض کر اُٹھتے ہیں کہ یہ تو آپ نے مسافروں کوغرق کرنیوالی حرکت کرڈالی ہے۔ حضرت خضرؑ نے حقیقت بتائی کہ کشتی چند محنت کش غریبوں کی ملکیّت تھی اور میں نے اُنکی کشتی کو عیب دار اس لیے بنایا ہے کہ سب سے زبردستی کشتیاں غصب کرنیوالا بادشاہ انکی کشتی کو نہ چھین لے۔ **(الکھف ۱۸: ۷۱، ۷۹)**

۱۔ کشتی بطور گوشہ ٔایمان و عافیّت: کشتی کو گوشہ ٔایمان و عافیّت کا استعارہ سمجھیں تو استحصالی فتنہ ٔ دجّال سے اسکی حتّی المقدور حفاظت کیلئے پیشگی خضری تدبیروں کی حقیقت بھی مُنکشف ہوتی ہے اور گہری ربّانی حکمتوں کی معرفت بھی نصیب ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس راز سے بھی پردہ اُٹھتا ہے کہ خیر وشر کا معرکہ ہر گھڑی برپا ہے اور دورِ فتن میں گوشہ ٔایمان و عافیّت کی حفاظت کیلئے شعوری تدبیروں میں سُستی یا کوتاہی سے جان و مال کا نقصان تو ہوگا ہی، ساتھ ساتھ گراں مایہ متاعِ ایمان کے لُٹنے سے بچنا بھی ممکن نہیں رہیگا۔

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصہ ٔ محشر میں ہے
پیش کر غافل ، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۲۔ یاساریۃُ الجبل: مومن کُند ذہن یا گاؤدی نہیں ہوتا بلکہ خضری معاملات کے مصداق بالغ نظر و بیدار مغز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فراست کی بدولت زمانہ ٔحال سے مستقبل میں جھانک کر آئندہ خطرات کی صحیح پیش بندی کرلیتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرِ فاروقؓ کا منبرِ رسولؐ پر خطبے کے دوران مدینہ طیّبہ سے سینکڑوں میل دور جنگ میں مصروف اپنے سپہ سالار کیلئے بالفاظ **''یاساریۃَ الجبل''** انتباہ، ایسی ہی فراست کی مشہور مثال ہے۔

نبی آخرالزّمانؐ نے فرمایا:

''مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' **(جامع ترمذی)**

۳۔ دین یا دنیا ۔فیصلہ ہمارے ہاتھ میں: کشتی کو عیب دار بنانے میں کئی متوازی اسرار و حکمت کے موتی چھپے ہیں، جو لمحہ ٔموجود کیلئے بھرپور راہنمائی فراہم کرتے ہیں:

اوّل۔ موجودہ حالات میں داڑھی' حجاب' سادہ طرزِ زندگی' حق گوئی' انصاف پسندی، اہم عہدوں پر رشوت و بددیانتی سے کنارہ کشی' شہادت نہ چھپانا' دوسری شادی' ذوجین کے انتخاب میں دینداری کی ترجیح، لغو رسومات اور مخلوط پارٹیوں سے اجتناب وغیرہ جیسے امور دقیانوسیت' حماقت یا غیر مقبولیّت کے زُمرے میں آتے ہیں اور ان میں عارضی نقصان کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ مزید برآں دینداروں کیلئے اکثر **''زمانہ ٔ پتھر کے باسیوں''** کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔ مگر اللہ کے قرآن' نبیؐ کے فرمان اور صحابہؓ کے نشان پر دُنیا کے عارضی نقصان وعوامی بے مروّتی کا سامنا کرلینے والے جانثاروں کی کشتی ٔ ایمان کنارے جا لگنے اور عنداللہ بے پایاں رحمت و برکات میّسر آنے کا بھاری سامان ہے۔ اوّلین خضری سفر میں ایسا یقینِ محکم بنانے کی زبردست تعلیم وتربیت ہے۔

برتر از اندیشہ ٔ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانہ ٔ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں ، ہر دم جواں ہے زندگی

(علامہ محمّد اقبالؒ)

دوئم۔ کوئی شرعی حُکم یا دینی و دنیاوی مسئلہ سمجھ میں نہ آسکنے کی صورتحال میں حتمی رائے پر پہنچنے سے پہلے صورتحال پر گہرا تدبّر و استخارہ کریں۔ اپنی دینی فہم کو بہتر بنانے کیلئے کسی مستند عالم باعمل سے مشورہ بھی کرلیں کیونکہ جلد بازی اور غیر معقول رائے زنی سے دین و دنیا، دونوں کے نقصان کا احتمال ہے۔

سوئم۔ انسان ہردم احکامِ شریعہ کا مکلّف ہے اور اسکی نجات کا دارومدار احکاماتِ شریعہ کی مکمل پابندی پر ہی ہے۔ مگر سخت پُرخطر حالات واضطراری اضطراری میں جان، مال یا عزّت بچانے کیلئے عارضی طور پر ''شرعی حیلہ'' کا سہارا لینا عین حکمت ہے اور شریعت کا ہی ایک شعبہ بھی ہے۔ مزید برآں اوّلین خضری سفر کروٹ بدلتے حالات میں ''اجتہاد'' کی افادیت واہمیت آشکارا کرتا ہے۔ مگر ان دو دھاری ہتھیاروں کا استعمال ہر کسے کی ذاتی خواہشات پر منحصر نہیں بلکہ صرف وہی کر سکتا ہے جو خضری علوم پر کماحقہٗ دسترس رکھتا ہو اور مشیّتِ الٰہی کی جانب ہردم متوجّہ ہو۔

قدرت کے مقاصد کا عیّار اُس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
(علامہ محمّد اقبالؒ)

دوسرے خضری سفر کے اکتشافی اسرار

(سفر کا اجمالی احوال: حضرت خضرؑ کے ایک لڑکے کو قتل کرنے پر حضرت موسیٰؑ پکار اُٹھے کہ آپ نے ناحق ایک بے گُناہ کی جان لے لی جو کہ بہت بُرا کام ہے۔ حضرت خضرؑ نے اپنے عمل کی تاویل بتائی کہ اُس لڑکے کے والدین مومنین تھے اور خطرہ تھا کہ لڑکا اپنی سرکشی اور کُفر سے انہیں عاجز کر دیگا۔ اسلئے ہم نے چاہا کہ انکا رب بدلے میں انکو ایسی اولاد سے نوازے جو پاک طینتی اور صلۂ رحمی میں اس سے بہتر ہو۔ (۸۱۔۸۰،۷۴:۱۸الکھف)

۱۔ اللہ کی بندوں کیلئے خیرخواہی ہی خیرخواہی: اللہ تعالیٰ بہترین قدردان ہے اور وہ ہر معاملے میں کسی کی ذرّہ برابر نیکی، اخلاص وقربانی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ ۱۱۷ اس قصّے میں صالح والدین کی خیرخواہی مقصودِ حقیقی ہے اور اس عارضی نقصان جس میں دراصل (۱) سرکش لڑکے کی ناقابل برداشت حرکتوں سے صالح والدین کی ساری زندگی کی

۱۱۷۔ ''جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں تو یقیناً ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔'' (۳۰:۱۸الکھف)

لگاتار دل شکنی سے نجات کا خدائی بندوبست، (۲) صالحین کے بیج کی حفاظت بالخصوص جس میں شیطانی دراندازیوں سے ملاوٹ ہو جائے، (۳) نیک ماحول پر شیطانی سائے کا قلع قمع، (۴) خیر کی نمو و ترقی اور (۵) اولاد جیسی خدائی امانت کی واپسی میں کسی قدر فطرتاً دلی بوجھل پن یا دنیاوی نقصان پر صبرِ جمیل کرنے والوں کو بیش بہا اُخروی انعام جیسی زبردست ربّانی رحمتیں وحکمتیں پوشیدہ تھیں) کے بعد نیک اولاد کی خوشخبری ہے۔ نیک اولاد میں پاکیزگی (جسمانی وروحانی اور مالی پاکیزگی) اور صلۂ رحمی (ماں باپ اور عزیز واقارب کی دلجوئی وخیرخواہی) جیسی دو مُرقّع الاثر صفات کا قرآنی تذکرہ، ۱۱۸ ان عبقری خصوصیات کو اپنی اولادوں میں پیدا کرنے کا زبردست داعیہ ہے۔ یہاں ایک اور نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ مومنین ہر لحظہ مشیّتِ الٰہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ان کو جب بھی کوئی نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے وہ نہ صرف اسے اپنے کریم رب (جو 70 ماؤں سے زیادہ مہربان ہے) کی عطا سمجھ کر صبر ونماز سے مدد لیتے ہیں ۱۱۹ بلکہ ہر مشکل کے ساتھ دوہری آسانی ۱۲۰ پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں اور دنیا وآخرت کے بہترین اجر پر یقین رکھتے ہیں۔ مزید برآں سن بلوغت سے پہلے ہلاکت میں سرکش لڑکے کیلئے بھی مغفرت جیسی غالب حکمتِ الٰہیّہ بعید از قیاس نہیں ہے۔

۲۔ بلندتر خدائی حکمت پر نگاہ جمانے کی اہمیّت: دوسرے خضری سفر میں روزمرّہ پیش آنے والے حادثات وواقعات کی تکوینی جھلک دکھائی گئی ہے تاکہ کسی کی ناگہانی موت یا کسی اور سانحہ، بیماری وغیرہ میں انسان شدّتِ غم میں ہلکان نہ ہو جائے اور گراں مایہ ''ایمانی قوّت'' کا زیاں نہ کر بیٹھے، بلکہ ہمہ دم ربّ العالمین کی بلندتر حکمت پر نگاہ جمائے رکھنے کی تعلیم

۱۱۸۔ ''اسلیئے ہم نے چاہا کہ ان (صالح والدین) کا ربّ اس (باغی بچّے) سے بہتر انکو (ایسی اولاد) دے جو (قلب کی) پاکیزگی اور صلۂ رحمی (والدین واقرباء کی اطاعت ومحبّت) میں اُس سے بڑھ کر ہو۔'' (۸۱:۱۸الکھف)

۱۱۹۔ ''اور صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد مانگو۔ اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان پر (گراں نہیں) جو ڈر رکھنے والے ہیں۔'' (۴۵:۲البقرہ)

۱۲۰۔ ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (۶۔۵:۹۴الم نشرح)

ہے۔اسطرح بظاہر مارنے یا تکلیف دینے والے کی بجائے اس معاملے کو 70 ماؤں سے زیادہ پیار کرنیوالے کریم ربّ کی رضا و برتر حکمت سمجھ کر نازک لمحوں میں ایمان کو ڈولنے سے محفوظ رکھنے اور شیطانی وار سے بچ جانے کی تلقین ہے۔المختصر ''ہتھ 'کار' وَلّے ، دل 'یار' ولّے'' (یعنی ہاتھ بھلے کاموں میں مشغول ہوں، مگر قلب ''اللّٰہ'' کی طرف مشغول رہنا چاہیے)۔فتنۂ دجّال میں یہ لطیف زاویۂ نظر خصوصی اہمیّت کا حامل ہے اور کڑی تربیّت کا متقاضی ہے۔ربّ العالمین کا فرمان ہے:

''ہوسکتا ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہو''۔

(۱۹:۴النساء)

۳۔ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور اللہ بہترین کرتا ہے: اللہ کا بندہ ہر ساعت اللہ ہی کی مرضی کے تابع فرمان ہوتا ہے اور اللہ کے اوامر ونواہی میں اپنی مرضی ومنشاء کو خارج رکھتا ہے۔اسطرح وہ نہ صرف اس حقیقت پر مکمل یقین رکھتا ہے کہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور اللہ بہترین کرتا ہے، بلکہ کلمہ طیّبہ کے پہلے حصّے (لا الٰہ الاّ اللّٰہ) کے مطابق ایک اللہ کے ماسوا سب خواہشات ،توقعات اور نشانِ راہ کو سختی سے ترک کر دیتا ہے اور کلمہ طیّبہ کے دوسرے حصّے (**محمد رسول اللّٰہ**) کے مطابق نبی آخرالزّمانؐ کے نورانی اُسوۂ حسنہ پر اپنی طرزِ زندگی کو ڈھالنے کیلئے کوئی بھی قربانی دینے کیلئے ہر دم تیار رہتا ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۴۔اِس سے پہلے کہ رُت بدل جائے ،تم رُت بدل دو: اس قصّے میں یہ امر بھی خصوصی توّجہ کا متقاضی ہے کہ سرکشی ونافرمانی کو کسی بھی استدلال ومنطق کے باعث، نرم دلی یا نظراندازی کا شکار نہیں ہونے دینا چاہیے، بلکہ اس ناسُور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے ہر ممکنہ اقدام فوری کر گزرنا چاہیے ورنہ اسکا زہر باد، سرطان کی طرح بہت جلد پورے وجود میں

پھیل جائیگا اور بعد از وقت علاج کی تمام کوششیں بے اثر ثابت ہونگی۔

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادُو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

(نخچیر کا معنی شکار ہے اور ذوقِ نخچیری میں شکار خود ہی شکار ہو جانے کے شوق میں مبتلا ہو جاتا ہے)

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۵۔دجّالی مستی کے مدہوشوں سے معاملہ: قتل جیسے سنگین ترین معاملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب دجّالی نشہ کسی بھی انسان، حتّٰی کہ قریب ترین عزیز کے اندر حلول کر کے اسکے رگ و پے میں خون کی طرح دوڑنا شروع کر دے، اسکا باطن ناپاک و پلید ہو جائے اور وہ سرکشی و نافرمانی کے خُمار میں بڑھتا ہی چلا جائے، تو ایسی ہلاکت خیز متعدّی بیماری (Fatal Virus / Acute Viral Disease) کی صورتحال میں اُسکا عدم، وجود سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔عزیز از جان ''**متاعِ ایمان**'' کی حفاظت کیلئے بغیر تردّد اُس ظلم وتعدّی پر بضد جسدِ ناپاک اور دھرتی کے بوجھ کو حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی سنہری سُنّتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں سے منہا و خارج کر دینا ہی کامل مومنین کی علامت ہے اور بڑی تباہی وعذاب سے نجات کا راستہ بھی۔قرآن عالیشان میں ایسے متعدّی فتنے اور فتنہ گر سے بچنے کی تعلیم ہے۔

''اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت صرف گنہگاروں تک محدود نہیں رہے گی''۔

(۸:۲۵الانفال)

۶۔اہلِ دنیا کی سعئِ لاحاصل: نگاہِ خضرؑ کی طرح، مومن ناگزیر حالات میں اللہ کی عطا کردہ فراست سے ماضی میں بھی جھانکنے کی استطاعت رکھتا ہے۔اسطرح وہ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے کو پہچان کر ضروری احتیاطی تدبیر بروئے کار لا سکتا ہے۔ایسی مومنانہ کشف القلوب کے بالمقابل دجّال کے راتب خور ''**کبال ماہرین**''، ٹیلی پیتھی اور دوسرے ذہن سازی کے جادوئی وسائنسی علوم کی مدد لیتے ہیں۔حتّٰی کہ فیس بک (Facebook) کے مالک (مارک ذوکر برگ) کا کہنا ہے کہ'' **مجھے یقین ہے کہ عنقریب ہم مصنوعی ذہانت' ٹیلی**

بیٹھی اور ورچوئل ریالٹی پر مبنی ٹیکنالوجی کے ذریعے بھرپور خیالات (بغیر موبائل، کمپیوٹر اور بات چیت) ایک دوسرے تک پہنچا پائیں گے''۔ المختصر بندۂ مومن کو اللہ کی عطائی صلاحیتوں کے تعاقب میں غیر اللہ کی دلدادہ انسانیت ابھی نجانے کتنی اور مسافتوں میں خوار و سرگرداں ہوگی اور نجانے کب تک نشانِ راہ کو ہی منزل سمجھتی پھرے گی؟ بالآخر گمراہ انسانیت حتمی تباہی کی گہری گھاٹیوں میں گم ہوجائیگی۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا ہے؟

(علامہ محمد اقبالؒ)

تیسرے خضری سفر کے اکتشافات

(سفر کا اجمالی احوال: دونوں بزرگ ہستیاں ایک ایسی بستی میں پہنچتی ہیں جہاں بسنے والوں نے طلب کرنے پر بھی کھانا دینے سے انکار کردیا۔ حضرت خضرؑ نے وہاں ایک گرتی دیوار کو بلا معاوضہ پھر قائم کردیا۔ حضرت خضرؑ نے اس عمل میں یہ بھید بتایا کہ دیوار وہاں بسنے والے دو یتیموں کی تھی جسکے نیچے خزانہ دفن تھا۔ چونکہ وہ صالح والد کی اولاد تھے اسلیئے آپکے ربّ نے چاہا کہ جب وہ بچے جوان ہوجائیں تو خزانہ نکال لیں۔

(۱۸:۷۷۔۷۸،۸۲ الکھف)

۱۔ سرکش بستی میں بھی خیر خواہی کا ڈول ڈالنا: بستی والوں کا ان بزرگ ہستیوں کی مہمان نوازی سے انکار ظاہر کرتا ہے کہ وہ یا تو اہل مروّت و ایثار نہیں تھے کہ اجنبی مہمانوں کی قدر افزائی کرتے یا ان بزرگ ہستیوں کو جانتے بوجھتے تکلیف دینا چاہتے تھے۔ ان دونوں صورتوں میں ظلم پر آمادہ سرکش بستی عیاں ہے۔ اس کے باوجود دیوار کی درستی، تاکہ یتیموں کا خزانہ محفوظ رہ جائے، ظاہر کرتا ہے کہ دعوت و تبلیغ یا جہادِ زندگانی میں دوسروں کے ناگفتہ بہ رویّوں اور فتنۂ دجّال کے گمراہ کن مؤثرات سے قطعہ نظر، خیر خواہی اور بلند اقبالی کی

ترویج کرتے رہنا چاہیئے۔ نیز اللہ والے مخلوق سے اجر و معاوضے کے نہ طلب گار ہوتے ہیں نہ احتیاج رکھتے ہیں۔ ان کی تمام امیدوں اور بھروسے کا مرکز و محور ایک ربّ کی ذات ہوتی ہے۔

سماں، الفقرُ فخری، کا رہا شانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

(فقر میرا افتخار ہے کے فرمانِ نبویؐ کی شان حکومت و اقتدار میں بھی قائم رہی، کیونکہ شاندار چہرے کو خوبصورتی کیلئے کسی غازے کی حاجت نہیں ہوتی) (علّامہ محمّد اقبالؒ)

۲۔ محروموں کی دستگیری: فتنۂ دجّال کے روح شکن لمحات میں جہاں نفسا نفسی کا دور دورہ ہوگا، یہ واقعہ واضح سبق تعلیم کرتا ہے کہ صاحبانِ استطاعت و استقلال کے ذمّہ ہے کہ وہ محروموں اور کمزوروں کو دجّالی گماشتوں کا آسان شکار بننے سے بچائیں، ان سے ہر ممکن تعاون کریں اور انکو اگلی محفوظ کمین گاہ تک پہنچا کے دم لیں۔

آگ ہے، نمرود ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے
کیا پھر کسی کو، کسی کا امتحان مقصود ہے؟

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۳۔ پیمانۂ امروز و فردا اور بندۂ مومن کی نگاہِ ناز: اس قصّے میں یتیم بچوں کے فوت شدہ صالح والد کا زمانۂ ماضی سے، مخدوش دیوار کا زمانۂ حال سے اور خزانے کو منافع بخش بنانے کا ارادہ زمانۂ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی بندۂ مومن کی ودیعت یافتہ نگاہِ ناز ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کو یکساں دیکھ سکتی ہے (جو اللہ کیلئے کچھ مشکل نہیں)، جسکی بدولت سخت مشتبہ حالات میں بھی کسی پختہ و صائب رائے پر پہنچنا صاحبِ نظر و اسرار کیلئے آسان ہوجاتا ہے۔ [۱۲۱] ایسی نگاہ کے مالک سخت متزلزل معاملات کو بھی پیمانۂ امروز و فردا اور

۱۲۱۔ ''اور جب انکے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اُسے (بلا تحقیق) پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ اُسے رسولؐ اور اپنے حاکموں تک پہنچا دیتے تو ایسے معاملات کی تہہ تک پہنچنے والے، اسکی حقیقت معلوم کر لیتے (اور درست نتائج اخذ کر لیتے)۔۔۔۔۔''
(۸۳:۴ النساء)

سُودوزیاں سے ماورا دیکھتے ہیں اور ہر حال میں مشیّتِ الٰہی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ ان کو یقینِ کامل ہوتا ہے کہ ہر دم ہر معاملے کی پیشانی اللہ کی مضبوط پکڑ میں ہے [۱۲۲] اور چونکہ اللہ مومنوں کا مددگار ہے، [۱۲۳] اس لئے حتمی فتح حق کی ہی ہونی ہے۔

نورِ خداہے ، کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا

(مولانا ظفر علی خانؒ)

۴۔وقت کی اہم ترین ضرورت۔عقائدوایمان کے قبلہ نُما کی درستی: فتنۂ دجّال میں سخت گمراہ کن فکری ونظری مغالطوں میں عقائدوایمان کی مضبوط بنیادیں بھی ہِل جانے کا شدید خطرہ ہے،اس لئے حضرت خضرؑ کے جنگی انداز میں اُٹھائے گئے اقدامات کی طرح ہر لمحے اپنے عقائدوایمان کی درستی اور تعمیر وترقی کی فکر کرنی چاہیئے ،ذاتی محاسبہ اپنا معمول بنانا ہوگا تا کہ صراطِ مستقیم نگاہ وعمل سے گم ہوجانے سے پہلے ہی واپسی ممکن رہے،بار بار توبہ استغفار اور تجدیدِ ایمان کو وظیفۂ جان بنالینا چاہیئے (نبی آخرالزّماںؐ جیسی معصومؐ کامل اور عظیم ترین ہستی دن میں 100 دفعہ استغفار کرتی تھی) اور کشتئ ایمان کو جانسل دجّالی گھاٹیوں سے بحفاظت گزارنے کیلئے صُحبتِ خاصاں پر جزم کرنا ہوگا۔اسطرح سخت آزمائشوں میں سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظیم امانت ونعمتِ غیر مترقبہ یعنی ''نورِ ایمان'' کی قدم بہ قدم حفاظت کرتے ہوئے موت کا جام پی لینے سے خاتمہ بالا ایمان جیسی عظیم کامیابی نصیب ہوسکے گی۔

یہ عشق نہیں آساں ، بس اتنا سمجھ لیجے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

(جگر مرادآبادی)

۱۲۲۔''اور تیرا ربّ جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اسکی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، بےشک اسکی پکڑ دُکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے''(۱۰۲:۱۱ ھودؑ)

۱۲۳۔''اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمہاری حمایت ومددگاری کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔'' (۴۵:۴ النساء)
''اللہ لکھ چُکا ہے کہ بےشک میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔یقیناً اللہ زورآور (اور) غلبے والا ہے۔'' (۲۱:۵۸ المجادلہ)

۵۔دورِ مادیّت میں روحانیت کی تعمیر وترقی: خیرہ کُن مادّی ترقی کے دور میں روحانی و اخلاقی اقدار سخت انحطاط وزوال کا شکار ہیں۔دورِ دجّال میں تو روحانیت کا نام ونشان ہی مٹ جانے کا سخت خطرہ ہے۔خضری سُنّت کی اتباع میں قلعۂ روحانیت کی تعمیر ومضبوطی ان تباہ کن خطرات کا موثر ترین حل ہے۔

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہو گی، نہ زن اوٹ چاہیگی
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غُسّال کابُل سے ، کفن جاپان سے

(علامہ محمد اقبالؒ)

۶۔کس خزانے کی حفاظت مقصود تھی؟؟؟

اوّل۔حضرت خضرؑ نے خزانے کی حفاظت کیلئے خود تعمیری کام سرانجام دیکر خیر کیلئے اپنے وسائل وصلاحیتوں کو استعمال کر کے ذاتی قربانی کی مثال قائم کی۔اس عظیم خضری عمل سے ''تعمیر بذریعہ قربانی'' کے آفاقی قانون سے تعارف ہوتا ہے۔بعینیہ ایسے ہی عمل نیّت کی، درخت بیج کی،عمارت بنیاد کی اور تعمیرِ ملّت نتیجہ خیز جانوں کی قربانی کا ہی ثمر ہیں جہاں ایک دوسرے کیلئے ایثار کرتا ہے اور خیر میں اپنا حصّہ ڈالتا ہے۔مزید برآں محنت وخدمت کی عظمت اور علوم وفنون میں ذاتی ہاتھوں اور ذاتی وسائل کو نہ صرف استعمال کرنے کے عملی اسباق ہیں بلکہ علمی مہارت وفنّی ترقّی کو اپنے زیرِ استعمال وزیرِ اثر لانے کا زبردست داعیہ ملتا ہے۔

اگر عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

(علامہ محمد اقبالؒ)

دوئم۔حضرت خضرؑ نے دو یتیموں کے خزانے کی حفاظت کیلئے تعمیری کام سرانجام دیا تا کہ وہ

جوان ہو کر اسے نکال سکیں یعنی اس سے تب فائدہ اٹھائیں جب کہ وہ اس کے اہل ہو جائیں۔ عصرِ حاضر میں انطباق کریں تو میرٹ وانصاف کی نگہداشت کے پہلو میں سفارش، پرچی کلچر اور اقربا پرستی کی سخت ممانعت، اہلیّت کے عین مطابق ذمّہ داریاں سونپنے اور غیر تربیّت یافتہ افرادی قوّت کی دینی و پیشہ ورانہ قابلیت و استعداد بڑھانے پر حکیمانہ محنت کرنے کے زبردست اسباق کھلتے ہیں۔

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تُو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو

(علّامہ محمد اقبالؒ)

سوئم۔ مذکورہ خزانے کو دنیاوی دولت سے بڑھا کر اگر متاعِ ایمان کے استعارے پر محمول کریں تو اس واقعے میں اُخروی فلاح کا پہلو مزید اُجاگر ہو جاتا ہے (جو قرآن کا بالعموم اور اس پوری سورۂ مبارکہ کا بالخصوص مرکزی نقطہ ہے)۔ اس زاویہ سے جب عصرِ حاضر پر انطباق کریں تو دورِفتن میں ایمان جیسی متاعِ گراں مایہ سے عامۃ النّاس کی لاپرواہی بڑھنے اور نتیجتاً اسکی امتیازی پہچان و کامل حفاظت درجہ بہ درجہ دُشوار ہو جانے کی صورتحال دکھائی دیتی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں خصوصی توجّہ اور شعوری محنت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ نبی آخرالزّمانؐ کے اس گرامی ارشاد سے آزمائشی حالات کی درست تفہیم بھی ہو جاتی ہے:

''قیامت کے نزدیک (یعنی دورِفتن میں) متاعِ ایمان کی حفاظت جلتے کوئلے کو ہاتھ میں لینے جیسی مشکل ہوگی۔'' (صحیح مسلم)

چہارم۔ اس واقعے میں یتیموں کے خزانے پر حضرت بی بی آمنہؓ کے دُرِّ یتیمؐ کے عزیز از جان خزانے یعنی مشنِ رسالتؐ (**انسانوں کو انسانوں کی استحصالی غلامی سے نجات دلانا، اللہ کے بندوں پر اللہ کے نظام کا کُلّی نفاذ کرنا اور دنیا کو علمِ نافع سے امن وسلامتی اور ترقّی وفلاح کا گہوارا بنانا**) کی نسبت سے تدبّر کریں تو جاںنثار اُمّتیوں کیلئے ایک نیا جہانِ فکر وعمل کُھل جاتا

ہے۔ جس سے آخری نبیؐ کی، آخری اُمّت کیلئے ''**کارِنبوّت**'' جیسے عظیم خزانے کی ''**بہترین حفاظت وحکیمانہ تبلیغ**'' کیلئے انتھک خضری سرگرمی کی شاندار مثال انتہائی بامعنی و پُرحکمت حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۷۔ بوسیدہ دیوار کی تاویل: عام خزانے پر موجود گرتی دیوار کے ظاہری مفہوم سے بڑھ کر جب دیوار کو حفاظتی بندوبست (Security Mechanism / Apparatus) پر محمول کریں تو مذکورہ واقعے میں دورِحاضر کیلئے کئی عملی پہلو اُجاگر ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

اوّل۔ مخدوش سلامتی کی صورتحال میں فوری سیکیورٹی کے پیشِ نظر، کسی بھی بیرونی امداد کا انتظار کئے بغیر، بہترین ذاتی وسائل کو بلاتاخیر بروئے کار لانا۔

دوئم۔ اپنے انفرادی سے اجتماعی، جسمانی سے روحانی اور علاقائی سے قومی خزانوں (یعنی وسائل) کی حفاظت پر خصوصی توجّہ دینے کی ضرورت ہے، جس کیلئے غیر معمولی حفاظتی اقدامات بھی کرگزرنا۔

سوئم۔ اپنی سیکیورٹی کیلئے روائتی اور غیر روائتی خطرات سے کماحقہٗ آگاہی اور بھرپور مدافعتی انتظامات کرنا۔

چہارم۔ موجودہ خطرات کی تمام پرتوں کے علاوہ، مستقبل کے خدشات کیلئے مضبوط پیش بندی کرنا۔

پنجم۔ دورِ دجّال میں گوشۂ ایمان و عافیت کے حفاظتی انتظامات غیر معمولی دباؤ کا شکار ہونگے۔ ایسے قیامت خیز معرکے میں جہاں ہر ممکنہ ''**دفاعی اقدامات**'' ضروری ہونگے، وہیں مومنین کیلئے ''علم وحکمت (**جو حقیقتاً نبوی سُنّتوں کا ماحصل ہے**)''

اور ''روحانی انٹیلیجنس'' پر مبنی بندوبست میں ''کامیابی کی چابی'' ہوگی۔

یعنی عصری تقاضوں (Contemporary Threats / Challenges) سے کما حقہ، نبرد آزما ہونے کیلئے طبعی/ مادّی (Physical Forces) اور روحانی (Spiritual Forces) کے مابین تعاون واشتراک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے وگرنہ دجّالی قوتوں کیلئے ناقابلِ تسخیر دفاع کو بھی روندنا بچوں کا کھیل ثابت ہوگا۔ اس کا تربیتی مظاہرہ (Trial) عراق، لیبیا، یمن اور شام میں پہلے ہی ہو چکا ہے جبکہ اگلے 3-2 سالوں میں باقی ماندہ اسلامی ممالک بشمول ترکی، سعودی عرب، مصر، بنگلہ دیش اور پاکستان پر ناقابلِ بیان حد تک ''ہمہ جہت زور آوری'' کیئے جانے کا قوی امکان ہے۔

۸۔ تین اہم خضری صفات سے تعارف: اس واقعہ میں موجود تین انتہائی اہم خضری صفات نہ صرف قابلِ توجّہ ہیں بلکہ دورِ حاضر میں از حد ضروری ہیں؛ بیدار مغزی، اصابتِ فکری اور عمل خیزی۔

نگاہ بلند، سُخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے
(علّامہ محمد اقبالؒ)

قصّہ حضرت ذوالقرنینؒ و یاجوج و ماجوج

اجمالی قصّہ

اس قصّے میں ایک نہایت صالح وخدا پرست بادشاہ (حضرت ذوالقرنینؒ) کے زبردست اقتدار وحکومت کا ذکر ہے اور ان کی تین مختلف سمتوں میں برپا کی گئی جنگی مہموں کی تفصیلات ہیں۔ مغرب اور مشرق کی مسافتوں کے بعد حضرت ذوالقرنینؒ کی افواج ایک اور (غالباً شمال کی سمت) سفر کا قصد کرتی ہیں، جہاں ان کی مُڈبھیڑ ایک ایسی قوم سے ہوتی ہے جو پہاڑوں کے درمیانی درّے سے وارد ہونے والی اقوام یاجوج وماجوج کے زبردست ظلم وفساد سے سخت عاجز تھی۔ حضرت ذوالقرنینؒ نے درّے کو مضبوط بند (دیوار) سے پاٹ دیا اور مظلوم قوم کی دادرسی کی۔ نیز انہوں نے پشینگوئی فرمائی کہ **جب میرے ربّ کا وعدہ آئے گا تو یہ دیوار ڈھے جائے گی اور 'فسادی قوم' سرکش موجوں کی طرح (دنیا میں) پھیل جائے گی۔** (۹۹_۹۸:۱۸الکہف)

حضرت ذوالقرنینؒ بطور ایک صالح و مُصلح حکمران

۱۔ حسبِ معمول ناقص تاریخی فتوے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اِس قرآنی قصّے سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، جو باقی قرآنی قصّوں کی مانند اکثر اوقات زمان ومکان کی پیچیدگیوں کے بغیر بہتر حاصل ہوجاتے ہیں اور قرآن عالیشان کی بات فیصلہ کن حیثیت میں قائم رہتی ہے۔ یہاں قرآن عالیشان ہمارا تعارف ایک ایسے مقتدر بادشاہ سے کرواتا ہے جو اخلاق وسیرت' خدا ترسی وانسان دوستی' عالی ہمتی و بلند نگاہی اور جانبازی وسرفروشی میں اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ یہ اپنی زبردست طاقت واقتدار' برتر ذرائع جنگ ووسائل اور توشۂ دانش وفراست کو '**ربّ کے بندے، ربّ کا نظام**' کے حقیقی نفاذ کیلئے وقف کردیتے ہیں، اسطرح وہ دُکھی انسانیت کے لئے مونس وغمخوار اور سرکشوں و

ظالموں کیلئے تازیانۂ عبرت ثابت ہوتے ہیں۔ ان کا **منشورِ حق یہ ہے کہ نیکوکاروں کی خیر خواہی کریں گے، مظلوم کو انصاف دیں گے اور ظالم کو سزا۔** ۱۲۴ یہ حکومتی نظام اُس ربّانی منصوبے کے عین مصداق ہے جس کے تحت مومنین و صالحین کو بہترین جزا اور بداعمالوں کو سخت عذاب ملتا ہے۔

۲۔ ظاہر ہے یہ **بلند ترین مقاصد' انتہائی شریفانہ و کریمانہ تعلیمات اور عمل و کردار کے اعلیٰ نمونے اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتے جب تک کہ انکی پشت پر ایک مضبوط انسانی جماعت نہ تیار کر لی گئی ہو جو اس دعوت و تحریک کی علمبردار، حق کے راستے میں جدوجہد کرنے والی اور سچے اسلامی مزاج کا عملی نمونہ ہو۔** یہی وہ راستہ ہے کہ جس سے انسان نیابتِ الٰہی (اللہ کے وائسرائے) کی سربلندیوں کو چُھو سکتا ہے اور خلافتِ ارضی و امامتِ انسانی کا جائز حقدار بن سکتا ہے۔

حضرت ذوالقرنینؒ کی اسلامی حکومت کے خدّ و خال اور عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی دل شکن جھلک

۱۔ ربّانی فیوض و برکات سے مستفیض عہدِ ذوالقرنینؒ پر عمیق نگاہ ڈالیں تو کاروبارِ حکومت میں **اللہ تعالیٰ کی حاکمیّتِ اعلیٰ** اور عدل و انصاف کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ معاشرت میں **ربّ کے بندوں پر ربّ کا نظام** اور نتیجتاً خیر و برکت سے مزیّن ایمانی طرزِ زندگی کا بھرپور عکس ملتا ہے۔ نظامِ معیشت میں استحصالی بگاڑ کی جڑ کاٹ کر حلال و طیّب ذرائعِ روزگار کی شاندار تصویر دکھائی دیتی ہے۔ ایمان و ایقان (روحانیّت) کے میدان میں قلب کے جزم و تیقّن کا زبردست سامان' عبادات و معاملات میں کمال و حسن اور معرفتِ الٰہی کی انتھک محنت ملتے ہیں۔ علم و عرفان کے ساتھ مضبوطی سے جُڑا اللہ کا نام ملتا ہے یعنی **''شُکر گزاری کا**

۱۲۴۔ ''اُس (ذوالقرنینؒ) نے کہا کہ جو (کفر و استحصال والا) ظلم کریگا، اسے ہم سزا دیں گے، پھر (جب) وہ اپنے ربّ کی طرف لوٹایا جائیگا، تو وہ بھی اُسے سخت تر عذاب دیگا۔ ہاں جو ایمان لائے اور عملِ صالح کریگا، اسکے لئے بہترین صلہ ہے۔ اور ہم اُس کے لئے (دُنیاوی اُمور میں بھی) آسانی کا حکم (و معاملہ) کریں گے۔'' (۸۸۔۸۷:۱۸ الکھف)

رویّہ (Attitude of Gratitude)'' ہر سمت عیاں دکھائی دیتا ہے؛

ذوالقرنینؒ نے کہا کہ ''یہ میرے ربّ کی رحمت ہے۔'' (۱۸:۹۸ الکھف)

۲۔ آج کی اسلامی دنیا پر محض اچٹتی نظر ڈالیں، تو ذوالقرنینی خصائص کے بالکل متضاد تصویر ملے گی۔ کہیں نظامِ حکومت نے شاہی خلعت زیبِ تن کی ہے اور کہیں جمہوری قبا، مگر دونوں نہ صرف دینِ اسلام کے مزاج اور امتیاز **(اعتدال' خیر خواہی اور شریعت)** سے کوسوں دور ہیں بلکہ حکمران اشرافیہ، مسلم و غیر مسلم رعایا کے حقوق و بہبود کی بجائے اپنے دنیاوی معاملات بڑھانے اور ترغیباتِ نفس میں گُم ملتے ہیں، اسطرح درحقیقت بازوئے باطل بنے ہوئے ہیں۔ انکی بہترین عکس بندی بقول علّامہ محمّد اقبالؒ :

''چہرہ روشن' اندرون چنگیز سے تاریک تر!''

۳۔ شومئ قسمت اس ظالمانہ و قاہرانہ طرزِ حکومت کی تمثیل گائے کی تقسیم پر راضی دو بھائیوں جیسی ہے جس میں جمہور (عوام) مل کر نظام کی چاکری کرتے ہیں اور مخصوص افراد پر مشتمل گروہِ حکمران اس کا دودھ نکالتے ہیں۔ عوام اپنی پست ہمتی' گوناں گوں خوفزدگی اور گم گشتہ مقام و اہداف کے عوض اپنی کسمپرسی و لاچارگی پر راضی و مطمئن بھی ہیں اور دین و دنیا کی مزید ذِلّت آمیز گھاٹیوں میں گر جانے پر کمربستہ بھی۔ اشرافیہ کیلئے زندگی کی حقیقت قصّۂ صاحبِ دو باغاں میں مذکورہ حُبِّ جاہ و مال سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ مزید برآں حاکمیّتِ اعلیٰ کے خانے میں **''اللہ''** سے حقیقی مُراد **''ماسوا اللہ''** ہے اور آئندہ کسی پارلیمانی ترمیم سے اس بقیہ **''خانہ پُری''** کا امکان رَد نہیں کیا جا سکتا۔ معاشی نظام کی رگوں میں دجّالی کرنسی' سُودی بینکاری اور جنجالی قرضوں کا پلید خون گردش کر رہا ہے، معاشرت میں ہر سمت بد دیانتی' دھوکہ دہی' لوٹ کھسوٹ اور خواص میں کوہِ ہمالیہ مثل ذخیرۂ دولت کے باوجود **''ھل من مزید''** کی جے جیکار ہے۔ اکنافِ عالم میں **''جو بڑھ کے تھام لے، مینا اسی کا ہے''** کا سکّہ رائج الوقت ہو چکا ہے۔ اس شُترِ بے مہار دوڑ میں حلال حرام' صحیح غلط' اچھا بُرا اور اپنا پرایا جیسے

سارے تمیز و امتیاز حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے ہیں۔ یہ الحادی حکومتی واستحصالی معاشی نظام، عالمِ نزع میں خود بھی جھٹکے کھا رہا ہے اور اپنے متاثرین (عوام) کو بھی عذاب در عذاب سے دوچار کر رہا ہے۔ دینی اُمور حسن وکمال کی حقیقی روح سے خالی، کھوکھلے نعروں' جسمانی اُٹھک بیٹھک' جاہلی رسومات کے مجموعوں' بدّعات وتفرقہ بازی کی زہریلی پوٹلیوں اور دنیاوی نمود ونمائش کے مُرقّع کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ بے حسی وشقاوتِ قلبی کا اب یہ عالم ہے کہ شادی وتعزیّت میں اکثر حاضری اپنی منہ دکھائی کیلئے رہ گئی ہے اور جنازوں میں شامل سمٹتے ہجوم کا قبرستانوں میں بھی بڑا موضوعِ سخن محض ''کاروبارِ دنیا'' ہی ہوتا ہے۔

۴۔ علم، تربیّت کو پہلے ہی تین طلاق دینے کے بعد اب خود ربّ کے اسم سے جداگانہ (''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ‏ ﴿۱﴾'' کی متضاد) حیثیت میں محض پیسہ' مرتبہ یا لوازماتِ زندگی بڑھانے کی میکانکی مشین بن گیا ہے۔ یہ بقا وترقّیٔ انسانی کے قابلِ احترام اصولوں سے تنزّلی پا کر سرچشمۂ جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گیا ہے، نتیجتاً تمام اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی بندھن ٹُوٹ ٹُوٹ کر بکھر رہے ہیں۔

۵۔ اِس سریع الاثر مگر ہمہ جہت بگاڑ سے تاریخ وعقائد مسخ ہو رہے ہیں اور نسلِ نو، شاخ سے ٹوٹے پتّوں کی مانند سرکش ہواؤں کے دوش پر منتشر و بے آسرا ہے۔ عصرِ حاضر کی چکاچوند، مادّی وفنّی کمال اور دماغوں کو ماؤف کر دینے والی پُرکشش ایجادات (بالخصوص ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل) نے اُن سے بچی کھچی بیدار مغزی' معاملہ فہمی' مروّت اور ذاتی حصار سے سربلندی جیسے جواہر بھی چھین لیے ہیں۔ اللہ' قرآن اور نبی آخر الزّمانؐ کی نسبت وافتخار' پیغامِ محمدؐ کیلئے غیرت وحمیّت، محض اللہ کی رضا وخوشنودی کیلئے کلمہ اعلائے حق اور ختمِ نبوّت کے ناطے ''کارِ نبوّت'' کے داعیہ پر بھی نزع طاری ہے۔ اِن دگرگوں حالات میں جبکہ درِ توبہ بند ہونے میں پگھلتی برف کی مانند کچھ ہی سَمے باقی ہیں، مراجعتِ حق کے زرّیں اصولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آنے کی فکر اور احساسِ زیاں بھی شومیٔ قسمت ندارد ہیں۔ حتّیٰ کہ

آس پاس پھیلتی آگ کی تپش اور یقینی خودکشی کے سفر کے باوجود، گرامی قدر مستثنیات کے علاوہ، ہمہ یاراں میدانِ دنیا کی ظاہری ترقّی و عارضی شانتی پر فرحاں وشاداں ہیں۔ ان حالات پر موزوں حضرت عمرِ فاروقؓ کا انتہائی نصیحت آمیز قول ہے:۔

''مجھے اس دن سے خوف آتا ہے جب کفّار اپنے باطل پر ہونے میں فخر اور مسلمان اپنے ایمان پر شرم محسوس کرنے لگیں گے''۔

اسلامی عہدِ ذوالقرنینؓ اور یاجوجیت ماجوجیت کے دجّالی معاشرے میں حدِّ فاصل ۔ عقیدۂ توحید

۱۔ اس قصّے میں حضرت ذوالقرنینؓ کے عظیم الشّان اسلامی اقتدار وحکومت کا ذکر ہے اور قربِ قیامت میں اقوامِ یاجوج وماجوج کی زبردست بالادستی کا اشارہ بھی ہے۔ ۱۲۵ یہ دونوں نظام نہ صرف ایک دوسرے کی انتہائی ضد ہیں بلکہ لامتناہی معرکۂ حق و باطل کے امتیازی نشان بھی ہیں۔ بچوں کے کھیل ''سی سا'' (See-Saw) یا وقت کی پیمائش والی ریتلی بوتل گھڑی کی مانند **شیطانی نظام کی بیخ کُنی کر کے دینِ اسلام استوار ہوتا ہے یا پھر دینِ اسلام کے انہدام سے شیطانی نظام توانا ہوتا ہے۔ اسی لئے حق وباطل کے متضاد نظام، بیک وقت ایک ہی قطعۂ زمین یا جسمِ انسانی پر نافذ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جڑ پکڑ سکتے ہیں۔**

ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریب تمام
ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

(علّامہ محمّد اقبالؒ) (کشود یعنی ''حل'')

۲۔ عام تاثر کے برخلاف، **شیطانی نظام ایک مستقل طرزِ حیات ہے اور یہ نظام، جسم وزمین پر اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے جتنی ''دین اللہ'' کو کم از کم درکار ہوتی ہے۔ ان دونوں کو اپنی نمو پذیری اور پروان کیلئے بیک وقت عقیدہ وعمل' طرزِ زندگی وتمدّن' جذبات واحساسات اور ذوق و**

۱۲۵۔ ''اور (جب دیوار کے منہدم ہونے کا وقت آ جائیگا) اُس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ایک (قوم) دوسری (قوم) کے درمیان (تُند) موجوں کی طرح گُھس پڑے گی (یعنی یاجوج وماجوج روئے زمین پر سرکش موجوں یا سونامی لہروں کی مانند ٹوٹ پڑیں گے) اور صُور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو (میدانِ حشر میں) جمع کر لیں گے۔'' (۱۸:۹۹ الکھف)

شوق پر مکمل گرفت چاہیئے ہوتی ہے۔ اسلیئے ان دونوں میں سے ہر ایک کے ماحول سے تیار شدہ مصنوعات کی سوچ، ترجیح اور دوڑ دھوپ بھی الگ الگ ہوتی ہیں۔ اللہ کے نازل کردہ دین (یعنی اسلامی طرزِ حیات) پر عمل پیرا گروہِ انسانی **"حزب اللہ"** [۱۲۶] کہلاتا ہے اور شیطانی احکامات کی پیروی والے **"حزب الشیطان"** [۱۲۷] کہلاتے ہیں۔

۳۔ دائرۂ اسلام میں موجود شیطانی احکامات اور نفسانی ترغیبات کے سامنے ہتھیار ڈالنے والے صورتِ اسلام کے حاملین، **"قانونی طور پر دائرۂ اسلام"** کے اندر تو ہو سکتے ہیں، مگر حقیقتِ اسلام و معرفتِ ایمان سے بے بہرہ رہتے ہیں، کیونکہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی **"حاکمیّتِ اعلیٰ، مالک یوم الدّین، رزّاق اور نافع وضار"** جیسی صفات نے ان کے دلوں میں حقیقتاً گھر کیا ہوتا ہے اور نہ ہی قصّۂ صاحبِ دو باغاں کی طرح وہ روزِ جزا و سزا پر ایمان با القلب رکھتے ہیں۔ ان کیلئے قصّہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ میں نمایاں **"حاضر و موجود"** اور **"آج و ابھی"** ہی سب سے بڑی حقیقت ہوتے ہیں۔ **اس فانی قیامِ دنیا میں نیابتِ الٰہی (خلیفۃ اللہ فی الارض) یا عالمگیر اقامتِ دین، کامل شہادتِ انسانی اور مکمل دین کے تمام شُعبوں پر عملدرآمد کرنا اُن کے مقاصدِ زندگی میں شامل ہی نہیں ہوتے۔** [۱۲۸] ان کی زندگی مستقل ایک ہی دائرے میں محوِ سفر رہتی ہے اور وہ محدود آرائشی اقدامات سے آگے بڑھنے سے معذور رہ جاتے ہیں۔ چونکہ قلبِ انسانی میں رحمٰن بستا ہے یا شیطان، اسی لئے انسانی ذوق و شوق کا حتمی محور آخرت یا دُنیا میں سے بھی ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اسلیئے انکی ذہنی اختراع کہ رند کے رند رہیں گے اور ہاتھ سے جنّت بھی نہیں جائیگی کی اصل حقیقت **"سراب"** سے زیادہ

۱۲۶۔ "اور جو اللہ اور اسکے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنائے (وہ اللہ کے لشکر میں شامل ہوگا اور) وہ یقین رکھے کہ اللہ کے لشکر ہی غلبہ پانے والے ہیں۔" (۵:۵۶ المائدہ)

۱۲۷۔ "شیطان نے اُن پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور اُنکو اللہ کی یاد بُھلا دی ہے، وہی (تو) شیطان کا گروہ ہیں۔ (علی الاعلان) سُن لو شیطان ہی کا گروہ گھاٹے والا ہے۔" (۵۸:۱۹ المجادلہ)

۱۲۸۔ "اے ایمان والو! اسلام میں پُورے کے پُورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تو تمہارا کُھلا دُشمن ہے۔" (۲:۲۰۸ البقرہ)

کچھ نہیں۔ وہ دراصل حقیقی اسلام سے دستبردار ہو کر **"مَن پسند اسلام"** پر ایمان رکھتے ہیں (جسکی درحقیقت کوئی اصل نہیں) اور عصرِ حاضر میں اسلام کے انقلابی شُعبوں کو ساقط و غیر ضروری سمجھ کر **"طاغوتی فوج"** میں رضا کارانہ سپاہی بھرتی ہو جاتے ہیں۔ [۱۲۹] حضرت عمرِ فاروقؓ نے اسی حقیقت کا یوں انکشاف فرمایا کہ **"اگر نیکی اور بدی کو ایک جگہ اکٹھا کر دیں تو بدی نیکی پر حاوی ہو جائیگی۔"** اللہ تعالیٰ نے شرک **(یعنی غیر اللہ کو اِلٰہ بنا لینا' اللہ کے سوا کسی ہستی و طاقت کو مافوق الطبعی انداز میں کوئی نفع یا نقصان دینے والا سمجھ لینا یا اسے کائنات میں متصرّف و موثر تسلیم کر لینا) کو عظیم ظلم** [۱۳۰] **اور نا قابل معافی گناہ** [۱۳۱] قرار دیا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا، لاالٰہ، تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں، تو کچھ بھی نہیں

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۴۔ توحیدی عقائد کو مجروح و خارج کر کے، جب کوئی بھی شرکیہ و شیطانی عقائد کو دل میں راسخ کر لیتا ہے تو روح کا بگاڑ، ایک جسم سے ترقّی کر کے پھیلتی آگ کی طرح، پورے معاشرے کو اپنی فسادی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ پھر یہ عالمگیر سطح پر ایسی **"مہلک ترین متعدّی بیماری"** کی شکل اختیار کر جاتا ہے کہ جسکے متاثرین، ہر حکمِ الٰہی کو پامال کرنا اور ہر دینی نشان کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہی کامیابی سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً سخت دین بیزار اور خُدا مخالف معاشرے میں ہر گاہ محض شیطانی عزائم اور مقصوداتِ دنیا و نفس کی خوفناک چکّی گھوم جاتی ہے۔

۵۔ اس تناظر میں غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ اسلامی عہدِ

۱۲۹۔ "اہلِ ایمان کا کارساز (تو) اللہ ہے، وہ انہیں (کفر و جہالت کے) اندھیروں سے (ایمان و ایقان کی) روشنی کی طرف نکال لیجاتا ہے۔ اور کافروں کے حامی و مددگار طاغوت (یعنی غیر اللہ، شیاطین وغیرہ) ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف لیجاتے ہیں، یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں کہ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔" (۲:۲۵۷ البقرہ)

۱۳۰۔ "اور (یاد کرو) جب لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔" (۳۱:۱۳ لقمان)

۱۳۱۔ "بے شک اللہ اس بات کو نہیں معاف کرتا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اسکے علاوہ جس (گناہ) کو چاہے بخش دے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو وہ راہِ راست سے ہٹ کر بے انتہا دور جا پڑا۔" (۴:۱۱۶ النسا)

ذوالقرنینؒ اور شیطانی دورِ یاجوج و ماجوج میں حدِّ فاصل، توحید اور شرک کے درمیان قائم ''اسلام کی آخری سرحد'' ہے۔ دورِ فتن میں اسی امتیازی سرحد کے نشان و تمیز دُھندلے ہوتے ہوتے مِٹ جاتے ہیں اور نتیجتاً حق و باطل کی تفریق و منفرد پہچان ناممکن ہو جاتے ہیں۔ عظیم انحطاط کے اس نتیجہ خیز مرحلے میں گروہِ شیطان کیلئے نسلِ انسانی کا شکار بھوکے بھیڑیوں کا معصوم بھیڑوں کے ریوڑ میں گُھس کر خونخوار حملے سے بھی زیادہ تباہ کن ہو جاتا ہے۔ ۱۳۲ نبی آخر الزّماںؐ نے جانثار صحابہؓ سے ایک لرزہ خیز خطاب میں آج واضح ہوتے امتیازی نشانوں کے مرحلہ وار تحلیل ہو جانے کی شاندار تصویر کشی کی ہے:۔

''تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکش اور تمہارے نوجوان فاسق ہو جائینگے اور تم جہاد چھوڑ دو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا؛ اللہ کے نبیؐ کیا ایسا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا؛ ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسا ہونیوالا ہے بلکہ اس سے بدتر ہوگا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی (بھلائی) کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے بھی نہیں روکو گے؟ ۱۳۳ صحابہؓ نے عرض کیا؛ اللہ کے نبیؐ کیا ایسا بھی ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا؛ ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسا ہونیوالا ہے بلکہ اس سے بدتر ہوگا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگو گے؟'' (کنز العمّال)

3 سفر، 3 قومیں اور 3 طرزِ عمل

۱۔ حضرت ذوالقرنینؒ کی مغربی پیش قدمی: حضرت ذوالقرنینؒ اور انکی عظیم الشّان افواج نے اپنے پہلے معرکے کی تیاری مکمل کی اور بلندیٔ حق کیلئے منزلوں پر منزلیں مارتے

۱۳۲۔ ''۔۔میں (شیطان) قسم کھاتا ہوں کہ میں آپ (اللہ) کی سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) پر بیٹھوں گا پھر اُن (انسانوں) پر سامنے سے اور عقب سے بھی حملہ کروں گا اور انکی داہنی اور بائیں جانب سے بھی حملہ آور ہونگا اور آپ اُن میں سے اکثر کو (اپنا) ناشکرا پائیں گے۔'' (۱۶۔۱۷:۷ الاعراف)

۱۳۳۔ ''تم بہترین اُمّت ہو جسے تمام انسانوں (کی راہنمائی) کیلئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔'' (۱۱۰:۳ آلِ عمران)

سورۃ الکہف

مغربی اُفقی کنارے پر جا پہنچے، جہاں انہوں نے سورج کو ''سیاہ پانی'' ۱۳۴ میں ڈوبتے پایا (سُورج کبھی ڈُوبتا نہیں ہے بلکہ حکمِ ربیّ کے تحت اپنے لازوال سفر پر رواں دواں رہتا ہے)۔ اِس استعارے سے مُراد ہوسکتی ہے کہ کسی شام کے وقت انکے کاروانِ عزیمت واستقلال کے راستے میں سمندر آ گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بحرِ اسود (Black Sea) کے کنارے جا پہنچے ہوں۔ یہاں حضرت ذوالقرنینؒ نے پہلی قوم کیلئے اپنا اصولی فیصلہ اور پالیسی بیان ان قرآنی الفاظ میں جاری فرما کر ہمیشہ کیلئے صالح کردار، عالی ظرف مردانِ حُر کو طاقت واقتدار کے دُرست استعمال کی تعلیم فرمادی اور یہی نظامِ حکومت ہے جو اللہ کے بندے اُسکی زمین پر نافذ کر کے اپنی خلافت (یعنی مسلسل ربّانی اتھارٹی) کا حق ادا کرتے ہیں:۔

''جو سرکشی کریگا، اسے ضرور سزا دیں گے۔۔۔۔ اور جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا، اُسے بدلے میں بھلائی ملے گی۔'' (۸۷۔۸۸:۱۸ الکھف)

۲۔ حضرت ذوالقرنینؒ کی مشرقی پیش قدمی: مشرقی معرکے کے اخیر میں حضرت ذوالقرنینؒ طلوع الشّمس کی جگہ پہنچے تو وہاں انکی ایسی قوم سے مُڈ بھیڑ ہوئی جن کے پاس سورج کی تپش سے کوئی آڑ نہ تھی، اس قوم کو حضرت ذوالقرنینؒ نے انہی کے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ شائد ایسی قوم تھی کہ جن کے پاس نہ ہی کوئی عصری علوم وفنون تھے اور نہ ہی درختوں وغیرہ کی شکل میں کوئی سایہ تھا۔ ۱۳۵ اِس انتہائی مشکل قرآنی منظرنامے کو اگر دورِ حاضر پر منطبق کریں اور موجودہ نظامِ طاقت (جو کمزوروں کے تمام قدرتی وسائل پر بزورِ شمشیر قبضہ کرنا اپنا وراثتی حق جانتا ہے) کے برعکس، صالح نظامِ حکومت کا تصوّر کریں تو حضرت ذوالقرنینؒ کا اُس خستہ حال قوم پر عسکری چڑھائی نہ کرنے کا عمل قرینِ انصاف نظر آتا ہے، واضح راہِ عمل متعیّن کرتا ہے

۱۳۴ ''پس اُس (ذوالقرنینؒ) نے (مغربی مہم کے رسد واسباب کی) تیاری کی۔ یہاں تک کہ جب وہ غروبِ آفتاب کے مقام پر پہنچا تو اُس نے سورج کو (اُفقِ مغرب میں) سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا پایا۔۔۔۔۔'' (۸۵۔۸۶:۱۸ الکھف)

۱۳۵ ''پھر اُس (ذوالقرنینؒ) نے (مشرقی مہم کے رسد واسباب کی) تیاری کی۔ یہاں تک کہ جب وہ طلوعِ آفتاب کے مقام پر پہنچا تو اُس نے سورج کو ایک (ایسی) قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جس کیلئے ہم نے سورج سے کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔۔۔'' (۸۹۔۹۱:۱۸ الکھف)

اورقرآنی الفاظ کے ایجابی مفہوم کا اثر بھی رکھتا ہے۔یعنی انہوں نے وہاں بظاہر بنجر زمین پر موجود قدرتی شمسی توانائی یا کسی دوسرے موجود قدرتی وسائل کو "**قدرت کے باوجود**"، اپنے زیرِ استعمال لاکر استحصال کرنے کی بجائے، اسی خستہ حال وغیر ترقّی یافتہ قوم کیلئے ہی وقف کردیا جوکہ بالفعل اُنکی خدمت تھی۔شائد انہوں نے خام قومی وسائل کو اس غیر ترقی یافتہ قوم سے متعارف کروانے کا کوئی بندوبست بھی کردیا ہو، واللہ اعلم۔

۳۔حضرت ذوالقرنینؒ کی تیسری پیش قدمی: حق کا پُھریرا بلند کرتے، تیسری پیش قدمی کے دوران، افواجِ ذوالقرنینؒ کا گزر پہاڑی علاقے میں ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنی بات نہیں سمجھا پاتی تھی۔ بہرحال اس قوم نے اپنا ماضی الضمیر بیان کیا اور دو پہاڑوں کے درّے سے دَر آنے والی فسادی اقوام (یاجوج وماجوج) کی غارت گری کے خلاف حفاظتی دیوار (بند یا پُشتہ) بنانے کی درخواست کی اور اس سلسلے میں اپنی ہر ممکنہ امداد کا یقین بھی دلایا۔حضرت ذوالقرنینؒ نے اُنکی افرادی مدد قبول کی، خراج کو رَد کردیا اور اللہ کی عطائی قوّتوں کی تعریف بیان کی۔ پھر انہوں نے ناقابلِ تسخیر دیوار کی تعمیر مکمل کی۔ اگلی تین آیاتِ مبارکہ (۹۹،۹۸،۹۷:۱۸) ۱۳۶؎ بے شمار اسرار و رموز کی حامل ہیں اور دجّالی فتنے اور اس کی پشت پناہ اقوام ِیاجوج وماجوج کی گہری دُھند میں لپٹی حقیقت جاننے کیلئے "**شاہ کلید**" (Master Key) کی حیثیت رکھتی ہیں، انکا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے (جبکہ مزید تفصیلات آگے آئیں گی):

اوّل۔ یاجوج وماجوج (وقتِ مقرّرہ تک) نہ دیوار پر چڑھ کر اُسے پھلانگ سکتے تھے اور نہ ہی اس میں نقب/سَن لگانے یا سوراخ کرنے کی صلاحیت پیدا کرسکتے تھے۔ (مفہوم: ۱۸:۹۷الکھف)

۱۳۶؎ "پس (اسطرح ایک ایسی دیوار تیّار ہوگئی کہ) وہ (اقوامِ یاجوج وماجوج) نہ تو اس دیوار پر چڑھ (کر پھلانگ) سکتے تھے اور نہ اُس میں نقب ہی لگا سکتے تھے۔(ذوالقرنینؒ نے کہا کہ) یہ میرے ربّ کی رحمت ہے۔ہاں جب میرے ربّ کا وعدہ آن پہنچے گا تو وہ اس (دیوار کو) زمین بوس کردیگا، بیشک میرے ربّ کا وعدہ حق ہے۔اُس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ایک (قوم) دوسری (قوم) کے درمیان (تُند) موجوں کی طرح گُھس پڑے گی (یعنی یاجوج وماجوج روئے زمین کی آبادیوں پر سرکش موجوں کی مانند ٹوٹ پڑیں گے) اور صُور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو (میدانِ حشر میں) جمع کرلیں گے۔" (۹۹۔۹۷:۱۸الکھف)

دوئم۔ اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ ساعت کے وقت، حکمِ الٰہی سے دیوار پیوندِ خاک ہوجانی تھی اور اسکی روکنے کی تمامتر صلاحیت کا خاتمہ ہوجانا تھا۔ (مفہوم: ۱۸:۹۸الکھف)

سوئم۔ قربِ قیامت میں روئے زمین پر اقوامِ یاجوج وماجوج سرکش موجوں (یا سونامی لہروں) کی مانند پھیل کر ایک دوسرے میں اور باقی آبادیوں کے اندر عالمگیری تباہی وفساد کیلئے گُھس جائیں گے اور پھر صُورِ اسرافیل پھونک دیا جائے گا۔ (مفہوم: ۱۸:۹۹الکھف)

حفاظتی دیوار کی تعمیر وترکیب۔قرآن عالیشان میں ایک دیوار کی اتنی تفصیلات کا شاندار بھید

معروف قرآنی اسلوب ہے کہ جب کہیں ایک معاملے کا طویل تر ذکر ہو تو اسکا فوری مفہوم اس موضوع کی نسبتاً زیادہ تعلیمی اہمیت وعلمی افادیت ہے۔مگر یہاں حیرت انگیز طور پر خانہ کعبہ اور مسجدِ اقصیٰ (جہاں حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدّس تعمیر کیا جو یہودیوں میں **ہیکلِ سلیمانی** کے نام سے معروف ہے) جیسے مبارک ترین مقامات (یعنی موجودہ قبلہ اور قبلۂ اوّل) کی بہ نسبت، ماضئ بعید کی اِس دیوار کی طویل تر تعمیراتی وجُزیاتی تفصیلات کی نظیر پورے قرآن عالیشان میں نہیں ملتی۔ ۱۳۷؎ حفاظتی دیوار کی تعمیر وترکیب کے سلسلے میں اِس نادر قرآنی اسلوب کے اندر مندرجہ ذیل حکمتیں قابلِ غور ہیں (واللہ اعلم بالصّواب):۔

ا۔بڑی آزمائش کیلئے بڑا انتظام۔ یہاں نہ صرف صالح سلطان کی بے پایاں حکمت، مہارت وصنّاعی کی قدر افزائی ہے بلکہ دورِ دجّال میں خدا بیزار، سرکش وظالم معاشرے سے حفاظت کیلئے انتہائی مضبوط اور پائیدار انتظامات کی ضرورت وافادیت کو اظہر من الشّمس کرنا ہے۔یعنی کہ جتنا بڑا فتنہ ہے اتنے ہی عظیم تر حفاظتی ومدافعتی اقدامات کی ضرورت پر بھرپور زور ہے۔ چونکہ دجّال کا فتنہ سب سے مہلک اور ہلاکت خیز ہے، اس لئے نبی آخرالزّمانؐ پر غیر متزلزل ایمان رکھنے والوں کیلئے اپنے متاعِ ایمان کی حفاظت کیلئے اپنی جان تک پر کھیل جانے کا زبردست داعیہ ہے۔

۱۳۷؎ "(ذوالقرنینؒ نے کہا کہ) مجھے لادو لوہے کے ٹکڑے۔یہاں تک کہ جب پاٹ دیا اس خلا کو جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو کہا دھونکو یہاں تک کہ جب کردیا اسے آگ کا انگارہ تو کہا لاؤ میرے پاس انڈیلوں گا میں اُس کے اوپر پگھلا ہوا تانبہ۔سو نہ اُن میں طاقت ہے کہ اُس (دیوار) پر چڑھ سکیں گے اور نہ لگا سکیں گے اُس میں نقب۔" (۹۷۔۹۶:۱۸الکھف)

۲۔ پیشہ ورانہ امور پر مہارت کی افادیت۔ عصری علوم وفنون کی ماہر ذوالقرنینی سپاہ نے لوہے کے بلاک ٹکڑے (اینٹیں) جوڑ کر بلند وبالا اور مضبوط دیوار سے دو پہاڑوں کے درمیانی درّے کو پاٹ دیا۔ انہوں نے فولادی اینٹوں کے اوپر گرم پگھلا ہوا تانبا بھی انڈیل دیا۔ جس سے نہ صرف تمام اینٹیں یکجان ہوگئیں بلکہ اینٹوں کی درمیانی جھریوں پر پاؤں ٹیک کر اوپر چڑھنا بھی ناممکن بن گیا۔ یہ غیر معمولی طور پر تفصیلی ضابطے مومنین کو اپنے تمام تر پیشہ ورانہ امور اور عصری فنون پر مکمل عبور حاصل کرنے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

ولایت ، پادشاہی ، علمِ اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اِک نکتہ ایماں کی تفسیریں

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۳۔ فرقہ بازی کا ناسُور اور حضرت ذوالقرنینؒ کا اجل تریاق: یاجوج وماجوج جیسے کٹھن فتنے سے نمٹنے کیلئے حضرت ذوالقرنینؒ نے تعمیر میں عام پتھروں یا مٹی کے گارے کی بجائے لوہے کے ٹکڑے استعمال کئے اور ان پر گرم پگھلا ہوا تانبہ اُنڈیل کر نہ صرف ٹکڑوں کو مستحکم کر دیا بلکہ تمام رَخنوں کو بھی مکمل بھر دیا (اینٹوں کی درمیانی جھریوں کے خاتمے میں اپنی صفوں و حفاظتی حصاروں میں ہر قسم کے شگاف یا خامی کو کامل بھر دینے کا اشارہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا)، نتیجتاً دیوار ناقابلِ تسخیر ہوگئی۔ بعینیہ ایسے ہی جب اُمّتِ محمدیہؐ تمام گروہی، لسانی، مسلکی اور فکری تعصّبات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو باہم یکجان کرلے اور اُن پر خوفِ خُدا کی شدید تپش ڈالے، ۱۳۸ تو پھر مسلمان بھی بڑے سے بڑے فتنے کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ۱۳۹ ناقابلِ تسخیر بن جائیں گے۔ اللہ کی غیر مُنقسم رسّی (یعنی قرآن وسُنّت) ۱۴۰ مضبوطی سے تھامنے والے ایسے جانبازوں کی دھاک،

۱۳۸۔ ''(مومنو!) رجوع کئے رہو اُس (اللہ) کی طرف اور اُسی سے ڈرو اور قائم کرو نماز اور نہ ہو جانا تم مُشرکوں میں سے۔ (یعنی) اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا اور بٹ گئے الگ الگ فرقوں میں۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ (رسوم ورواج اور جُملہ عقائد کی توضیحات) ہے، وہ اُسی میں خوش ہے۔'' (۳۲۔۳۱:۳۰ الروم)

۱۳۹۔ ''بے شک اللہ اُن سے محبت کرتا ہے جو اُسکی راہ میں اسطرح صف بستہ جہاد کرتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔'' (۶۱:۴ الصّف)

۱۴۰۔ ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔۔۔'' (۳:۱۰۳ آلِ عمران)

دُشمنوں کے دلوں میں مسبّب الاسباب تادیر بٹھا دیتا ہے۔ پس دورِ فتن میں ہر شُعبہ ھائے زندگی سے متعلّقہ مُتنوّع افراد، اداروں اور وسائل کو سیسہ پلائی ہوئی ذوالقرنینی دیوار کی مانند، باہم جُڑنے اور اعلیٰ ربّانی مقاصد کے حصول کیلئے تمام کاوشوں (بشمول فکری، عملی وروحانی تیّاریوں) کو کامل ہم آہنگی سے بروئے کار لانے کا زبردست داعیہ ہے وگرنہ ناقابلِ بیان نُقصان کا احتمال ہے۔ المختصر یہاں برتر قرآنی ضابطے کی نسبت سے آفاقی قانونِ فطرت **''تفاوت میں وَحدت (Unity in Diversity)''** پر عمل پیرا ہو کر تمام اکائیوں کو یکجان مالا میں پرونے اور اتّفاق کی لازوال برکتوں سے فیضیاب ہونے کا عملی سبق ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ ؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۴۔ عصری علوم کی تحصیل وابلاغ کا پُر حکمت طریقہ۔ اس مقام پر جہاں ایک طرف اقوامِ یاجوج وماجوج کے خلاف مظلوم قوم کی مخصوص تعمیراتی عمل و مدافعتی تزویرات سے لاعلمی نظر آتی ہے تو دوسری طرف ذوالقرنینی لشکر کی فنّی مہارت اور مظلوم قوم سے بھرپور تعاون دکھائی دیتا ہے۔ یہ حکیمانہ منظر نامہ ظاہر کرتا ہے کہ دورِ دجّال میں عصری علوم و فنون (بالخصوص جو عالمی سطح پر شیطانی دراندازیوں اور غیر متوازن سائنسی، ۱۴۱ سیاسی،

۱۴۱۔ ہر شعبہ ھائے زندگی میں جدید سائنس وٹیکنالوجی کی انتہائی تیز رفتار ترقّی کو حقیقی پرکھ کے پیمانے پر جانچنے کیلئے ہم دیکھیں کہ یہ نسلِ انسانی کی حیات و بقاء پر مثبت اثرات ڈال رہی ہے یا نہیں؟ یہ دنیا سے غربت، قحط سالی، ماحولیاتی تباہیاں، زہر آلودگی، قتل وغارت وتباہی، انسانی ناقدری، خودکش معاشی ومعاشرتی ناہمواریاں کم کر رہی یا نہیں؟ اقوام متحدہ کے عالمی چارٹر کے مطابق بنیادی انسانی حقوق (یعنی انسانی قدر و وقار، عورت مرد کے مساوی حقوق، معاشرتی ترقی، زندگی کے بہتر معیار اور حقیقی آزادی وغیرہ) کے حصول کی کوششیں کامیاب ہیں یا نہیں؟۔ ڈیجیٹل یا ورچوئل دُنیا کا جو نقشہ ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ پر دکھایا جاتا ہے، وہ حقیقی دنیا کی تلخ حقیقتوں کے مطابق ہے یا نہیں؟ معصوم انسانیت کو جدید سائنسی ترقّی نے مسکراہٹیں دی ہیں یا خوف و دہشت اور دُکھوں کے پہاڑ؟ اس غیر تجریدی ٹکٹکی پر کَس کر پرکھیں تو عہدِ حاضر میں سائنسی ترقّی کی رفتار تاریخی تو ہے مگر تاریخ ساز نہیں۔ غیر متوازن سائنسی ترجیحات سے ایسا لگتا ہے کہ سائنسی جُستجو کے اوپر سائنس سے بڑھکر ایک مخصوص جنونی ذہنیت حاوی ہے جو فطرت کے مقابلے میں تن کر کھڑی ہے۔ مثلاً مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کے عروج پر لیجنڈری سائنسدان سٹیفن ہاکنگ کا اعتراض ہے کہ روبوٹ اگلے 100

(بقیہ حصّہ اگلے صفحے کے آخر میں دیکھیں)

علمی وفکری ترجیحات کی سخت پڑتال میں استعمال ہوسکیں) کا حصول عام بندوں کیلئے مشکل اور دل آزار حتّٰی کہ تقریباً ناممکن بنا دیا جائے گا۔ ان شعبوں میں انہی کیلئے راستہ کھلا چھوڑا جائیگا جو شیطانی عقائد و اعمال کی تبلیغ و اتباع پرتن، من اور دھن سے راضی ہو جائیں گے یا بہ امرِ مجبوری، جن غیر معمولی ماہرین سے ''محدود پیمانے'' پر تحقیق و تجربات وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ البتہ اِس مقام پر عصری علوم کی فوری اہمیت کی وجہ سے مومنین کیلئے ہر ممکنہ حکمت و تدبیر کو بروئے کار لاکر انکا حصول اور بعدازاں وسیع تر اشاعت کی طرف توجّہ مبذول ہوتی ہے۔ اس لئے سُنّتِ ذوالقرنینؑ کے مطابق اہلِ حق میں موجود ماہرینِ علم و دانش اپنے اپنے شعبوں میں تعلیم و اشاعتِ علم کو عام و مربوط کرنے میں ذرا تامل نہ کریں اور ہر ذریعۂ ابلاغ کو بھرپور حکیمانہ انداز سے زیرِ استعمال لائیں۔ نبی آخرالزّمانؐ نے فرمایا:

(۱۴۱۔ بقیہ) سالوں میں قیامت ڈھادیں گے اور مصنوعی ذہانت کی انتہائی ترقّی نوعِ انسانیت کا خاتمہ کردے گی۔ انتہائی مکّاری سے فرضی دُشمنوں کو تراش کر خونخوار دہشت گردی کے ناسور میں جکڑی دُنیا کے عالمی دفاعی اخراجات 2012ء میں بڑھتے بڑھتے 1733 ارب ڈالر تک پہنچ گئے جبکہ دنیا سے غربت ختم کرنے کیلئے محض 135 ارب ڈالر چاہییں۔ مہلک ترین ہتھیاروں کی دوڑ انسانیت کو کُلّی تباہی کی سمت بگٹٹ بھگا رہی ہے حتّٰی کہ ایٹمی سائنسدانوں کی عالمی تنظیم (Bulletin of Atomic Scientists) نے ''قیامت کی گھڑی'' کا آخری تباہ کن لمحہ مزید قریبی مقرّر کردیا ہے۔ جنیاتی سائنس اور بازاری مصنوعات کے اندر خنزیر کے اجزا بڑھتے جارہے ہیں جو جسمِ انسانی میں جسمانی سے لیکر فکری تبدیلیاں ممکن بنا رہے ہیں۔ 1998ء میں ترقی پذیر ممالک میں 61 لاکھ افراد ایسی بیماریوں سے ہلاک ہوئے جو قابلِ علاج تھیں یعنی ملیریا' خنّاق (ٹی بی) اور سانس کی بیماریاں۔ مصنوعی موسمی تبدیلیوں کے نتیجے میں قحط سالیوں وغیرہ اور کئی مصنوعی مہلک بیماریوں کے ذریعے نسلِ انسانی کو موت کے منہ میں دھکیلا جارہا ہے۔ نگرانی اور تفریح کے نت نئے ڈیجیٹل طریقے جہاں ایک طرف خوف، سہولت اور تفریح کے جذبات سے اندھا منافع کمانے کا کھیل ہیں وہیں انسانوں کو بے حس مشینیں بنا رہے ہیں اور انجانے میں ڈیجیٹل غلام (Zombie) بنا رہے ہیں۔ فیشن، سوشل میڈیا اور آزادی کے اطلسی غلافوں میں انسانی سوچ کو ''تقسیم برائے حکومت'' (Divide & Rule) کے پُرانے اصولوں پر تقسیم در تقسیم کے ہشت پا (Octopus) میں پھنسا کر محدود تر کیا جارہا ہے۔ اقوامِ عالم نادیدہ قوّتوں کے ہاتھوں سخت ترین شرائط پر عالمی قرضوں کی دلدل میں اترتے جارہے ہیں۔ امیر قومیں دُنیا کی 30% خوراک ضائع کردیتی ہے مگر تیسری دُنیا میں ایک ارب سے زائد غریب لوگ بھوکے سوتے ہیں۔ ترقّی یافتہ قومیں جہاں تیسری دنیا کے قدرتی وسائل غصب کررہی ہیں وہاں انکے درمیان اوسط عمر، بیماریوں، وسائل کے استعمال اور قومی ترجیحات میں زمین آسمان کا فرق آچکا ہے حتّٰی کہ ترقّی یافتہ ممالک کے شہریوں میں بھی خطِ تقسیم اس قدر گہرا ہوگیا ہے کہ لوگ 1% مراعات یافتہ طبقہ سے سخت نالاں ہیں۔ چند غیر ملکی کمپنیاں ہر میدان میں جبری اجارہ داری بڑھا رہی ہیں، اب انکے زرعی بیج اور ڈبہ بند خوراک تک عام ہوگئے ہیں۔ فضائی آلودگی اور سمندری آلودگی میں بے تحاشہ اضافہ ہورہا ہے مگر انسانی بقا کیلئے شدید مضمرات کے باوجود ترجیحات میں شامل نہیں۔ 1957ء سے خلائی تحقیقات کے لئے 41000 انسانی مشینیں خلا میں گئیں اور اب صرف 10% فعّال ہیں جبکہ باقی خلائی آلودگی بڑھا رہی ہیں۔ بین الاقوامی خلائی مرکز کی دیکھ بھال پر ہر سال 100 ارب ڈالر خرچ ہوتے ہیں مگر انسانیت کیلئے اسکی خدمات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ چاند کے جنونی سفر کا اچانک خاتمہ ہوگیا مگر اب مریخ کے سفر کیلئے 400 ارب ڈالر مختص کردیے گئے ہیں۔ اس سارے سائنسی فساد و بگاڑ پر کارپوریٹ پُتلی میڈیا نے اپنے ذہن ساز ہتھکنڈوں کی خوشنما چادر ڈال رکھی ہے تاکہ خودکُشی کے راستے پر فراٹے بھرتی انسانیت کہیں حقائق جوڑ کر بڑی دجّالی تصویر (Big Evil Picture) نہ دیکھ کر بدک جائے اور کامیابی کے جھنڈے گاڑتا شیطانی منصوبہ، آخری مراحل میں تلپٹ ہوجائے۔

''حِکمت مومن کی گُمشدہ میراث ہے، جہاں سے ملے، اُسے لے لے'' (سنن ترمذی)

۵۔ تعمیری ترکیب میں مضمر توشۂ دانش و عمل۔ دجّالی تہذیب وتمدّن کی نمایاں علامات کفر، فساد اور غارت گری ہیں۔ اسی لئے اسکے علمبردار، عالمِ اسباب میں، مادّی طاقت اور حیاتِ دنیوی کے سوا ہر چیز کے مُنکر ہیں۔ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اس فانی زندگی کی فوری ترقی و خوشحالی اور نقد تفریح و موج مستی پر مرکوز رکھتے ہیں۔ اسکے برعکس ''اہلِ حق و احسان'' دنیا کو ٹرانزٹ لاؤنج (مسافر خانہ یا سرائے) سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اسی لئے وہ یہاں ایک ایسا ''گوشۂ ایمان و عافیت'' تعمیر کرنے میں سرگرداں رہتے ہیں، جہاں کفر کی جگہ ایمان وایقان' فساد کی جگہ امن وسلامتی اور غارت گری کی جگہ ترقّی و فلاح کے شعبے مضبوط کئے جاسکیں۔ جسطرح حضرت ذوالقرنینؑ نے دیوار تعمیر کرکے دنیا کو یاجوج و ماجوج کے فساد و تباہی سے محفوظ کردیا، اسی طرح گوشۂ ایمان و عافیت جیسی محفوظ کمین گاہ کی شعوری تعمیر و مضبوطی اپنے مکینوں کو نہ صرف فتنۂ دجّال سے محفوظ رکھے گی بلکہ حیاتِ دنیوی سے بڑھ کر حیاتِ اُخروی میں بھی کامیابی و بلند اقبالی کی ضامن ہوگی۔

دُنیا میں ہوں، دُنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں، خریدار نہیں ہوں

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور تیسرے پُراسرار سفر کی عُقدہ کشائی

۱۔ ''وَيَسْـَٔلُوْنَكَ'' روح (۸۵:۱۷ بنی اسرائیل) اور ذوالقرنینؑ (۸۳:۱۸ الکہف) سے متعلّقہ دونوں یہودی سوالات پر مخصوص اندازِ قرآنی ہے۔ اگرچہ یہ ''نبوی پرچول کے سوالات'' اہلِ مکّہ نے پوچھے مگر قرآن عالیشان کا یہ ''مخصوص انداز'' کُفّار کیلئے انتہائی حیرت انگیز ہوگا کہ اس انداز سے نہ صرف پڑتالی سوالنامے کے پیچھے اصل فتنہ پرور قوم بے

نقاب کر دی گئی بلکہ پُراسرار سوالات کے پردے میں لپٹے (آگے اخفا ہوتے) اصل مُدعا کو بھی کھول کر بیان کر دیا گیا۔ حالانکہ یہودی علماء کے شاطرانہ طرز پر ترتیب دیے سوال میں محض دونوں کناروں کے مسافر کی بابت پوچھا گیا تھا مگر قرآن عالیشان حضرت ذوالقرنینؑ کے مغرب و مشرق کے معرکوں کا حال بیان کرتے کرتے اچانک ایک تیسرے سفر کی طرف رُخ کرتا ہے اور حیرت انگیز طور پر اسکا حال باقی دونوں مسافتوں کی نسبت زیادہ تفصیلاً بیان کر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہودی علماء نے نبی آخرالزّمانؐ کی نبوّت کی جانچ کیلئے جو تین سوالات منتخب کئے تھے ان میں عظیم تر بھید اسی ''نیم مکمل مگر تیکھے سوال'' کے اندر ہی چھپا رکھا تھا جس کو قرآن عالیشان میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوبؐ کی اُمّتِ مرحومہ کیلئے خوب کھول کر بیان کر دیا ہے۔ دورِ نبویؐ میں بھی یہودی علماء چونکہ شیطانی علوم (جادُو اور کبالا) کے روحِ رواں تھے، اسلیئے قُربِ قیامت میں مسیحِ کذّاب کی سربراہی میں اپنے بے مثال عروج اور دجّالِ اکبر کی پشت پناہ ''افواج یاجوج وماجوج'' کی اہمیت سے انکی آگاہی بعید از قیاس نہیں ہے۔ اسی تناظر میں اُنکا بزبانِ نبوتؐ ''شیطانی ترکش کے مہلک ترین تیروں اور دجّالِ اکبر کے سریع الاثر جتّھوں'' کی پسِ دیوار قید سے رہائی کے بارے میں علم حاصل کر لینے میں متجسّس و مشتاق ہونا قابلِ فہم بھی ہے اور کثیر تر قرآنی تفصیلات کا حکیمانہ منہج بھی (واللہ اعلم بالصّواب)۔

اقوامِ یاجوج وماجوج کے تین ادوار

قصّہ حضرت ذوالقرنینؑ کے اندر اقوامِ یاجوج وماجوج کے تین منفرد ادوار کا ذکر ملتا ہے، جنکی تفہیم بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ ہٹاتی ہے اور عصرِ حاضر کی ناگزیر حقیقتوں کو جاننے کیلئے اکسیری درجہ رکھتی ہے۔

۱۔ ابتدائی فساد کا دور۔۔۔۔۔ننگی جارحیت و بلاروک دراندازی: حضرت ذوالقرنینؑ کی آمد سے پہلے پہاڑی علاقے میں بسنے والی مظلوم قوم کی زندگی اقوامِ یاجوج و

ماجوج کے بلاروک ظلم و استحصال سے اجیرن بنی ہوئی تھی۔ وہ خوف و دہشت کی اس بُری حالت میں تھی کہ اپنی داستانِ غم بھی نہ بیان کر پاتی تھی۔ چونکہ زبانیں تو انتہائی مغربی یا مشرقی کناروں پر بسنے والی قوموں کی بھی ذوالقرنینی زبان سے لامحالہ مختلف ہی ہوں گی اور مقتدر سلطان کے پاس کئی زبانوں کے مترجمین کا موجود ہونا بھی کوئی غیر معمولی امر نہیں ہو گا، چنانچہ یہاں یہ لطیف نکتہ گمان میں آتا ہے کہ معاملہ محض اُس مظلوم قوم کی مختلف یا مشکل زبان کے معروف فہم سے غالباً بڑھ کر ہوگا: [۱۴۲]۔ مثلاً اپنی گذشتہ تمام ناکامیوں کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ کی قدآور شخصیت و عظیم کردار سے جب اُنکی ڈھارس بندھی اور انکی زبردست طاقت و افواج کی بدولت یقین ہوا کہ یہی وہ نابغۂ روزگار ہستی ہے جو ان کے لامحدود دکھوں کا مداوا بن سکتی ہے تو پھر اُس لمحے انہوں نے کُھل کر حضرت ذوالقرنینؑ سے اپنی دادرسی کیلئے فریاد بھی کر ڈالی، واللہ اعلم بالصّواب۔

۲۔ دوسرا دور......پسِ دیوار زندگی: حضرت ذوالقرنینؑ کی تعمیر کردہ دیوار کے بعد اقوامِ یاجوج وماجوج دیوار کے پار مقیّد ہو گئے اور تا وقتِ مقرّرہ، وہ دیوار پھلانگنے اور اس میں سوراخ کر سکنے جیسی کسی ایک بھی صلاحیت سے محروم تھے۔

۳۔ تیسرا دور......آخری عظیم فساد اور فتنے کا خاتمہ: معیّن مدّت کے اختتام پر دیوارِ ذوالقرنینؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پاش پاش ہو جائے گی، یاجوج وماجوج سرکش موجوں کی طرح دنیا پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹ پڑیں گے اور اپنے حتمی انجام سے پہلے عظیم ترین فساد و تباہی پھیلائیں گے۔ اسی دوران حضرت اسرافیلؑ صور پھونک دیں گے اور پھر روزِ حشر برپا ہو جائے گا۔ ''قرآنی موجوں'' کے تذکرہ (۱۸:۹۹ الکھف) میں ایک انتہائی لطیف و بلیغ نکتہ موجزن ہے کہ اقوامِ یاجوج و ماجوج کا انخلاء یکدم نہیں ہوگا بلکہ لہروں کی طرح اپنے

۱۴۲۔ ''یہاں تک کہ جب وہ (ذوالقرنینؑ) دو پہاڑوں کے درمیان (ایک مقام پر) پہنچا تو اس نے پہاڑوں کے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھ نہ سکتے تھے۔'' (۱۸:۹۳ الکھف)

تیسرے دور کے آغاز سے لیکر صور پھونکنے اور قیامت برپا ہونے تک گروہ در گروہ ہوتا رہے گا۔اُنکی خوفناک موجوں میں مختلف دورِ تلاطم کے موجود ہونے،آخری تُند ترین تلاطم ۱۴۳ کا حضرت عیسیٰؑ کے دورِ حکومت میں تباہی پھیلانے اور پھر قبل از ساعتِ قیامت حکمِ ربّانی سے اس قیامت خیز فتنے کے خاتمے کی ترتیب پر جزمِ قلب ہوتا ہے۔واللہ اعلم بالصّواب۔

چشم کشا حقائق (1)

ہم آج کس دورِ یاجوج وماجوج میں سانس لے رہے ہیں؟؟؟

۱۔حضرت زینبؓ بنت جحش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نیند سے اس حالت میں بیدار ہوئے کہ انکا چہرہ مبارک تمتما رہا تھا اور یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری تھے۔ ’’اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔تباہی ہو عربوں پر اس فتنے کی وجہ سے جو قریب آ لگا ہے۔آج یاجوج وماجوج کے بند(دیوار) میں اتنا سوراخ کھل گیا ہے اور نبیؐ نے اپنی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر(باقاعدہ ایک) سوراخ کی نشاندہی فرمائی‘‘۔(صحیح بخاری ومسلم)

۲۔اِس حدیث مبارکہ اور آیت نمبر ۹۷(تاوقتِ معیّنہ یاجوج وماجوج دیوار پھلانگ سکیں گے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکیں گے) کو ملا کر تدبّر واستنباط کریں تو مندرجہ ذیل چشم کُشا حقائق سامنے آتے ہیں:۔

اوّل۔ یاجوج وماجوج کی دیوار میں سوراخ بن جانا،اس کا پھلانگنا یا پیوندِ خاک ہو جانا ہم معنی،ہم مطلب اور مترادف کیفیات ہیں۔یعنی ان میں سے ہر ایک کیفیت کا نتیجہ دیوار کے روکنے کی استعداد کا خاتمہ ہے۔

۱۴۳۔’’میں اپنے بندوں میں سے انکو سامنے لایا ہوں جن سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔آپ(حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ) اپنے لوگوں کو حفاظت سے پہاڑ پر لیجائیں۔پھر اللہ یاجوج وماجوج کو بھیجے گا۔یاجوج وماجوج دُنیا میں ہر سمت پھیل جائیں گے اور فائدہ بخش مقامات پر قابض ہو جائیں گے۔ان میں سے پہلا شخص بحرِ طبریہ سے گُزرے گا اور وہ اس میں سے پانی پیئے گا،پھر جب آخری شخص گُزرے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔‘‘(مسلم)

دوئم۔ اقوامِ یاجوج وماجوج کے معیّن عرصے کی تکمیل اور دیوارِ ذوالقرنینؒ ٹوٹنے کا حادثہ نبی آخر الزّمانؐ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں وقوع پزیر ہو گئے تھے۔یعنی آج ہم تیسرے اور آخری دورِ یاجوج وماجوج میں ہیں۔

سوئم۔ یاجوج وماجوج نبی آخر الزّمانؐ کی حیاتِ مبارکہ سے گروہ در گروہ فساد مچانے،کسی پہاڑی درّے سے نکل کر غالباً جنوبی سمت پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔اب انکے فساد وتباہی کا سلسلہ تا قیامت جاری رہنا ہے۔

چہارم۔ وہ آج جسم میں پھیلے فاسد خون کی مانند پوری دنیا میں گردش کر رہے ہیں اور اپنے تباہ کُن وفتنہ پرور ہتھیاروں (بمعہ فکری واخلاقی ارتداد) سے انسانیت کی تباہی وبربادی کا بھرپور سامان کر رہے ہیں۔

پنجم۔ بزبانِ نبوتؐ یاجوج وماجوج کا انخلاء قیامت کی 10 بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے (صحیح مسلم)،اس سے دو انتہائی اہم امور واضح ہوتے ہیں۔اولاً اب قیامت کی باقی بڑی نشانیاں دُھواں،خروجِ دجّال اور حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد ٹوٹی ہوئی تسبیح کی طرح یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوں گی،ثانیاً ہم اس دور میں سانس لے رہے ہیں جو قیامت سے متّصل (انتہائی قریب) ہے اور اب کسی بھی لمحے صُورِ اسرافیل کی لرزہ خیز چنگھاڑ سُنائی دے سکتی ہے۔واللہ اعلم بالصّواب۔

چشم کشا حقائق (2)

عظیم فسادی گروہ کی پہچان کی ’’شاہ کلید‘‘

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بقا وفلاحِ انسانی کیلئے ہر عہد پر نگران،قرآن عالیشان میں تا قیامت فروغ پانے والے تمام علوم کا احاطہ کیا ہے۔پھر اس میں ہر دور کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کا بھی بخوبی سامان مہیّا کر رکھا ہے۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کریم ربّ نے عظیم ترین فسادی

گروہ کی پہچان سے اپنے بندوں کو محروم کردیا ہو؟؟؟

۲۔ پورے قرآن میں یاجوج و ماجوج سے متعلقہ صرف ایک آیت سورۃ الکہف سے باہر موجود ہے، اس آیت کو پچھلی آیت سے جوڑ کر پڑھنے سے یکلخت عظیم فسادی گروہ کی پہچان کا گم گشتہ بھید مل جاتا ہے۔

''اور جس بستی کو ہم نے ہلاک (وتباہ) کردیا' اس کے لوگوں پر پابندی لگادی کہ وہ لوٹ نہ سکیں، یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے چلے آئیں گے''۔ (۹۶۔۹۵:۲۱الانبیاء)

۳۔ گہرے تدبّر سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے انخلاء کا تعلق کسی اہم بین الاقوامی واقعے اور مخصوص علاقے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ ان کا انخلاء جو حیاتِ نبی آخرالزّمانؐ میں گروہ در گروہ شروع ہوا تھا، اس میں یکدم تیزی کوئی اہم واقعہ یا کسی خاص علاقے میں وہاں پُرانی آباد قوم کی غیر معمولی واپسی سے ہوگا۔ یاد رہے اُس قوم کی اسی مخصوص علاقے میں واپسی کسی ''پابندی'' کی وجہ سے ''طویل مُدت'' تک ممکن نہ رہی ہوگی۔ تھوڑے عرصے کیلئے بے دخلی ہوتی تو عام واقعہ ہوتا اور اس طرح واضح نصِ قرآنی سے پابندی اور معنوی واپسی کا اتنا جلّی تذکرہ نہ ہوتا۔

چشم کشا حقائق (3)

عصرِ حاضر میں یاجوج و ماجوج کا محلِ وقوع اور واقعاتی ترتیب

۱۔ گزشتہ حقائق و دلائل کی روشنی میں تاریخِ اقوامِ عالم پر گہری نگاہ دوڑائیں اور قرآن عالیشان پر تدبّر کریں تو علم ہوتا ہے کہ وہ ساری بستیاں جہاں اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا، نہ ہی وہ بچیں اور نہ ان کے مکین زندہ بچے۔ ۱۴۴ پھر وہاں واپس لوٹنے کا سوال کیسے اُٹھے؟

۱۴۴۔ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے بہت سی قوموں کو غارت کردیا تھا کہ اب وہ اُن کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔'' (۳۶:۳۱ یٰسین)

''اور یہ ہیں وہ بستیاں جنہیں ہم نے انکے مظالم کی بنا پر تباہ کردیا اور انکی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرّر کر رکھی تھی۔'' (۱۸:۵۹الکہف)

۲۔ ایک ایسی بستی البتہ موجود ہے، جو نہ صرف کم از کم دو مرتبہ تباہ ہوئی اور وہاں بسنے والوں کی لاتعداد ہلاکتیں بھی ہوئیں بلکہ اس قوم کو وہاں سے بے دخل کردیا گیا اور انکی واپسی پر طویل عرصے تک پابندی بھی قائم رہی۔ ان حالات و واقعات اور حقائق کو تاریخ کے آئینے میں بغور دیکھیں تو اس قوم اور بستی کی حقیقت چشم زدن میں کُھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یہ قوم ''بنی اسرائیل (یہودی)'' ہے ۱۴۵ اور بستی ''یروشلم'' ثابت ہوجاتی ہے۔

۳۔ احادیث مبارکہ کے ذخیرے میں دجّالِ اکبر اور اقوامِ یاجوج و ماجوج دونوں کے تذکرہ میں بھی حیرت انگیز طور پر یروشلم (اسرائیل) کے شمال میں واقع ''بحرِ طبریہ'' مشترک ہے۔ ۱۴۶ اس مقام کے علاوہ یاجوج و ماجوج کے متعلقہ ''الخمر پہاڑ'' ۱۴۷ کا ذکر ملتا ہے جو کہ بیت المقدّس (یروشلم) میں ہی واقع ہے۔ اسطرح اسرائیل کے مقبوضہ فلسطینی علاقوں کا ہی ذکر احادیثِ مبارکہ میں ملتا ہے اور ان واضح ربطی نشانیوں سے دونوں دجّال اور یاجوج و ماجوج کا آپس میں اور یہودیوں سے تعلّق مسلّمہ ثابت ہوجاتے ہیں۔ نیز بحرِ طبریہ میں پانی نقطۂ مراجعت عبور کرچکا ہے اور اب اسکی مکمل خشکی مستقبل قریب کی بات ہے۔

۴۔ تاریخ سے رجوع کریں تو شریعتِ موسوی سے بغاوت کرنے پر 587 قبل از مسیح میں پہلی مرتبہ بخت نصر نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور قتل و غارت کے بعد،

۱۴۵۔ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) میں بتادیا تھا کہ تم دو دفعہ فساد فی الارض کروگے اور (احکامِ الٰہی سے) بڑی سرکشی کروگے۔ جب دونوں میں سے آگیا پہلا وعدہ، تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگجو بندوں کو مسلّط کردیا۔ پس وہ گُھس پڑے (تمہاری) آبادیوں میں۔ اور یہ وعدہ پورا ہوکر رہا۔۔۔۔ پس جب آگیا دوسرا وعدہ (تو اور ظالموں نے ان پر غلبہ پالیا اور مار مار کے) چہرے بگاڑ دیے۔۔۔۔ اور وہ جہاں غلبہ پائیں اُسے پوری طرح تباہ کردیں۔'' (۷۔۴:۱۷بنی اسرائیل)

۱۴۶۔ حضرت تمیم داریؓ کی مشہور حدیث میں دجّال اُن سے 4 سوالات کرتا ہے: بیسان میں واقع کھجوروں کے باغ میں پھل آتے ہیں کہ نہیں؟، بحرِ طبریہ میں پانی ہے یا نہیں؟ (پھر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہت جلد پانی ختم ہوجائیگا) اور زُغر کے چشمے سے لوگ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں کہ نہیں؟ اور رسول عربیؐ تشریف لے آئے ہیں یا نہیں؟۔ (صحیح مسلمؒ)۔ یاد رہے کہ تینوں جغرافیائی مقامات اسرائیل کے مقبوضہ فلسطینی علاقے ہیں اور بحرِ طبریہ تاریخ کی کم ترین سطحِ آب پر ہے اور بڑی تیزی سے خشک ہورہی ہے۔ عالمی ماہرینِ آب کے مطابق یہ نقطۂ مراجعت (Point of No Return) عبور کرچکی ہے۔

۱۴۷۔ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث کے مطابق؛ یاجوج و ماجوج سفر کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ الخمر پہاڑ پر پہنچ جائیں گے اور یہ بیت المقدّس کا پہاڑ ہے۔ اسوقت وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین میں سب بسنے والوں کو قتل کردیا ہے، آؤ اب ہم انہیں قتل کریں جو آسمانوں میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے جو کہ واپسی میں خون آلود ہوکر لوٹیں گے۔

یہودیوں کو غلام بنا کر ''بابل (موجودہ عراق)'' لے گیا۔ انکارِ مسیح ابنِ مریمؑ اور کُھلی یہودی بغاوت کے بعد 70 عیسوی میں رومن بادشاہ طیطوس (Titus) کے ہاتھوں یروشلم دوبارہ تباہ ہوا اور یہودیوں کو اگلے ڈیڑھ ہزار سال سے زائد (کُل 1847 سال) علاقہ بدری اور واپس لوٹنے پر پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلی جنگِ عظیم کے فوری بعد، 1917ء میں طویل ساز باز اور تہہ در تہہ سازشوں کے نتیجے میں تاجِ برطانیہ نے خفیہ ''**بالفور معاہدہ**'' کے تحت، ارضِ فلسطین میں یہودیوں کیلئے ایک علیحدہ ریاست کی راہ ہموار کردی اور طویل جلاوطنی کے بعد دنیا بھر سے یہودی اُسی بستی کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے جوق در جوق پہنچنا شروع ہوگئے۔ علّامہ اقبالؒ کی نگاہِ بینا نے اپنے تخیّل و وجدان سے اس فسادی گروہ کے تلاطم خیز انخلاء کو دیکھ لیا، وہ فرما اُٹھے!

کُھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

(ینسلون بمعنی (تیز رفتاری سے نیچے) لُوھکتے یا پھسلتے آنا ۹۶: ۲۱الانبیاء)

۵۔ انتہائی تیز رفتار ''**زمین ہتھیاؤ مہم**'' کے بعد، دوسری عالمی دجّالی ریاست (امریکہ بہادر) کے زیرِ سایہ 14 مئی 1948ء کو یہودی النسل قوم کیلئے فلسطین کے اندر ہی اسرائیل کے نام سے آزاد ملک کا قیامِ عمل میں لایا گیا۔ جسے قائداعظمؒ نے **مسلمانوں کے دل میں خنجر گھونپنے سے تعبیر کیا**۔

۶۔ حالیہ ڈی این اے (DNA) تحقیقات [۱۴۸] نے سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ

۱۴۸۔ یہودی ڈاکٹر ایرین ایلہیک کی سائنسی رپورٹ، ٹیکس مارس کی کتاب DNA Science and Jewish Bloodline، برطانیہ کی ہڈرز فیلڈ یونیورسٹی اور سائنس ورلڈ میگزین کی رپورٹوں میں سائنسی و تاریخی بنیادوں پر ناقابلِ تردید انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہودیوں کی تقریباً 90% آبادی حقیقی یہودی نہیں ہیں، وہ یورپی نسل سے ہیں اور ریاست خزاریہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اسرائیل اور امریکہ میں وہ ہر اہم شعبہ ھائے زندگی پر مکمل حاوی ہیں۔ اینڈریو ہچکاک کی کتاب The Synagogue of Satan اور شلوموسینڈ کی کتاب Invention of Jewish People اس سنسنی خیز موضوع کا سیر حاصل احاطہ کرتی ہیں۔ تورات میں ایسے جھوٹے یہودیوں اور تاریخی جلسازوں کیلئے ''شیطان کے کنیسہ'' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

" I know thy works, and tribulations and poverty, and I know the blasphemy which say we are Jews, and are not, but are the Synagogue of Satan". (Revelation 2:9)

یہودیوں کی بھاری اکثریت یعنی آشکینازی یہودی (جو کُل یہودی آبادی کا تقریباً 90% ہیں، جنگی تباہ کن گرفت میں اسرائیل کی روزِ اوّل سے حکومت، عالمی بینکاری نظام، ہتھیار و ادویات سازی کی صنعت، عالمی میڈیا، فلم انڈسٹری اور امریکی سیاست وغیرہ ہیں)، حیرت انگیز طور پر حضرت ابراہیمؑ اور تاریخی بنی اسرائیلیوں سے کوئی صلبی تعلّق ہی نہیں رکھتے۔ حتّٰی کہ انتہائی اقلیت کا شکار ''**اصلی یہودی**'' انکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہیں غاصب سمجھتے ہیں اور انہیں یہودیوں کی تباہی کی علامت گردانتے ہیں، البتّہ منظم عالمی پلاننگ کے تحت اِنکا مکمل میڈیا بلیک آؤٹ ہے۔ آشکینازی یہودی 650 سے 965 عیسوی کے دوران مشرقی یورپ میں قائم عظیم خزاریہ ریاست سے تعلّق رکھتے ہیں، جہاں آٹھویں صدی میں ''**شاہ بولان**'' سمیت ساری مُشرک قوم نے پُراسرار انداز میں اجتماعی یہودیت اختیار کرلی تھی (یاد رہے یہودیوں کو نسلی/ اصلی یہودی بننے کیلئے دونوں والدین یا کم ازکم والدہ کا یہودی النّسل ہونا ضروری ہے)۔ اگرچہ یہ گوری رنگت اور بھورے بالوں والے نہ تو نسلاً یہودی ہیں اور نہ ہی ارضِ فلسطین/ یروشلم سے ان کا تاریخی تعلق و وابستگی ہے مگر یہی لوگ دنیا کے سامنے ''**کامل ملمع کاری**'' سے اصلی یہودی بھی بن بیٹھے ہیں [۱۴۹] اور فلسطینیوں کو بیدخل کرکے انہی کی زمینوں پر وطنِ موعود کے پُرفریب نام پر نئی یہودی بستیوں کی جبری تعمیر و توسیع کر رہے ہیں۔ لامتناہی ظلم و بہیمیت کے شکنجے میں کَس کر فلسطینیوں کیلئے وہ زمین تنگ اور اپنی غیر مستقل سرحدوں میں لامحدود اضافہ کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے نامعقول سائنسی ترجیحات، مکّار میڈیا، تباہ کُن جنگی و ادویاتی صنعت اور استحصالی بینکاری نظام وغیرہ کے ذریعہ اپنی کثیر جہتی فتنہ پروری سے پورے نوعِ انسانی کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کردیا ہے۔ امریکہ بہادر، اسرائیل کی اندھی حمایت میں اقوامِ متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں بار بار ''ویٹو'' کرچکا ہے اور ہر سال تقریباً 3 ارب ڈالر کی مسلسل امداد دے دے کر اپنے عوام کی 3 کھرب ڈالر سے زائد دولت سے اسرائیل کو خوب طاقتور بنا چکا ہے [جس میں سے زیادہ تر 1967ء میں بیت المقدّس (یروشلم) پر اسرائیلی قبضے کے بعد کی امداد

۱۴۹۔ ''اور باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مُشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چُھپانے کی کوشش کرو۔'' (۴۲:۲البقرہ)

ہے]اورخود قرضوں کے بوجھ تلے دَھنس گیا ہے۔مگر اسقدر پُشت پناہی کے باوجود، اسرائیل اب بین الاقوامی بساط پر امریکہ سے نکل کر فیصلے کرر ہا ہے۔وہ نام نہاد''**امن منصوبہ**''اور دوسرے بین الاقوامی امور پر امریکہ کی کسی رائے کو مزید کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اسطرح امریکی ڈالراور معیشت کی یقینی تباہی کے جلو میں، برطانیہ وامریکہ کے بعد تیسری اور آخری دجّالی ریاست اُفقِ دنیا پر عنقریب نمودار ہونے کیلئے آخری کروٹیں لے رہی ہے۔

۷۔جب ہم اس عظیم خزار یہ ریاست کا محلِ وقوع دیکھتے ہیں تو یاجوج و ماجوج کا معمّہ حل ہو جاتا ہے ۔ یہ ریاست مغرب میں بحرِ اسود (Black Sea) اور مشرق میں بحرِ خزر (Caspian Sea) کے درمیانی کاکیشیائی پہاڑی سلسلہ کے شمال میں مغربی روس سے لیکر مشرقی یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔ **کاکیشیائی پہاڑوں (المعروف کوہ قاف) میں واقع ''جارجیا'' سے ''روس'' کے درمیان واحد گذرگاہ بنام ''درّہ دریال'' پر موجود فولادی بند کے کھنڈرات بھی پائے گئے ہیں جو ماضی بعید کی تعمیر شُدہ ذوالقرنینی دیوار کی شکستہ باقیات ہو سکتے ہیں**۔آٹھویں صدی سے شروع ہوکر، اگلے ایک ہزار سالوں میں خودساختہ یہودیوں کے گروہ درگروہ، اسی دیوار کے پار سے ''**موجوں**'' کی طرح نکل نکل کر فارس (ایران)' مشرقِ وسطیٰ' یورپ اور امریکہ میں بستے چلے گئے ۔اسطرح ''**یاجوجی و ماجوجی فتنہ**'' کاکیشیائی پہاڑی بلندیوں سے پھسلتا اور لُڑھکتا ہوا پوری دنیا کے اندر قدم جماتا چلا گیا۔ 1917ء میں بالفور معاہدہ (زیرِسایہ تاجِ برطانیہ) اور 1948ء میں قیامِ اسرائیل (زیرِسایہ امریکہ) ہونے سے یاجوج وماجوج کی سرکش موجوں میں تلاطم آ گیا۔ اسکے بعد دنیا بھر میں اس فتنہ پرورقوم کے پیدا کردہ بگاڑ وفساد میں تیزی سے اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے اور 9/11 کے بعد اب یہ اپنی آخری حدوں کو چُھو رہا ہے۔

۸۔مندرجہ بالا تحقیق وتاویلات اور عصری انطباق کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

اوّل۔ یہودیوں کی طویل ترجلاوطنی (Diaspora) کے دوران کاکیشیائی پہاڑی سلسلے میں مکروہ ترین شیطانی کھیل کھیلا جاتا ہے، جہاں دیوارِ ذوالقرنین کے پیچھے قید، ایک مُشرک قوم، کُھلی جعلسازی سے ''**یہودی قوم**'' کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔پھر آٹھویں صدی سے یہ دُنیا میں پھیلتے چلے گئے۔

دوئم۔پہلی جنگِ عظیم کے آخری مرحلے میں جب اقوامِ عالم خاک وخُون میں غرقاں تھے، تاجِ برطانیہ نے 1917ء میں ''**بالفور معاہدہ**'' کے خفیہ عمل سے یہودیوں پر لگی مقرّرہ پابندی توڑکر ''**اوّلین دجّالی ریاست**'' بننے کا سفلی حق ادا کر دیا۔اسی انتہائی مقام پر دجّالِ اکبر کی شیطانی قوّتیں دوسرے دجّالی پڑاوٴ کی طرف حرکت کر جاتی ہیں اور عالمی سطح پر 1000 سالہ عظیم تر برطانوی اقتدار کا چراغ گُل ہوجاتا ہے۔نتیجتاً استعماری راج کی اس عالمی علامت کے غبارے سے جیسے ہوا نکل جاتی ہے اور جس کی عملداری پر سورج غُروب نہیں ہوتا تھا، وہی مختصر ترین عرصے میں، محدودترین جغرافیائی محلِّ وقوع میں سمٹ جاتی ہے۔

سوئم۔1917ء میں پہلی جنگِ عظیم میں باقاعدہ حصّہ نہ لیتا امریکہ بہادر، اچانک جنگ میں کُود پڑتا ہے اور عالمی سطح پر اپنے فعّال ترین کردار کا دجّالی قلمدان سنبھال لیتا ہے۔عالمی اقتدار تاجِ برطانیہ سے امریکہ کو باقاعدہ منتقل ہو جاتا ہے اور یہیں سے ''**دوسری دجّالی ریاست**'' نے برطانیہ سے ''**ملمع کار یہودیوں المختصر صیہونی یہودیوں** ۱۵۰ '' کو اپنی گود لے لیا۔دوسرے دجّالی پڑاوٴ کے دوران بھی، پہلی ریاست کے عین نقشِ قدم پر، امریکہ کا اثر ورسوخ بھی اپنے لاتعداد ہوائی مستقروں کی بدولت پھیلتے پھیلتے اقوامِ عالم میں فیصلہ کُن مقام پر پہنچ گیا، دُنیا میں برطانوی پاوٴنڈ کی جگہ امریکی ڈالر کا سکّہ رائج الوقت ہو گیا۔پھر ہیروشیما و ناگاساکی پر ایٹم بم برسانے اور 1948ء میں اسرائیل کے قیام سے اس نے حقِ دجّال بھی ادا کر دیا۔

چہارم۔مقدّس ارضِ فلسطین میں واپسی پر نافذ العمل ''**معیّن پابندی کے اختتام**'' پر اسرائیل کا قیام اور جوق درجوق آشکینازی یہودیوں کی وہاں آمد یاجوج وماجوج کے ''**موج در موج انخلاء کا نقطۂ عروج**'' تھا۔

۱۵۰۔ صیہونیت ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جنکا منشور ہے کہ یہودی ایک نسل ہیں اور انہیں اپنا ملک حاصل کرنے کا حق ہے۔یہ پُرانی آبادیوں سے قطع نظر دریائے اُردن کے مغربی علاقے پر اسرائیلیوں یا یہودیوں کا مکمل (ناقابلِ منسوخ) حق سمجھتے ہیں۔نیز ''صیہونیت'' عیسائیوں میں ایک مسلکی عقیدہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے تباہ کن واقعات کی نشانی یہودیوں کی فلسطین میں واپسی ہے۔
(Oxford English Dictionary)

پنجم۔ شیطانی موجوں میں عنقریب رُونما ہوتا اگلا تلاطم خیز سنگِ میل ''عظیم تر اسرائیل'' کی شکل میں ''تیسری اور آخری دجّالی ریاست'' کی تکمیل کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کریگا۔ اسی سلسلے میں دجّالِ اکبر اپنی تمام تر قوّتوں کو دوسری سے ہٹا کر تیسری ریاست (یعنی اسرائیل) میں تیزی سے مجتمع کر رہا ہے۔ (9/11 یا 2001ء) کے بعد سے امریکہ کا عالمی اثرورسوخ غُبارے سے ہوا کی مانند گھٹتا، امریکی ڈالر و معیشت میں زوال اور اسرائیل کے جارحانہ عزائم میں مسلسل اضافہ، اہلِ نظر و دانش کیلئے عام نظارہ ہے۔

ششم۔ تیسرے دجّالی پڑاؤ کے بعد، اگلا یاجوجی ماجوجی تلاطم خیز سنگِ میل ''دجّالِ اکبر کا خُروج'' ہوگا۔ دجّالِ اکبر باقاعدہ انسانی شکل میں تمام شیطانی قوّتوں کے جلو میں 37 دنوں کیلئے دُنیا کے سامنے ظاہر ہوگا اور بالآخر بابِ لُد (اسرائیل) کے مقام پر حضرت عیسیٰؑ کے دستِ مبارک سے واصلِ جہنّم ہوگا۔ [۱۵۱]

ہفتم۔ سب سے آخری تلاطم خیز سنگِ میل یاجوج و ماجوج کے ''آخری خوفناک جتھے کا خُروج'' ہوگا، فرمانِ نبی آخرالزّمانؐ کے مطابق اس (زورآور) جتھے کا مقابلہ حضرت عیسیٰؑ اور انکے ساتھی بھی نہیں کرسکیں گے۔ **یاجوج و ماجوج دراصل ''سب سے بڑے شیطانی عمل'' میں نہ صرف تباہی و استحصال کے مہلک ترین ہتھیار ہیں بلکہ شیطان کے سب سے بڑے ہرکارے یعنی دجّالِ اکبر کا ''سریع الاثر پیادہ لشکر'' ہیں۔**

۱۵۱۔ نبی آخرالزّمانؐ نے فرمایا کہ ''دجّال 40 روز تک دنیا میں رہے گا' پہلا دن ایک سال کی مانند' دوسرا مہینے کی مانند' تیسرا ہفتے کی مانند اور باقی (37) دن تمہارے شب و روز کی مانند ہوں گے۔'' (صحیح مسلم)۔ قرآنی آیت (۲۲:۴۷ الحج) جس میں اللہ کے ہاں ایک دن انسانی نسبت سے 1000 سالہ مذکور ہے اور صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیثِ مبارکہ کی عصری تطبیق کریں تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں؛ واللہ اعلم بالصّواب:۔

الف۔ دجّالِ اکبر کا پہلا دن تاجِ برطانیہ کے 1000 سالہ عالمی دورِ اقتدار کو ظاہر کرتا ہے جو 1917ء میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔

ب۔ چونکہ سال میں 12 مہینے ہوتے ہیں، دجّالِ اکبر کا دوسرا دن امریکہ کے (83, 1000/12=83.3) سالہ عروج کو ظاہر کرتا ہے۔ جو 2001ء میں ختم ہوگیا۔

ج۔ ہر مہینہ 4 ہفتوں پر مُشتمل ہوتا ہے، سو دجّالِ اکبر کا تیسرا دن اسرائیل کے (21, 83/4=20.75) سالہ عروج کو ظاہر کرتا ہے۔ جو 2022/2023ء میں ختم ہوگا۔

ہشتم۔ یاجوج و ماجوج رفتہ رفتہ اب پوری دنیا کے مقتدر میدانوں (حکومت، سول سوسائٹی، میڈیا اور درسگاہوں وغیرہ) میں اپنے قدم مضبوط کر چکے ہیں اور ضروری بگاڑ و فساد کی آخری نوک پلک سنوار رہے ہیں تا کہ (عظیم تر ربّانی منصوبے کے عین مطابق) دجّالِ اکبر کا جلد خروج ممکن بنا سکیں۔

نہم۔ اسی بھیانک ترین فسادی گروہ کے پروردہ ''دیسی راتب خور'' ہر حلیے، معاشرے اور ملک کے اندر موجود ہیں، جو شعوری اور لاشعوری انداز [۱۵۲] میں ایک ہی ''دجّالی ایجنڈا'' اندھا دُھند آگے بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ اسطرح یہ آستین کے سانپ، دراصل بازوئے باطل بنے ہوئے ہیں۔ دجّالی وائرس سے پیدا شُدہ مہلک ترین متعدّی بیماری کے چُنگل میں وہ ''شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار'' بنے ہوئے ہیں مگر یہ زہریلی حقیقت اُن کی کرگسی نگاہوں سے اوجھل ہے کہ ان بھیڑیا صفت فسادیوں کے پتھر دلوں میں اپنے راتب خوروں کیلئے بھی کوئی نرم گوشہ نہیں ہوتا۔ شاہ ایران رضا پہلوی، فلپائنی صدر مارکوس، صدّام حسین اور کرنل قذافی جیسی کئی مثالوں سے انکی مکروہ تاریخ لہولہو ہے۔ دجّال کے پروردہ شاید یہ بھی آفاقی سبق بُھلا بیٹھے ہیں کہ **جو اللہ کا وفادار نہیں ہوتا، اس پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود جلد ہی تنگ ہوجاتی ہے۔**

دہم۔ نبی آخرالزّمانؐ کے مندرجہ ذیل اقتباسی فرمودات (صحیح مسلم) کے استنباط سے جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ بھی مندرجہ بالا نتائج کی توثیق کرتا ہے؛ واللہ اعلم بالصّواب:۔

ا۔ فتنۂ دجّال حضرت آدمؑ سے روزِ قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے سب سے بڑا امتحان ہے۔

ب۔ یاجوج و ماجوج اللہ کے ایسے بندے ہیں جنکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

۱۵۲۔ **(۱) شعوری اندازِ تقلید:** جن لوگوں کی دین بیزار مغربی تعلیم و تربیّت اور مادّی مفادات کی اندھی جستجو کی بدولت ذومبی Zombie ذہن سازی مکمل ہوچکی ہے، وہ شعوری انداز میں دجّالی ڈرامے کے بدبخت کردار ہیں۔ **(۲) لاشعوری اندازِ تقلید:** جو لوگ واضح حقائق' تاریخی اشاروں اور قرآن و سُنّت سے حقیقی استفادہ نہیں کر پاتے، ساری عمر اپنے محدود سعی و عمل کے دائرے میں ہی گول چکر کاٹتے رہتے ہیں اور نادان دوستوں کی مانند آخری راہِ نجات یعنی اسلام کی جڑوں پر تابڑتوڑ وار کر رہے ہیں، وہ لوگ لاشعوری انداز میں ایک ہی دجّالی منظرنامے میں رنگ بھر رہے ہیں۔

''مِنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ'' کی دُوررَس تاویل اور عصرِ حاضر کے تباہ کُن فضائی پلیٹ فارم

یاجوج و ماجوج سے متعلّقہ سورۃ الکھف سے باہر واحد آیت (۲۱:۹۶ الانبیاء) میں جامع لفظی ترکیب ''مِنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ'' [بمعنی ہر بلندی سے (تیزی سے) پھسلتے یا لُڑھکتے آنا]، عصرِ حاضر میں ایسے حیران کُن معانی ومطالب کی طرف لیجاتی ہے جو کہ نہ صرف دورِ ماضی میں اجنبی تھے اور اب نہایت متعلّقہ ہیں بلکہ گزشتہ تاویل کی روشنی میں یاجوج و ماجوج کی تصویر مکمل کرتے ہیں۔ ہر عہد پر نگران، قرآن عالیشان میں اللہ ربّ اللعالمین فرماتا ہے:۔

''یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے چلے آئیں گے''۔

۱۔اس لفظی ترکیب کے مفہوم میں اہم عناصر ہیں [۱] ہر بلندی یا اونچائی، [۲] تیزی یا تیز رفتاری، [۳] پھسلتے یا لُڑھکتے آنا یعنی ایسے جیسے کوئی جمِ غفیر یا ہجوم کسی ایک سمت میں عظیم ریلے کی شکل بڑھنا شروع کردے، [۴] ناقابلِ شکست ریلے کی غارت گری کے سامنے ہر رکاوٹ یا مدافعتی کوشش اور پُرانے تمام زمینی حقائق وضوابط تہس نہس ہوجائیں گے اور فساد وتباہی کا نیا نظام نافذ ہوجائیگا۔اس مُقام پر آیت ۱۸:۹۹ (الکھف) ۱۵۳ کی تفہیم کو بھی جوڑ لیں تو ریلے میں موجوں کی آپس میں گُتھم گُتھا ہوکر تُند رفتاری سے آنے اور ہر رُکاوٹ کی دھجیاں بکھیرنے میں ''یک رنگی غارت گری'' کی کیفیت واضح تر ہوجاتی ہے۔

۲۔اب ان عناصرِ اربعہ کو جوڑ کے تصویر کشی کریں تو ایسی صورتحال نظر آتی ہے کہ جیسے کوئی

۱۵۳۔ ''اور (جب دیوار کے منہدم ہونے کا وقت آجائیگا) اُس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ایک (قوم) دوسری (قوم) کے درمیان (تُند) موجوں کی طرح گُھس پڑے گی (یعنی یاجوج ماجوج روئے زمین پر سرکش موجوں یا سونامی لہروں کی مانند ٹوٹ پڑیں گے)۔۔۔'' (۱۸:۹۹ الکھف)

بہت بڑا ریلہ بلندیوں سے ڈھلوان پر تیز رفتاری سے لُڑھکتا چلا آرہا ہے اور وہ ہر رُکاوٹ کی خاک اُڑا رہا ہے۔ یہ قدرتی طور پر ایک خوفناک منظر نامہ ہوگا، اسطرح اس کے کامل مفہوم میں خوف و دہشت کا پانچواں عنصر بھی شامل ہوجاتا ہے۔اسی تناظر میں کسی برفیلے ریلے کا بُلندیوں سے ڈھلوان کی سمت آنے (Avalanche) کا ہیبت ناک نظّارہ نزدیک ترین تفہیم فراہم کرتا ہے جو ہر چیز کو روندتا گُزر جاتا ہے۔

۳۔''**زمینی بُلندیوں**'' سے بڑھ کر جب عصرِ حاضر کے دوران افغانستان، عراق، شام، لیبیا یا یمن کے علاقوں پر جدید ترین جنگی طیّاروں کی ''**فضائی بُلندیوں**'' پر سے زمین پر تباہ کُن بمباری (بالخصوص Carpet Bombing and Depleted Uranium Bombing etc) کو چشمِ تصوّر سے دیکھیں تو مندرجہ بالا قرآنی منظر نامے کی پہچان آسان ہوجائیگی۔ یہ آدم خور بھی ہنستی بستی انسانی آبادیوں کو ڈکار کے بغیر ہضم کرجاتے ہیں، گاؤں کے گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں اور انکے ماتھے پر بل آتے اور نہ دل دہلتے ہیں۔ مزید برآں بموں اور میزائیلوں کے فضائی سفر پر غور کریں تو حیرت انگیز طور پر تباہی کے یہ پیامبر بھی، یاجوج وماجوج کی طرح بُلندیوں سے پھسلتے ہوئے زمین پر تباہی مچاتے ہیں۔

۴۔1973ء میں دُنیا ڈرون ٹیکنالوجی سے بذریعہ اسرائیل متعارف ہوتی ہے اور آج تک اس ہلاکت خیز ٹیکنالوجی کا خونی سہرا یہودیوں ہی کے سر پر سجا ہوا ہے۔فضائی پلیٹ فارموں میں بے تحاشہ بڑھتے ڈرونز (Drones) کے ذریعے، بُلندیوں سے لپکتی تیز رفتار تباہی اور جنگی صنعت سے منافع خوری میں اسی سرکش قوم کا حصّہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔اس عُقدہ کُشائی کے بعد محض اتّفاقات اور دوشی قسمت کو کوسنے کی بجائے، ایسے ہلاکت خیز فضائی ہتھیاروں میں تیز ترین اضافے کی عالمی دوڑ، ۱۵۴ پھیلتے عالمی جنگی سائے اور پُشت پناہ فتنہ پرور

۱۵۴۔ عالمی ادارے SIPRI کی رپورٹ (2012ء) کیمطابق عالمی جنگ وجدل پر 1733 ارب ڈالر خرچ ہوئے [جبکہ عالمی غربت کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے محض 8% (تقریباً 135 ارب ڈالر) چاہییں]۔اسرائیل اپنے GDP کی نسبت سے دفاعی اخراجات کی مد میں 6.2 % خرچ کرکے چوتھے نمبر پر تھا جبکہ سب سے زیادہ 668 ارب ڈالر دفاعی اخراجات کرنیوالا امریکہ GDP کی نسبت سے دُنیا میں آٹھویں نمبر پر تھا۔

قوم کی پہچان مُشکل نہیں رہتی۔ یہ امر بھی توجہّ کا مُتقاضی ہے کہ جس امریکی ''مین ہٹن پراجیکٹ'' (45-1942) کے تحت پہلا ایٹم بم بنا، اُسکی تحقیقاتی ٹیم میں اُوپر تک یہودی سائنسدان بھرے تھے۔ چنانچہ دوسری جنگِ عظیم میں تباہ کُن ایٹمی دھماکے اور اسکے بعد ایٹمی ہتھیاروں کی اندھی عالمی دوڑ بھی دراصل ''فساد فی الارض'' میں طاق اسی قوم کے انسانیت کیلئے زہریلے تحفے ہیں۔

۵۔ موجودہ عالمی منظر نامے میں پھیلتی خون کی سُرخی کا تیسری جنگِ عظیم (اورغزوۂ ہند) کا پیش خیمہ ہونا اب اکثریت کیلئے قابلِ فہم چکا ہے۔ انہی جنگوں کے سلسلے کا نقطۂ منتہا عنقریب برپا ہوتے ''ملحمۃ الکبریٰ (Armageddon)'' ۱۵۵ کے ساتھ جُڑنا، اُس میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں (Weapons of Mass Destruction / Nuclear Weapons / Electromagnetic Pulse Weapons) کا بے دریغ استعمال ہونا اور اسکے نتیجے میں خُدا بیزار ''عظیم تر اسرائیل (Greater Israel)'' کا قیام بھی اسی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق؛ یاجوج و ماجوج جب اہلِ زمین سے نمٹ لیں گے، وہ اپنے ''تیر'' آسمان کی طرف چلائیں گے جو کہ واپسی میں خون آلود ہو کر لوٹیں گے۔ یہ حدیثِ مبارکہ بھی حالاتِ حاضرہ کے عین مطابق یاجوج و ماجوج (آشکینازی یہودیوں وغیرہ) کے انتہائی جنگی جنون، خاص طور پر ہلاکت خیز فضائی ہتھیاروں اور کُرہ ارض پر انکی غیر معمولی دسترس کا اعلان کرتی ہے۔ واﷲ اعلم بالصّواب۔

۶۔ ناقابلِ تسخیر یاجوج و ماجوج، زمینی حقائق و قدیمی ضوابط کو روند کر ظلم، دہشت اور استحصال کا یگانہ عالمی پروگرام (New World Order) زبردستی نافذ کردیں گے

۱۵۵۔ ملحمۃ الکبریٰ مسلمانوں اور رومیوں (موجودہ ترتیب کے مطابق صیہونی عیسائی اتحاد المعروف NATO) کے درمیان خونخوار جنگِ عظیم ہوگی جس میں مسلمانوں کے مدِّ مقابل رومیوں کے 80 جھنڈے ہونگے اور ہر جھنڈے کے نیچے 12000 کی فوج یعنی کُل 9,60,000 کی کثیر فوج ہوگی۔ (صحیح بخاری، سنن ابنِ ماجہ)

(گتھم گُتھا موجوں کا بُلندی سے یگانہ رُخ میں بڑھنا اور نتیجتاً یکجان مقصد کا حصول اسی تاویلی استنباط کی طرف اشارہ کرتا ہے)۔ صحیح غلط اور حلال حرام کے پیمانوں کی دھجیاں بکھر جائیں گی، دُنیا پر شیطانیت کی مکمل چادر تن جائے گی ۱۵۶ اور دجّالِ اکبر کا خروج ہوگا۔ اس تناظر میں پہلے بحث شُدہ فکری، اخلاقی، روحانی، علمی اور معاشرتی انحطاط کا عشرہ بہ عشرہ تقابلی جائزہ لیں تو ''لگا تار پستی'' میں محض سازشی مفروضے، حوادثِ زمانہ یا اپنی ہی کوتاہیوں کی بھانت بھانت بولیوں سے ہٹ کر یاجوج و ماجوج کے نئے عالمی نظام کے اثرات بھی کُھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ پھر پاکستان و اسلام کے خلاف ریاستی جبر میں طاق یہودو ہنود کا گٹھ جوڑ بھی کوئی حسنِ اتفاق یا سازشی مفروضہ نہیں رہتا۔ ۱۵۷ چونکہ حق و باطل کے متضاد نظام، بیک وقت ایک ہی قطعۂ زمین یا جسمِ انسانی پر نہ نافذ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جڑ پکڑ سکتے ہیں، اسلئے جوں جوں یہ دجّالی نظام مستحکم ہوتا جا رہا ہے توں توں اسلامی نشانات مٹتے چلے جا رہے ہیں اور اسلام اجنبی بنتا جا رہا ہے۔ ارضِ فلسطین کا بدلتا نقشہ، فلسطینیوں پر مستقل ظلم و بہیمیت اور شہری آبادیوں پر ہولناک بمباریاں، ایسی وحشی و درندہ صفت قوم کی تصویر کشی کرتی ہیں جس کیلئے ہر اخلاقی و قانونی ضابطے اور تمدّنی نشان کی دھجیاں بکھیرنا فرضِ عین ہوتا ہے۔ اس قوم کی ہمہ جہت اور ہمہ گیر فتنہ انگیزی جب انتہا کو چُھو لے گی تو اسوقت شجر و حجر دُہائی دیں گے کہ دھرتی کو انکے ناپاک بوجھ سے آزاد کرایا جائے۔ حضرت عیسیٰؑ کے دستِ مبارک سے دجّالِ اکبر کے قتل کے بعد مسلمان ایک ایک یہودی کو

۱۵۶۔ ولیم گائے کار نے 1959ء میں اپنی کتاب ''Satan, Prince of this World'' میں شیطانی دستِ راست اور جدید فری میسنری کے بانی البرٹ پائیک کے 1871ء میں لکھے گئے ایک خط کے حوالے سے دُنیا میں کم و بیش اگلے سو سالوں میں تین عالمی جنگیں برپا کرنے کے خونخوار منصوبے کا انکشاف کیا۔ پہلی جنگ کا مقصد زارِ روس کو گرا کر ملک کو الحادی کمیونزم کا قلعہ بنانا، دوسری میں نازی جرمنی کو تباہ کرنا اور فلسطین میں اسرائیل کا قیام عمل میں لانا (دونوں جنگوں کے مقاصد پورے ہوئے)، تیسری جنگ میں اسلام کو بطور چارہ استعمال کر کے دُنیا بھر سے خُدا پرست مذاہب کا کُلّی خاتمہ کرنا تاکہ کفر و الحاد کا یگانہ شیطانی راج (One World Government) نافذ ہوجائے۔ 1902ء میں منظرِ عام پر آئے خفیہ صیہونی پروٹوکالز (Protocols of the Learned Elders of Zion) بھی حیرت انگیز طور پر عصری حالات کے مصداق ہیں۔

۱۵۷۔ ''یقیناً آپ اہلِ ایمان کی دُشمنی میں شدید ترین یہودیوں اور مُشرکین کو پائیں گے۔۔۔۔'' (۵:۸۲ المائدہ)

چُن چُن کر ہلاک کر دیں گے۔ ۱۵۸ اسکے بعداللہ ربّ العالمین کے حکم سے یاجوج و ماجوج کا آخری مہلک ترین جتھہ نکلے گا جسکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ ۱۵۹

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے اس کے جنون سے تار تار
(علّامہ محمّد اقبالؒ)

فساد کا مکروہ چہرہ اور پرکھ کا ''گُم گشتہ پیمانہ''

گرامی قدر مستثنیات کے سوا کہ جنہیں ''صرف اللہ'' کی رضا کی حاجت ہے، باقی دنیا کے ہر مذہب و تمدّن سے تعلق رکھنے والے بونے افراد کا جمِ غفیر آشکینازی یہودیوں کی اقتداء میں سربسجود ہے۔وہ گردنوں میں ''نادیدہ شیطانی پٹہ'' پہنے یاجوج و ماجوج کے فسادی گروہ کا کل پُرزہ بنا ہوا ہے۔انکی شب و روز کی تگ و دو کا ماحاصل دینی عقائد و معاملات،انسانی فطرت اور رشتوں، میدانِ جنسیت ، زرعی، لحمی ، ماحولیاتی اور معاشی بگاڑ کے ہمراہ نسل کشی اور قتل و غارت گری کی بھٹی کو خوب ایندھن دینا ہے۔ ۱۶۰ انتہا یہ ہے کہ سارے بگاڑ و فساد کو اصلاح و بہتری کے خوشنما لبادے میں اوڑھ کر رکھا جائیگا، ۱۶۱ تا کہ کسی کو بھی اپنی گردن کے گرد تنگ ہوتے گھیرے کا احساس ہی نہ ہو۔

۱۵۸۔ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے لڑیں گے اور انہیں ہلاک کریں گے۔حتّٰی کہ یہودی جس درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا، وہ پکار اٹھے گا کہ میرے پیچھے (فلاں) یہودی چھپا ہے' آؤ اور اسے قتل کرو'سوائے غرقد کے جو یہودیوں کا درخت ہے''۔(مسلم)

۱۵۹۔ ''میں اپنے بندوں میں سے انکو سامنے لایا ہوں جن سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔آپ (حضرت عیسٰیؑ ابنِ مریمؑ) اپنے لوگوں کو حفاظت سے پہاڑ پر لیجائیں۔پھر اللہ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا۔۔۔۔۔'' (مسلم)

۱۶۰۔ دجّالی بگاڑ کے چند رنگ: (۱) دینی عقائد و معاملات میں بدعت سے بد اعتقادی و شرک تک،معذرت خواہانہ رویّوں سے دین بیزاری و دشمنی تک اور بدکرداری سے بددیانتی تک کے لا متناہی انداز ،(۲) انسانی فطرت کے بگاڑ میں نسوانی روبوٹ، Transhuman ،انسانی کلوننگ اور انسانی وجانور کے ہائبرڈ کی طرف مہلک سائنسی جُھکاؤ، (۳) تحریفی نصاب ،مجہول کارپوریٹ میڈیا (بمعہ سوشل میڈیا) کے ذریعے گُمراہ کن ذہن سازی اور نظریاتی بگاڑ سے صلبی رشتوں میں دراندازی تک کے تباہ کن اثرات، (۴) میدانِ جنسیت میں لواطت و ہم جنس پرستی سے پورنوگرافی اور طفل بازی کی متعدّی بیماریاں، (۵) زرعی بگاڑ میں سند یافتہ بیجوں (Patent Seeds) کی اجارہ داری سے غیر نامیاتی (Genetically Modified Organism-GMO) فصلوں کی پھیلتی آگ، (٦) لحمی بگاڑ میں ہارمونز زدہ گوشت اور جانوروں کے گوشت میں خنزیری ردّوبدل (DNA Mixing) کا خاموش طوفان، (۷) ماحولیاتی بگاڑ میں مصنوعی قحط سالیوں، زلزلوں اور بارشوں سے مصنوعی جراثیمی ہتھیاروں تک کی تباہ کاریاں، (۸) معاشی بگاڑ میں دجّالی کرنسی، سُودی نظام ، جنجالی قرضوں اور ہلاکت خیز مالیاتی دہشت گردی، (۹) طاقت، ٹیکنالوجی اور خوف کے حربوں سے انسانوں کی عالمگیر ذہنی وجسمانی غلامی، (۱۰) نسل کشی اور غارت گری کیلئے جنگ وجدل اور جعلی بیماریوں کا بپھرتا سونامی۔

۱۶۱ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فساد فی الارض نہ برپا کرو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنیوالے ہیں۔'' (۱۱:۲البقرہ)

معاشی جھٹکوں، سائنسی چمتکاروں، علمی گُمراہیوں، میڈیائی بھُول بھُلیوں اور ذاتی مفادات جیسے دجّالی تارِعنکبوت میں پھنسے وہ بدبخت، اپنے سوا کسی اور کی فکر و ہوش سے لاپرواہ ہو جائیں گے۔فساد کا چہرہ داغدار،خونی اور بھیانک تر ہوتا چلا جائے گا مگر لوگوں کے پاس سے چونکہ اس فساد کی ''پرکھ کا پیمانہ'' گم ہو جائے گا،اس لئے دگرگوں ہوتے حالات کی حقیقت انکے حاشیۂ خیال میں کبھی نہیں آ سکے گی۔صحیح غلط، اچھائی برائی اور حلال حرام کے پیمانے اُلٹ پُلٹ جائیں گے۔حتّٰی کہ حضرت امام مہدیؒ کے دستِ مبارک پر حرم کعبہ میں لوگ بیعت کر رہے ہوں گے،تو دجّالی نیٹ ورکس انہیں مسلمانوں کے سب سے مقدّس مقام پر قابض،سب سے بڑے دہشت گرد کا رُتبہ دیکر مسلم علماءِ سُوء سے بآسانی حضرت امام مہدیؒ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دلوا دیں گے اور مسلمانانِ عالم اپنے تئیں حرم کعبہ کی حُرمت بحال کروانے کیلئے حضرت امام مہدیؒ کے خلاف کٹ مرنے پر تیار ہو جائیں گے (معاذ اللہ)۔دجّالی تباہی وفساد کے خونی پنجوں میں یقینی خودکشی سے حفاظت کیلئے ''دو نقطی نکتہ یعنی قرآن اور سُنّت'' پر سختی سے کاربند ہونا اور مدرسۂ نبویؐ کے اوّلین تربیّت یافتہ صحابہ کرامؓ کی روشن زندگیوں کو مشعلِ راہ بنانا ہی راہِ نجات وفلاح کا اکسیری نُسخہ ہے۔پس حمیّتِ دین سے سرشار کاروانِ حق و استقلال اور خُدا شناس اہلِ تقوٰی ہی ''نورانی قطب نُما'' کے حاملین ہونگے اور اُنکے سامنے سارے شیطانی پردے کُھل جا سِم سِم کی طرح وا ہو جائیں گے۔ فرقان مجید گُم شدہ قدری پیمانوں اور اُنکے نتیجے میں پیدا شُدہ تمام تر مُوذی بیماریوں اور تباہ کُن خطرات کا شافی تریاق ''تقوٰی'' کی صورت عطا کرتا ہے:

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے (یعنی تقوٰی، پرہیزگاری اور خُدا ترسی اختیار کرو گے)، تو وہ تمہیں فرقان (حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنیوالی کسوٹی) عطا فرما دے گا اور تم سے تمہاری بُرائیاں دُور کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور (جان لو) اللہ عظیم فضل کا مالک ہے۔'' (۲۹:۸الانفال)

مختصر تعبیری اکتشافات وعصرِ حاضر کیلئے مزید عملی اسباق

۱۔ اقامتِ دین اور شیطانی نظام کا انہدام

اوّل۔ ذوالقرنینی سپاہ مغرب ومشرق کی جنگی مہموں میں علمِ توحید لئے برّی حدوں کے آخری کناروں تک جا پہنچی، جہاں صالح بادشاہ نے حق و انصاف اور خیر خواہی کا ڈول ڈالکر عظیم

عمل و کردار کا عملی مظاہرہ کیا۔ پس حضرت ذوالقرنینؒ نے ''ربّ کے بندوں پر ربّ کے نظام'' کا حقیقی نفاذ کر کے نہ صرف زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا بلکہ اطراف وجوانب سے شیطانی واستحصالی نظام کی بیخ کُنی کر دی۔ اسطرح انہوں نے اللہ ربّ العزّت کی عطا کردہ خلافتِ ارضی (زمین پر قائم مسلسل ربّانی اتھارٹی) کا حق ادا کر دیا۔ ۱۶۲

دوئم۔ خیر وشر کی آفاقی کشمکش میں کبھی شیطانی نظام کے انہدام سے اقامتِ دین کا خواب حقیقت کا رُوپ دھارتا ہے تو کبھی انہدامِ دین سے شیطانی نظام اپنی گرفت مضبوط کر لیتا ہے۔ نبی آخرالزّمانؐ نے فرمایا کہ ''(میرے بعد) اسلام کی کڑیاں ضرور ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی، چنانچہ جب ایک کڑی ٹوٹے گی تو لوگ اسکے بعد والی کڑی کو پکڑ لیں گے (یعنی مسلمان باقی ماندہ دینی شُعبوں پر قانع ہو جائیں گے)۔ سب سے پہلے ٹُوٹنے والی حکم کی کڑی ہو گی اور آخری الصّلوٰۃ ہو گی'' (شُعب الایمان)۔ یعنی دین کے انہدام کا پہلا شیطانی پڑاؤ اللہ ربّ العزّت کے آخری حُکم پر مہلک وار سے ہو گا اور رفتہ رفتہ اس فتنے کا آخری پڑاؤ؛ دین کی بنیاد (بمعنی اوّلین حُکم) کی ٹُوٹ پُھوٹ ہو گا۔ عمیق فکر وتدبّر سے دینِ اسلام کی پہلی اور آخری کڑیوں کے ساتھ ساتھ معکوسی شیطانی اقدامات کی گِرہ بھی کُھل جاتی ہے۔ سب سے پہلے نماز فرض ہوئی (یعنی پہلی کڑی نظام الصّلوٰۃ تھی) اور آخری حکم حُرمتِ رباء ۱۶۳ (یعنی آخری کڑی نظامِ انفاق وصدقات کی کاملیّت جو کہ حُرمتِ ربا اور قیام

۱۶۲۔ ''اور جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) خلیفہ (یعنی نائب) بنانے والا ہوں۔۔۔۔''
(۲:۳۰ البقرہ)

''اے داوٗدؑ! ہم نے آپکو زمین میں خلیفہ (نائب) بنایا ہے، آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کریں اور نفسانی خواہشات کی اتّباع نہ کرو ورنہ وہ آپکو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیگی۔ یقیناً جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں انکے لئے سخت عذاب ہے اسلئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو (ہی) بُھلا دیا۔'' (۳۸:۲۶ ص)

''اللہ وعدہ کرتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کریں، وہ انکو زمین میں ضرور خلافت (حکومت واقتدار) عطا کریگا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور یقیناً انکے لئے دین (یعنی اسلام) کو مضبوطی کے ساتھ مُحکم کر کے جما دیگا جسے انکے لئے وہ پسند فرما چُکا ہے اور وہ انکے اس خوف وخطر کو امن وامان میں بدل دیگا، بس وہ میری بندگی کریں، میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو اسکے بعد بھی کُفر کرے، وہ یقیناً فاسق ہیں۔'' (۲۴:۵۵ النّور)

۱۶۳۔ ''جو لوگ سُود کھاتے ہیں، اُنکا حال اس شخص کا سا ہو جاتا ہے، جسے شیطان نے چُھو کر باؤلا کر دیا ہو، یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں سَودا (تجارت) بھی تو آخر سُود ہی جیسی چیز ہے (یعنی حلال اور حرام یکساں ہیں)، حالانکہ اللہ نے سَودے کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ سُود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی سُودی کاروبار سے باز نہ آئے) تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''
(۲:۲۷۵۔۲۷۶،۲۷۹ البقرہ)

الزّکوٰۃ وصدقات کا مشترکہ ماحاصل ہے) کے فوری بعد تکمیلِ دین کا اعلان ہو جاتا ہے۔ ۱۶۴ مندرجہ بالا حدیثِ نبویؐ کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خِلافتِ اوّل کے آغاز ہی میں مانعینِ زکوٰۃ کی خوفناک بغاوت کے برپا ہونے کے پیچھے نہ صرف دینِ اسلام کی آخری کڑی پر مہلک شیطانی وار (اور دورِ حاضر تک پہنچتے پہنچتے اسکے دُوررس سُودی وبینکاری اثرات کی اصل حقیقت کُھل کر سامنے آجاتی ہے) بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس چشم کُشا قول کی حقیقی معنویت کُھل جاتی ہے کہ ''میں اُس سے لڑوں گا جس نے زکوٰۃ اور الصّلوٰۃ میں فرق کیا'' (یعنی اسلام کی آخری اور پہلی کڑی میں بال برابر فرق نہیں آنے دونگا)۔ البتّہ اسلام کی کڑیاں ٹوٹتی چلی گئیں۔ نتیجتاً 1923ء میں تیرہ سو سالوں پر محیط اسلام کا مخصوص طرزِ حکومت (نظامِ خلافت) کے اندوہ ناک انہدام کے ساتھ ہی تاجِ برطانیہ اور امریکہ بہادر جیسی طفیلی ریاستوں کے جلو میں 1948ء میں اسرائیل کے نام سے آخری دجّالی ریاست کا قیام عمل میں آگیا۔ دورِ حاضر میں نماز سمیت باقی ارکانِ دین کی طرف بڑھتی کوتاہی، ۱۶۵ حتّیٰ کہ ''اسلام بطور ضابطۂ حیات'' کے بالعموم انکار اور عملی بغاوت جیسی روزمرّہ صورتحال، شیطانی منصوبے کے آخری پڑاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔

سوئم۔ عصرِ حاضر میں اگرچہ اقامتِ دین کے علمبرداروں کا اثر ورسوخ تیزی سے سمٹتا چلا جا رہا ہے مگر شیطانی نظام کے کاسہ لیسوں میں خوشی کے شادیانوں کے پیچھے سراسیمگی بڑھ رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یگانہ شیطانی نظام کے عین عقب میں یگانہ ربّانی نظام نافذ ہونے جا رہا ہے۔ لہٰذا گھڑیال کے پینڈولم کی مانند ایک انتہا کے بعد، اب کسی بھی لمحے حالات اچانک پلٹا کھا جائیں گے۔ ۱۶۶ اس لئے اپنی عارضی جیت کو دائمی مقام دلوانے

۱۶۴۔ ''۔۔۔۔۔ آج کافر تمہارے دین سے پورے مایوس ہو گئے ہیں، تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام (یعنی قرآن اور اسوۂ حسنہ) بھرپور کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام بطور دین پسند کر لیا۔۔۔'' (۵:۳ المائدہ)

۱۶۵۔ ہر روز 5 مرتبہ اللہ کی مستحکم ضمانت سے ندا لگتی ہے کہ ''نماز کی طرف آؤ، (حتمی) کامیابی کی طرف آؤ'' مگر ایک محتاط اندازے کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان میں 10-20% افراد باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں جبکہ باجماعت کی تعداد اس سے بھی کم ہے۔ جہاں ایک بڑی مسلم آبادی ربّانی فیوض وبرکات سے محروم ہے اور ان قیمتی لمحات میں کامیابی کہیں اور تلاش کرتی ہے، وہیں جو نمازی ''مومنوں کی معراج'' تک پہنچ پاتے ہیں، انکی اکثریت بھی خشوع وخضوع کے علاوہ، اپنے کردار ومزاج میں اللہ کے مطلوب انسان کی عالی صفات اور نبوی رنگ ڈھنگ سے محروم رہ جاتی ہے۔

۱۶۶۔ ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دینِ اسلام) کو (عالم کے) سب مذاہب پر غالب کر دے، خواہ مُشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (۹:۳۳ التوبہ، ۶۱:۹ الصّف)

اورخروجِ دجّالِ اکبر کوجلد از جلد ممکن بنانے کیلئے وہ باقی ماندہ حدود کو بھی فوری پھلانگ جانے کیلئے انتہائی تاؤلے پن کا شکار ہیں۔

چہارم۔ دورِ دجّال میں ایمان کی حفاظت انتہائی مشکل ہوجائے گی، اس لئے اہلِ ایمان کو تیزی سے پھسلتے وقت کو قیمتی بنانے کی ہر ممکنہ تدبیریں کرگذرنی چاہییں اور دین کو زندگی کا ضمیمہ یا جُزوقتی شعبہ بنانے کی بجائے کُل وقتی طرزِ عمل بنا کر اس کے تمام شعبوں کو مضبوط کرنے کیلئے [۱۶۷] تن، من، دھن کی بازی لگا دینی چاہیے، تاکہ جب اللہ ربّ العزّت پورے عالمِ انسانیت سے یگانہ دجّالی و شیطانی نظام کے انہدام کے ساتھ ہی یگانہ ربّانی نظام یعنی دینِ قیّم [۱۶۸] کے مکمل نفاذ سے اپنے نور کے اتمام کا وعدہ پورا کرے تو سعادت مندوں میں شامل ہوجائیں۔ [۱۶۹]

۲۔ ہے جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مُفاجات: مظلومینِ یاجوج وماجوج کی کیفیّت پر غور کریں تو وطنِ عزیز کی طرح ناکامی، پست ہمّتی اور بدنظمی کا شکار ٹولیوں میں بٹے افراد کی بھیڑ بھاڑ کا مجموعہ تصوّر میں آئے گا، جو حقیقی مقصدِ زندگی، حُریتِ فکر وعمل اور انقلابی سوچ سے قطعی عاری تھے۔ وہ ہر دن کو کولہو میں جُتے بیل کے محض ایک اور چکّر کی مانند گُزار رہے تھے جبکہ اپنی زندگی تک کو دوسروں کی بخشیش وعطا کا ثمر سمجھ رہے تھے۔ مظلومینِ یاجوج وماجوج نے بھی یقینِ محکم کی ایٹمی طاقت کو محض خام خیالی جان کر بالا دست قوم کے ظلم واستحصال کو اپنا دائمی مقدّر مان لیا، اپنے آپکو حالات کے بے رحم تھپیڑوں کے حوالے کر دیا اور غُلامانہ ذہنیّت پر دل وجان سے ایمان لے آئے تھے۔ وہ اپنے معاشرے، تمدّن اور اخلاقی قدروں کی ذلّت آمیز پامالی کے سامنے پتوار پھینک بیٹھے تھے اور سمجھتے تھے کہ اب زمین

۱۶۷۔ ''اے ایمان والو! اسلام میں پُورے کے پُورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کُھلا دُشمن ہے۔''
(۲:۲۰۸ البقرہ)

۱۶۸۔ ''پس تم سب سے ہٹ کٹ کر اپنا رُخ اِس دین (اسلام) کی سمت جما دو (اور اختیار کئے رکھو) اُس فطرت کو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلنا نہیں، یہی دینِ قیّم (سیدھا دین) ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''
(۳۰:۳۰ الروم)

۱۶۹۔ ''یہ (مُنکرینِ حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (۹:۳۲ التوبہ، ۶۱:۸ الصّف)

و آسمان کی کوئی بھی طاقت اُنہیں اس جانکن شکنجے سے رہائی نہیں دلا سکتی۔

غُلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں ، نہ شمشیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۳۔ ذہنی، جسمانی اور رُوحانی تیاری: حضرت ذوالقرنینؒ کے تینوں سفروں سے پہلے بھرپور تیّاری کا خصوصی تذکرہ یہ تحریک دیتا ہے کہ زندگی کی ہر مُہم کو نتیجہ خیز بنانے کیلئے جنگی بنیادوں پر ہمہ گیر و ہمہ جہت پیشگی تیّاری ضروری ہے، ورنہ سخت دجّالی آزمائشوں میں پچھتاوے کا محل نہیں ہوگا۔ **درحقیقت رضائے الٰہی کی لگن میں فکر ونظر، نشانِ منزل وسعیٔ مسلسل اور قلبی ذوق وشوق جیسے عناصر کو ''وحدت کی مالا'' میں پُرو دینے کا نام ''اسلام'' ہے، یہ جامدیت، سُستی اور کسی بھی افیونی خوراک کا متحمّل نہیں ہوسکتا۔**

یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۴۔ جہاد فی سبیل اللہ اور عزمِ شہادت: حضرت ذوالقرنینؒ کی اعلائے کلمتہ اللہ کیلئے سرگرم پیش قدمیوں میں فتح ونصرت نے ان کے قدم چومے۔ بالکل ایسے ہی، اللہ کا نام لیکر دنیاوی مرغوبات واشتہائے نفس کے خلاف علمِ جہاد بلند کردینے والوں اور میدانِ عمل وسرگرمی کو اپنی ذات سے ترقّی دیکر بہبود واصلاحِ معاشرہ کی طرف پھیلانے والوں کیلئے سعادتوں کے دَر وا ہوجائیں گے۔ اس عظیم راستے میں زندگی یا موت دونوں میں بازی مات نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی ضمانت ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کُشائی

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۵۔ طرفین سے نگاہ ہٹائیں اور تیسری سمت موڑیں، کامیابی آپ کے سامنے کھڑی ہے:
حضرت ذوالقرنینؒ دونوں اطراف کے سفر کے بعد تیسرے عظیم تر سفر کیلئے کمر بستہ ہوگئے۔

یہاں دجّال کی فکر ونظر کو سخت مُتزلزل کر دینے والی صورتحال سے نجات کیلئے لطیف اشارہ ہے کہ جب دائیں بائیں سے پڑنے والی مشکلات ساری سمجھ بوجھ چھین لیں، تو حکمتاً ان سے ہٹ جائیں اور سب سے ہٹ کٹ کر بھرپور اخلاص کے ساتھ ۱۷۰ اپنے کریم ربّ کی بارگاہ میں پیش ہو جائیں، صبر و نماز سے مدد لیں، ۱۷۱ کامیابی آپ کو اپنے سامنے کھڑی ملے گی، ان شاءاللہ۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(علامہ محمد اقبالؒ)

۶۔ ایمان، اتحاد اور تنظیم کی افادیت: اپنی صفوں میں ایمان، اتحاد اور تنظیم کی ضرورت جتنی آج ہے، اتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ حضرت ذوالقرنینؒ کی سُنّت کے مطابق اللہ پر مکمل بھروسہ کر کے، تمام حاصل قوّتوں کو یکسو و ہم یکجان کریں اور مقرّرہ ہدف کی طرف بھرپور پیش قدمی کر گزریں، یہی کامیابی کا نسخہ کیمیا ہے۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

(علامہ محمد اقبالؒ)

۷۔ وقت، وسائل اور ایقان کی ہم آہنگی: گزشتہ بحث سے واضح ہوگیا ہے کہ اب نہ تو ضائع کرنے کا کوئی وقت رہا ہے، نہ ہی کوئی راہِ فرار باقی ہے اور نہ ہی آخری گروہِ شرفِ انسانی کے پاس کوئی اور چارہ ہے۔ جتنے وسائل آج موجود ہیں ان پر دجّالی قوّتوں کی مضبوط ہوتی گرفت کے بعد شدید تر بُحران آجائے گا، ایمان و ایقان، بقائے انسانیت اور صحت و عافیّت کیلئے آئندہ آزمائشیں مہلک سے مہلک ترین ہوتی جائیں گی۔ اس لئے سُنّتِ ذوالقرنینؒ کے مطابق اپنے (بقیہ) وقت اور حاصل وسائل کو بہترین انداز میں

۱۷۰۔ ''اور اس شخص سے بہتر اور کس کا دین (طرزِ زندگی) ہوسکتا ہے کہ جس نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ نیک کاموں میں لگا رہا۔ اور یکسو (اور ہر تذبذب سے ماورا) ہو کر ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرتا رہا، اُس ابراہیمؑ کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا۔'' (۴:۱۲۵ النساء)

۱۷۱۔ ''اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک نماز گراں ہے، مگر ان پر نہیں جو عاجز (بندے) ہیں۔'' (۲:۴۵ البقرہ)

استعمال کرنا اور ایمان و ایقان پر سخت محنت کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ سب سے بڑا لُٹیرا شیطان اور اسکی دجّالی ذریّات وقت کو قیمتی بنانے والے کی ہر لمحہ گھات میں رہتے ہیں۔

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(علامہ محمد اقبالؒ)

۸۔ گوشۂ ایمان و عافیت کی بقا حفاظتی دیوار کی مضبوطی سے مشروط ہے: ذوالقرنینی سپاہ نے بڑے فتنے سے حفاظت کیلئے ناقابلِ تسخیر دیوار تعمیر کی۔ یعنی حالات جس قدر گھمبیر و دگرگوں ہو جائیں، کفر و الحاد کے خلاف اُسی قدر مضبوط تر حفاظتی بند ہی گوشۂ ایمان و عافیّت کی بقا کا ضامن ہوگا۔

۹۔ نشانِ منزل اور نجات کا حتمی راستہ: صالح حکمران ذوالقرنینؒ کی نتیجہ خیز سرگرمیوں کی طرح، کوئی بھی چیلنج مومنوں کے قدم ڈگمگا تا ہے اور نہ ہی انکی فکر و عمل کو متزلزل کر سکتا ہے۔ اللہ اور روزِ حساب سے ڈرنے والے ان صالحین و مُتّقین کیلئے عروج و زوال کی تمام کیفیات میں اللہ کا قرآن، نبیؐ کا فرمان اور صحابہؓ کا نشان ہی نشانِ منزل اور نجات کا حتمی راستہ ہوتا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(علامہ محمد اقبالؒ)

۱۰۔ میرا پیغام ''استقامت'' ہے، جہاں تک پہنچے: قصّۂ ذوالقرنینؒ میں صالح و مُصلح حکمران نے تین مُختلف قوموں کے ساتھ مُختلف انداز میں خیر خواہی و قومی بہبود کے طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا اور کہیں بھی احکاماتِ الٰہیہ سے رائی برابر نہیں ہٹے۔ ''**شریعت پر استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے**'' کی تابندہ صُورت میں انہوں نے شاندار عملی اقدامات کر کے اعلیٰ ترین ذاتی مثال قائم کی اور کسی لمحے بھی اپنی ذات (ذاتی مفادات و نفسانی خواہشات) کو مقصدِ

زندگی (رضائے الٰہی) پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ عصرِ حاضر میں جب دجّالی فتنوں کی آندھیاں ایمانی خیمے کی آخری طنابیں بھی اکھاڑنے پر تُلی ہوئی ہیں، استقامتِ دین کا یہ پہلو خصوصی تدبّر و تدبیر کا متقاضی ہے۔ نبی آخرالزّمان نے فرمایا کہ **"اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہو"** (سنن ابنِ ماجہ)۔ اللہ ربّ العالمین فرماتا ہے:

"اے اہلِ ایمان (دُنیاوی مصائب و آلام پر) صبر سے کام لو اور (طاغوتی و شیطانی قوّتوں کے مقابلے میں) استقامت رکھو اور (ایمانی مورچوں پر) جمے رہو اور ہر لمحہ اللہ کے دھیان میں رہو، تاکہ تم (دُنیا و عُقبیٰ میں) کامیاب ہو جاؤ۔" (۳:۲۰۰ آلِ عمران)

۱۱۔ خلیفۃ اللہ فی الارض کی رفیع الشّان صفات۔ یہ منفرد قصّہ حضرت ذوالقرنینؒ کی نسبت سے خلیفۃ اللہ فی الارض سے جامع تعارف کرواتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت کی ایسی برگزیدہ ہستی مندرجہ ذیل تین عالی صفات کی بدرجہ اتّم مجموعہ و مثالی نمونہ ہوتی ہے:۔

اوّل۔ بنیادی صفات: حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کی یکجائی۔

دوئم۔ متوسّط صفات: علمِ کامل اور عملِ کامل کی اجتماعیت۔

سوئم۔ اعلیٰ ترین صفات: سیاسی بصیرت اور اقتصادی بصیرت کی ہم آہنگی۔

۱۲۔ حضرت ذوالقرنینؒ جیسا مثالی رہنما نہ ہو تو؟ قحط الرّجال ہو' حالات سخت ناموافق ہوں' اپنے بھی مخالف ہو جائیں اور سب ہی مل کر اپنے آشیانے کو آگ لگانے پر تُل جائیں تو بھی پتوار پھینکنا' اللہ کے باغیوں کے ساتھ نظریۂ ضرورت کے مطابق مفاہمت کر لینا یا پست ہمت ہو جانا، اہلِ عزم و استقلال کا شیوہ نہیں ہے۔ بلکہ زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بن کر رہیں، سب پر حاوی و مقتدر اللہ ربّ العزّت حامی و ناصر ہوگا۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

(علامہ محمّد اقبالؒ)

۱۳۔ اصحابِ کہف کے مشرکانہ ماحول سے حضرت ذوالقرنینؒ کے دینی ماحول تک کی دلگداز کارگزاری: سورۃ الکھف ایک عالی مرتبت ربّانی ترتیب سے اپنے خوش بخت قاری کو پہلے مرحلے میں قصّۂ اصحابِ کہف میں سخت مشرکانہ ماحول میں علمِ توحید بلند کرنیوالی چند انسانیت کی جُھومر ہستیوں سے تعارف کرواتی ہے، دوسرے مرحلے میں قصّۂ موسیٰؑ و خضرؑ کے ذریعے تربیّتی اسرار و رموز کے روحانی خصائص سے مزیّن کرتی ہے۔ ان تربیّتی مراحل کے ثمرات کے نتیجے میں کایا پلٹی پر، تیسرے مرحلے میں قصّۂ ذوالقرنینؒ پورے انسانی معاشرے پر دینِ اسلام کی روحانی برکات و انقلابی اثرات کی زبردست تصویر کشی کرتا ہے۔ یہی وہ عالی مقام ہوتا ہے جہاں دہشت و بہیمیت کی علامت یعنی اقوامِ یاجوج و ماجوج بھی (جنگ و جدل میں ڈھلی) ذوالقرنینی سپاہ کا سامنا کرنے سے گُریزاں دکھائی دیتی ہے۔ ۱۷۲ حقیقتاً یہی سہ منزلہ عملی دستور العمل (یعنی تدبّر و احساسِ زیاں، تربیّت و تزکیّہ کے مدارج اور تمام دینی شُعبوں کا بھرپور نبویؐ نفاذ)، عصری تقاضوں کا اکسیری تریاق بھی ہے اور آندھی طوفان کی طرح بڑھتے دجّالی فتنوں کا اجل توڑ بھی۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں،
الحذر ! آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفرین،
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین

(ابلیس کی مجلسِ شوریٰ ۔ علامہ محمّد اقبالؒ)

۱۴۔ اتّمامِ توحید اور ختمِ نبوّتؐ کے تقاضے: "عہدِ اَلست" ۱۷۳ 1,24,000 کے بعد

۱۷۲۔ "اور تیّار رکھو اپنی طاقت پوری قوّت کے ساتھ اور پورے ذرائع جنگ کے ساتھ، تاکہ ہیبت طاری ہو جائے اللہ کے دُشمنوں پر اور تمہارے دُشمنوں پر اور اُن پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ خوب جانتا ہے۔ جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، تمہیں اسکا پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور تمہارا ذرا بھی نُقصان نہیں کیا جائے گا۔" (۸:۶۰ الانفال)

۱۷۳۔ "اور جب آپکے ربّ نے (عالمِ ارواح میں) بنی آدم کی پُشت در پُشت (نسلوں سے انکی) اولاد کو نکالا۔ اور انہیں خود اپنے نفسوں پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے (اقرار کرتے ہوئے) کہا کیوں نہیں (تو ہی تو ہمارا ربّ ہے)۔ (ہم نے یہ عہد اس لئے کروایا تھا کہ) روزِ قیامت تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اسکی خبر ہی نہ تھی۔" (۷:۱۷۲ الاعراف)

الٰہی فرستادے مالکِ بے ہمتا کا، تمام اِنسانیت کے نام ایک ہی آفاقی و دائمی پیغام لیکر آئے [174] کہ عقیدۂ توحید کے تمام فکری، نظری، قلبی اور عملی تقاضوں پر بِلا عذر و تامل سر تسلیمِ خم کر لینے میں ہی اِنسانیت کی حتمی فلاح کا راز ہے، [175] ورنہ سب گھاٹے کا سودا ہے۔ نبی آخرالزّماںؐ کے ساتھ ہی طویل سلسلۂ نبوت کا حتمی اختتام ہو چکا ہے [176] مگر کارِ نبوّت **(انسانوں کو انسانوں کی استحصالی غلامی سے نجات دلا کر ایک اللہ کی غلامی میں لانا، اللہ کے بندوں پر اللہ کے نظام کا کُلّی نفاذ کرنا اور دنیا کو علمِ نافع سے امن و سلامتی اور ترقّی و فلاح کا عالمگیری گہوارا بنانا)** نہ معطّل ہوئے اور نہ ساقط ہوئے بلکہ آج بھی اسی آب و تاب سے باقی ہیں۔ اس لیے اب ختمِ نبوّت کے صدقے اللہ ربّ العزّت کی چُنی ہوئی اس آخری امّت [177] نے اپنے آپکو ذات، مسلک، نسل، وطن یا کسی دوسرے تعصّبی خانوں میں تقسیم کرنے اور جُز وقتی یا غیر متشرع مسلمان بننے کے گورکھ دھندوں کی بجائے، **کُل وقتی کارِ نبوّت سے ہر حال میں وفا کرنی ہے۔ پس مسلمانوں کیلیئے آخری سانس تک اخلاص کے ساتھ اس عظیم ترین ذمّہ داری کا حق ادا کرنے کی مکمل تدبیر کرنا انتہائی ضروری ہے۔** نیز اب یہ اِسی اُمّتِ خاتم المرُسلینؐ کا ہی فرضِ منصبی ہے کہ ختمِ نبوّت کے صدقے اللہ ربّ العزّت کی عطا کردہ **خلافتِ ارضی** (زمین پر قائم مسلسل ربّانی اتھارٹی)، امانتِ الٰہیّہ [178] اور عالمگیر شہادتِ انسانی [179] جیسی تین انتہائی اہم اور بھاری ذمّہ داریوں کو بھرپور حکمت و طاقت سے پورے عالم میں پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ ان عظیم ترین ذمّہ داریوں کی انجام دہی اسلیئے انتہائی ضروری ہے کہ نبی آخرالزّماںؐ کی شفاعت و شہادت نصیب ہو سکے، [180] اپنی خودکشی و ہلاکت کے راستے پر ہٹ دھرمی سے گامزن عالمگیر انسانیت کو فلاح و کامیابی کا سُراغ مل جائے، پوری دنیا میں اللہ کے دین کے غلبے سے آپؐ کی عالمگیر رسالت کی کُلّی تکمیل ہو جائے [181] اور قرآن عالیشان میں غلبۂ اسلام و اتّمامِ نور اللہ کی بشارتیں پوری ہو جائیں۔ [182] ان بلند ترین مقاصد، انتہائی شریفانہ و کریمانہ تعلیمات اور عمل و کردار کے عظیم مظاہر اس وقت تک معرضِ وجود میں آسکتے ہیں اور نہ ہی قائم رہ سکتے ہیں جب تک کہ انکی پشت پر ایک تیار انسانی جماعت نہ کھڑی ہو۔ یہ عظیم جماعت اس ہمہ گیر و ہمہ جہت انقلابی منشور کی شعوری علمبردار، حق کے راستے میں سرگرم

۱۷۴۔ ''اور جو رسول آپؐ سے پہلے بھیجے گئے، اُنکی طرف بھی یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔'' (۲۱:۲۵ الانبیا)

۱۷۵۔ ''آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ (ہاں) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ سب کا اِلٰہ (معبود) صرف ایک ہی ہے، پس جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا امیدوار ہو، اُسے چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کرے اور اپنے ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' (۱۸:۱۱۰ الکھف)

۱۷۶۔ ''محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔'' (۳۳:۴۰ الاحزاب)

۱۷۷۔ ''(مسلمانو! سب امّتوں میں) تم بہترین اُمّت ہو جسے سب لوگوں (کی ہدایت) کیلیئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔۔'' (۳:۱۱۰ آلِ عمران)

۱۷۸۔ ''ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس (کی عظیم ذمّہ داریوں) سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اُٹھا لیا، بے شک وہ اپنے کو مُشقّت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔'' (۳۳:۷۲ الاحزاب) مُختلف گرامی مفسّرین نے امانت کے کئی مفہوم بیان فرمائے ہیں مثلاً پہلا مفہوم: ''نورِ عقل'' جسکے ذریعے نیکی یا بدی میں اختیار و ارادہ کی انسانی آزادی ہے جو معرفتِ الٰہیّہ تک لیجاتی ہے، دوسرا مفہوم: **ایمان و ہدایت**، تیسرا مفہوم: **قرآن عالیشان اور اسکے تقاضے**، چوتھا مفہوم: اقامتِ دین یعنی دینی فرائض و واجبات۔

۱۷۹۔ ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں اپنے کام کیلیئے چُن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملّت پر، اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اِس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسولؐ تم پر گواہ ہوں اور تم تمام لوگوں (اور اُمّتوں) پر گواہ بن جاؤ۔ پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ (کی رسّی) کو مضبوط پکڑے رکھو، وہی تمہارا مولیٰ (کارساز) ہے۔ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔'' (۲۲:۷۸ الحج) امّتِ محمدیہؐ کا دنیا میں اپنے عمل و کردار سے دینِ قیّم کی آخری نشانی کا رُتبہ اور میدانِ حشر میں خصوصی انعام جہاں وہ باقی اُمّتوں کے خلاف اُنکے انبیاء کیلیئے گواہ ہوگی۔

۱۸۰۔ ''اور ہم نے اسی طرح تمہیں عادل اُمّت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر (حق کیلیئے) گواہ ہو جاؤ اور رسولؐ تم پر گواہ ہو جائیں، جس قبلہ پر تم پہلے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرّر کیا تھا کہ جانچ لیں کہ کون ہے جو رسولؐ کا سچا تابعدار ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے۔ گو یہ کام مُشکل ہے، سوائے جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا ہو (یہ انکے لئے کچھ مشکل نہیں)۔ اللہ تمہارے ایمان ضائع نہیں کریگا، یقین رکھو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفقت اور مہربانی والا ہے۔'' (۲:۱۴۳ البقرہ)

۱۸۱۔ ''اور (اے محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلیئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔'' (۲۱:۱۰۷ الانبیاء)

۱۸۲۔ ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دینِ اسلام) کو (عالم کے) سب مذاہب پر غالب کر دے۔ اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔'' (۴۸:۲۸ الفتح)

سورۃ الکہف

جدوجہد پر فکر وقلب سے مائل، سچّے اسلامی مزاج میں گُندھی ہوئی عملی تعبیر اور اللہ ربّ العزّت کی راہ میں اپنے تن، من، دھن کو قربان کر دینے کیلئے ہمہ دم ذوق وشوق سے لبریز ہوگی۔ بزبانِ قرآن عالیشان:۔

"بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے (دین کے) لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے" (۱۶۲:۶الانعام)

آخری بات

سورۃ الکھف فتنۂ دجّال کے ظلم ودہشت، جبر و استبداد اور ارتداد و الحاد جیسے زہریلے لائحہ عمل کے خلاف ایٹم بم سے بھی طاقتور وموثر ترین ہتھیار ہے۔ عصرِ حاضر میں علم کی چوٹی جیسے محاسن سے بھرپور یہ دو متضاد تصویروں' تقابلی جائزوں اور کڑے احتسابِ ایمان جیسے زبردست اسلوب و تراکیب سے لبریز ہے۔ یہ ہمیں قیامت خیز دجّالی چکاچوند میں بھی اپنی ترجیحات اور سمت نما آسانی سے درست کر کے صراطِ مستقیم پر مضبوطی سے چلنے کا بھرپور داعیہ پیدا کرتی ہے۔ یہ ہمارے لئے عہدِ حاضر کے گوناں گُوں فتنوں' آلائشوں اور مُغالطوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے باطنی آنکھ (روحانی بصیرت) کو وا کرنے کا سہل ترین و اَجل طریقہ کار وضع کر دیتی ہے اور گروہِ اہلِ حق و احسان سے باقاعدہ تعلیمی نشست وعملی درس کے ذریعے کندن بنانے کا بھی مکمل اہتمام کرتی ہے۔ چونکہ اللہ کا قرآن' نبیؐ کا فرمان اور صحابہؓ کا نشان ہی دجّالی مثلّث کے تینوں کونوں (سیاسی وعسکری' معاشی' روحانی وعلمی اثاثوں) کو ملیا میٹ کر کے انسانیت کی بقا وفلاح کا عالمگیری نظام نافذ کر سکتے ہیں، اس لئے سورۃ الکھف کی روشنی میں ہر شعبہ ھائے زندگی میں عالی عزم وحوصلہ اور صاحبانِ حمیّت واستقلال کیلئے حق کا علم فوری اٹھانے اور استقامت سے بڑھتے چلے جانے کی مثال قائم کر گزرنے کے وافر مواقع موجود ہیں۔ ایسی نتیجہ خیز سرگرمیوں سے ہی کٹھن دجّالی فتنے کی باغی وسرکش موجوں کے سامنے دفاعی واقدامی حفاظتی انتظامات مکمل ہو سکتے ہیں۔ اس آفاقی مشن کیلئے مزید تاخیر کی گنجائش ہے اور نہ ہی آسمانی فرشتوں کی راہ تکنے کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ تو نہ جانے کب سے انتظار میں ہیں کہ کب یہ کاروانِ حق واستقلال اپنی منزلِ مقصود کیلئے کمر کس کر نکل پڑتا ہے اور فضائے بدر پیدا کرتا ہے۔

"اور ہمت نہ ہارو اور غمزدہ نہ ہو، بیشک تمہی غالب ہو گے، بشرطیکہ تم مومن ہو"۔ (۱۳۹:۳آلِ عمران)

......☆☆☆☆☆......

خصوصی ضمیمہ ۔ ۱

نوعِ انسانی کیلئے کٹھن ترین فسادی فتنے کی حقیقت اور استباط

"تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا تدبّر نہیں کرتے ہیں یا انکے دلوں پر قُفل پڑے ہوئے ہیں۔" (۲۴:۴۷محمدؐ)

کٹھن ترین فتنے کا قرآنی نقشہ و مختصر تعبیری تصویرکشی

اللہ ربّ العزت کے جلّی کلمات سے سرّی شیطانی عزائم بے نقاب

شیطان کا لغوی مطلب باغی وسرکش ہے۔ شیطان بہکاوے، نافرمانی اور گمراہی کی اندھی کھائیوں میں گرانے والی زبردست قوّتِ محرّکہ ہے۔ یہ متکبّر جِن تھا جس نے نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بلکہ مسجود الملائکہ انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا نافرمان (منکرو کافر) بنا ڈالنے پر تُلا ہوا ہے۔ شیطان زہریلے وسوسوں سے انسانی ذہن میں شک و بے یقینی کے پراگندہ جالے بُن کر اسے بہکا دیتا ہے اور پھر مسلسل پیچھا کر کے اُسے گمراہی ورذالت کی اندھی کھائی میں گرا کے دم لیتا ہے۔ جو جتنا نیکی، تقویٰ اور خیر خواہی کی طرف مائل ہوتا ہے اس پر اتنا ہی مہلک وار کرتا ہے اور جو تھوڑا بہکا ہو، اُسے بھی مکمل گمراہ کئے بغیر نہیں ٹلتا۔ انسان کا یہ ازلی دشمن نہ صرف محیّر العقول شعبدوں اور مہلک ترین ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال کرتا (کرواتا) ہے بلکہ اپنی ذریّات (چیلوں/ گماشتوں/ حلیفوں) یعنی **حزب الشیطان** (گروہِ شیطان) کی ہر ممکن راہنمائی' تربیت وتنظیم اور ذاتی تعاون کا بھرپور بندوبست کرتا ہے تاکہ اپنے ساتھ نسلِ انسانی کی بڑی بھاری تعداد کو جہنم کا ایندھن بنا دے (صحیح بخاری کی ایک حدیثِ نبویؐ میں جہنمیوں کی تعداد ہر 1000 لوگوں میں 999 بتائی گئی ہے یعنی محض 0.1% خوش قسمت لوگ جنّت میں داخل ہونگے)۔ اللہ ربّ العزّت

قرآن عالیشان میں اپنے بندوں کو مندرجہ ذیل آیات میں شیطانی ارادوں، ہتھکنڈوں اور اثاثوں سے خبردار کرتا ہے:

۱ ''میں (شیطان) قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ (اللہ) کی سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) پر بیٹھوں گا پھر اُن پر سامنے سے اور عقب سے بھی حملہ کروں گا اور انکی داہنی اور بائیں جانب سے بھی حملہ آور ہونگا اور آپ ان (انسانوں) میں سے اکثر کو (اپنا) ناشکرا پائیں گے۔'' (۱۷-۱۶:۷الاعراف)

۲ ''اس (شیطان) نے کہا (اللہ) تیری عزّت کی قسم! میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا بجز تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے اپنے لئے خالص کرلیا ہے''۔ (۸۳-۳۸:۸۲ ص)

۳ ''(شیطان نے اللہ سے کہا) میں انہیں (انسانوں کو) آرزوؤں میں اُلجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت (فطرت) میں ردّوبدل کریں گے۔ (پس) اللہ کو چھوڑ کر جس نے شیطان کو اپنا ولی وسرپرست بنایا وہ صریح خسارے میں پڑ گیا۔ وہ (شیطان) لوگوں سے وعدے کرتا اور انہیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں۔'' (۱۲۰-۴:۱۱۹ النساء)

۴ ''(یہ تیری چالیں ہیں اے شیطان کہ) اُن میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا لے اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالے اور اُنکے مال واولاد میں سے اپنا حصّہ لے لے اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ جتنے بھی شیطان کے وعدے ہیں، سراسر فریب ہیں۔'' (۱۷:۶۴بنی اسرائیل)

۵ ''اگر اللہ ایک قوم کو دوسری قوم سے دفع نہ کرتا تو (راہبوں کی) خانقاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں (آج بھی) اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب تباہ ہوجاتے اور اللہ یقیناً اسکی مدد کرے

گا جو اس (کے دین) کی حمایت (واطاعت) کرتا ہے، بے شک اللہ زبردست ہے (اور غلبے والا ہے۔'' (۲۲:۴۰الحج)

۶ ''وہ (حزب الشیطان) اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو انکی تمام چالوں کا علم ہے اور انکی چالیں ایسی (زورآور) تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔'' (۱۴:۴۶ابراہیم)

۷ ''(دیکھو) تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ سب سے بڑا دھوکہ باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔'' (۳۱:۳۳لقمان)

۸ ''جو لوگ سُود کھاتے ہیں اُنکا حال اُس شخص کا سا ہوتا ہے، جسے شیطان نے چُھو کر باؤلا کردیا ہو، یہ حالت اُنکی اس وجہ سے ہوگی کہ وہ کہتے ہیں کہ سَودا (تجارت) اور سُود ایک ہی سے ہیں (یعنی حلال اور حرام یکساں ہیں) ----------(مومنو!) اگر تم نے ایسا نہیں کیا (یعنی سُود نہ چھوڑا)، تو پھر اللہ اور اسکے رسولؐ سے جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ۔'' (۲:۲۷۵،۲۷۹ البقرہ)

۹ ''وہ (شیطان) تمہیں صرف برائی اور بے حیائی اور اللہ کے متعلق وہ باتیں کہنے کا حکم دیتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔'' (۲:۱۶۹ البقرہ)

۱۰ ''شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔'' (۲:۲۶۸ البقرہ)

۱۱ ''بلاشبہ شیطان لوگوں کے درمیان فساد (تفرقہ، بدگمانی اور تعصّب) ڈالتا ہے، شیطان یقیناً انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' (۱۷:۵۳بنی اسرائیل)

۱۲ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جو دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اُس پر جو آپؐ پر نازل ہوا ہے اور اس پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا ہے، (اسکے باوجود) یہ چاہتے ہیں کہ فیصلوں کیلئے طاغوت (جھوٹے خُداؤں) کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں حکم دیا جاچکا ہے کہ طاغوت سے انکار کریں جبکہ شیطان یہی تو چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر

بہت دور گمراہی میں لے جائے۔'' (۶۰:۴النساء)

۱۳ ''اور جو لوگ ہدایت واضح ہونے کے بعد اُلٹے پھر گئے، یقیناً شیطان نے ان کیلئے (انکے عمل کو) مزیّن و آراستہ کر دیا ہے اور ان کو لمبی امیدوں میں پھنسا رکھا ہے۔'' (۲۵:۴۷محمدؐ)

۱۴ ''اُن پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے، یہ شیطانی گروہ (حزب الشیطان) ہے، بلاشبہ شیطانی گروہ ہی گھاٹے والا ہے۔'' (۱۹:۵۸المجادلہ)

۱۵ ''بیشک یہ شیطان ہی ہے جو (تمہیں) اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے۔ پس ان سے مت ڈرا کرو اور مجھ سے ہی ڈرو اگر تم مومن ہو۔'' (۱۷۵:۳ آلِ عمران)

۱۶ ''مومن تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کافر اللہ کے سوا دوسروں (طاغوت یعنی شیطان وغیرہ) کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو۔ یقین رکھو شیطانی حربہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے۔'' (۷۶:۴ النساء)

۱۷ ''(منافقوں کی مثال) شیطان کی طرح ہے کہ اس نے انسان سے کہا کفر (یعنی نافرمانی) کر' جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں' میں تو اللہ ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔'' (۱۶:۵۹الحشر)

۱۸ ''بے شک جو میرے بندے ہیں، اُن پر (شیطان) تیرا داؤ نہیں چل سکتا اور (اس کاروانِ اخلاص وحمیّت کیلئے) آپ کا ربّ ہی کافی کارساز ہے۔'' (۶۵:۱۷بنی اسرائیل)

۱۹ ''(شیطان اور اس کے حواری) چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور (دینِ ہدایت) کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہیں رہے گا' خواہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔'' (۳۲:۹ التوبہ)

۲۰ ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنّوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اُسے اور

اُسکی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔ (۵۰:۱۸الکھف)

سربستہ شیطانی عزائم کی مختصر تعبیری تصویر کشی

۱۔ شیطانِ لعین جھوٹ، تلبیس، لایعنی ابہام و باطلی مُغالطوں اور خوف و دہشت کے زبردست ہتھیاروں کے ذریعے طاغوت (غیر اللہ) کی پُوجا پر مائل کرتا ہے تاکہ عالمِ انسانیت کو حق کی روشنی (قرآن وسُنّت) سے شرک کے رذالت زدہ اندھیروں میں دھکیل دے۔ اسطرح وہ اللہ ربّ العزّت کی بندگی و وفاداری کی فہرست سے کاٹ کر، اللہ کے بندوں کے گلے میں نادیدہ شیطانی پٹہ ڈالکر انہیں اپنا بے مول غلام بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے اندر ایک خُدا کے تصوّر کو مستحکم کیا ہوا ہے، اسلئے مُلحد سمیت سب انسانوں کا فطرتاً کوئی نہ کوئی خُدا ضرور ہوتا ہے۔ البتّہ بھٹکے ہوئے لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر نفس، دولت، عہدہ و اقتدار، عقل، منطق، کیریئر اور سائنس یا گمراہی کے کسی نہ کسی دوسرے خدا کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور ظاہر سے ماورا غیبی حقیقتوں کا عملی بطلان کر جاتے ہیں۔ اسطرح درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی صریح خلاف ورزی کرتے کرتے شیطان کے پُجاری بن جاتے ہیں اور بسا اوقات اسی دشت کی سیّاحی میں زندگی کی شام کر جاتے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۲۔ شیطانِ لعین نافرمانی، گناہ، فسق، فجور، عصبیّت اور منافقت و جہالت سے ترقی دیکر کفر وشرک کی طرف مسلسل برانگیختہ کرتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے احکامات، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے لاپرواہی، شقی القلبی اور بے حسی دل و نگاہ میں گھر کر لیتے ہیں اور پھر ایسے انسان کی نگاہوں سے اللہ کی بے پایاں رحمت وقُدرت گُم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ شیطان دنیاوی

دوڑ دھوپ میں انسان کو اپنی زبردست کوتاہی کے احساس سے ماؤف (Immune) کر دیتا ہے، اسلئے ساری زندگی کھُلا دَرِ توبہ اُسے دکھائی نہیں دیتا اور نتیجتاً وہ سچّی توبہ کی توفیق سے بھی محروم رہتا ہے۔ ایسا انسان ، اسلام کے ''**اخلاق وتقویٰ**'' کے اندرونی حصار کو توڑ کر اسلامی ''**قانون وفتویٰ**'' کے بیرونی دائرے سے باہر نکل جاتا ہے اور کٹی پتنگ کی مانند واپسی کی فکر سے بھی آزاد و بے پرواہ محوری گردش میں ہی ضائع ہو جاتا ہے۔

''اور اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جسے اُسکے ربّ کی آیات (اور نشانیوں) سے سمجھایا جائے اور وہ اُن سے منہ پھیر لے اور اپنے ہاتھوں کے کرتوت بھول جائے؟ (جن لوگوں نے یہ روش اختیار کی ہے) اُن کے دلوں پر ہم نے غلاف چڑھا دیے ہیں کہ وہ اس (قرآن عالیشان کے آفاقی ہدایت نامے) کو نہ سمجھ پائیں، اور اُنکے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کر دی ہے، آپ اُنہیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بُلا لیں، اب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔''

(الکہف ۱۸:۵۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی یاد/ ذکر، اسکی طرف واپسی (موت)، روزِ حساب اور مقصدِ حیات سے انسان کو شیطان لاتعلّق کر دیتا ہے، اسکی توجّہ ہدایت کے راستے کی طرف جلد واپسی' توبہ و استغفار اور فکر احتساب سے موڑ کر لمبی امیدوں' توقّعات اور دنیاوی بھاگ دوڑ میں آخری سانس تک کھپائے رکھتا ہے۔ وہ شیطانی ہتھکنڈوں کے طفیل انسان کو مادّی مفادات (یعنی مال و دولت، گھر، منافع، مرتبہ و اقتدار، تعلقات، فیشن / برانڈز، شاپنگ، بسیار خوری، جنسیّت اور مختلف مرغوباتِ دنیا وغیرہ) کو آراستہ کر کے اشیائے زندگی کی اندھی ہوس' کثیر اسبابِ دنیا کو اکٹھا کرنے کی انتھک حرص اور گوناں گوں دنیاوی اشغال میں بُری طرح پھنسا دیتا ہے۔ فرد سے لیکر عالمی معاشرے تک کو وہ اپنے مضبوط شیطانی شکنجے میں کس کے پُوری انسانیت کو دائمی بربادی کے گھوڑے پر نہ صرف سرپٹ بھگا دیتا ہے بلکہ آخری لمحے تک شیطانی پہرہ بھی بٹھا دیتا ہے تاکہ کسی کیلئے حق کی جانب واپسی کا موقع نہ رہے۔ اگر کبھی

صراطِ مستقیم کی بھولی بسری یاد آ بھی جائے تو اُس لمحے، عمر یا وقت کی گھڑیاں باقی نہیں ہوتیں اور شیطان سرمایۂ حیات لُوٹ چکا ہوتا ہے۔

جس کام کو جہاں میں آیا تھا تُو نظیر
خانہ خراب! تجھ سے وہی کام رہ گیا

(نظیر اکبر آبادی)

۴۔ اللہ ربّ العزّت کی بے انتہا رحمتوں، عطا کردہ صلاحیتوں، سہولتوں اور لامتناہی مواقع کے باوجود شیطانِ لعین اپنے خصوصی چمتکار سے انسان کو ناشُکرا بنا دیتا ہے۔ ناشُکرا انسان عبادت کی انتہا پر بھی روحانی فیوض و برکات اور کامل شریعت پر استقامت سے محروم ہو کر زندگی بھر آسان شیطانی ہدف بنا رہتا ہے۔

۵۔ ایک فرد کی بربادی کے راستے، شیطانِ لعین پوری انسانیت پر ایک ہی شیطانی شامیانہ تان دیتا ہے۔ وہ غیر اسلامی اصولوں، ضابطوں، روایتوں اور رواجوں کو اپنے تمامتر انسانی آلۂ کاروں و غیر انسانی (نادیدہ) ذرائع سے انتہائی فروغ دیتا ہے۔ چنانچہ فرد سے جماعت، گھر سے بازار، عدالت سے حکومت، معیشت سے معاشرت اور علم سے پیمانۂ سود و زیاں تک، سارے میدانِ سعی و سرگرمی میں حلال، خیر اور نیکی کی جگہ بالترتیب حرام، شر اور نفسا نفسی کو ''**قانونی قائم مقام**'' قرار دلوا دیتا ہے۔ اسطرح صحیح اور غلط کی تمیز یا قدری پیمانے پُورے عالم سے حرفِ غلط کی طرح مِٹ جاتے ہیں۔ پھر اللہ اور اسکے رسولؐ سے جنگ آسان اور سُودی معاملات سے پاک لین دین ناممکن بن جاتا ہے۔ استغفر اللہ۔

کون کر سکتا ہے اس کی آتشِ سوزاں کو سرد
جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں

(علاّمہ محمد اقبالؒ)

۶۔ شیطانِ لعین امن و اصلاح، بھائی چارے اور اجتماعی بہبود و ترقّی کی بجائے تفرقہ و فساد، باہمی تضادات و عداوت اور ترقّیِ خواص و تنزّلیِ عوام کے زہریلے بیج بو دیتا ہے۔ پس انسان

برادری، زبان، مسلک، مذہب یا کسی اور سفلی نظریے کے تعصّب میں خون آشام بھیڑیے کا روپ دھار لیتا ہے اور نتیجتاً ظلم و استحصال کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اسطرح شرفِ انسانیت و احترامِ آدمیّت کے تمام تر اصول وضوابط اور اخلاقی وقانونی قاعدوں کے اٹوٹ انگ جوڑ اُکھڑ جاتے ہیں اور پوری دنیا میں یگانہ شیطانی عملداری کا دجّالی سکّہ نافذ العمل ہو جاتا ہے۔

''جب وہ لوٹ کر جاتا ہے (یعنی جب شر و فساد کا ایجنٹ موقع پاتا ہے)، تو زمین میں اُسکی ساری دوڑ دھوپ اسلیئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' (۲۰۵:۲ البقرہ)

۷۔ شیطانِ لعین غربت سے جُڑے گوناں گوں خدشات اور طاقتور گروہِ شیطان کے ڈر اور خوف میں مبتلا کرتا ہے۔ اس حربے سے لوگ خیرہ کُن شیطانی طاقتوں کے سامنے مرعوب ہو جاتے ہیں اور ''**نظریۂ ضرورت**'' یا بزعم خویش ''**بہترین حکمتِ عملی**'' کے تحت سفلی خواہشات و شیطانی احکامات کی اندھی تقلید وتعمیل کر گزرتے ہیں۔ اُسکا حتمی ہدف یہ ہوتا ہے کہ آخری گروہِ شرفِ انسانی (یعنی مسلمان) بھی میدانِ عمل میں اُترنے سے پیشتر ہی ہتھیار پھینکنے میں عافیت جانیں، دینِ اسلام کو اپنے تمام مسائل وتنزّلی کا واحد سبب مانتے ہوئے ہر ممکنہ معذرت خواہانہ رویّہ وغیر متشرع طرزِ زندگی اپنالیں اور مسلمانوں کو رُجعت پسند، عصرِ حاضر کے تیزی سے بدلتے منظرنامے سے نا آشنا اور مجہول مذہبی فہم والے گروہِ جاہلیّت سمجھیں۔ وہ اس ذہنی پراگندگی اور احساسِ کمتری بلکہ شدید مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ نہ تو اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے، نہ حقّانی، ابدی و آفاقی دین ہے اور نہ ہی یہ دورِ جدید کی کرشماتی ترقّی و تیز رفتاری میں قیادت کی کوئی صلاحیت رکھتا ہے۔

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین (طرزِ حیات، بُود وباش) اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام ونامُراد لوگوں میں شامل ہوگا''۔
(۸۵:۳ آلِ عمران)

۸۔ شیطانِ لعین برائی، فحاشی (بے حیائی)، بے راہ روی، دیّوثیت (انتہائی بے غیرتی) اور اخلاقی گراوٹ کی اتھاہ گہرائیوں کی طرف لے جا کر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے خارج کروا دیتا ہے اور گمراہی ورذالت کی آخری گھاٹی میں پہنچا کر دَم لیتا ہے تاکہ انسانیت اپنی مشترکہ اخلاقی میراث کی آخری رَمق تک کھو بیٹھے۔

''جب تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو چاہے کرو''۔ (سنن ابوداؤد)

۹۔ قرآنی آیات ۱۸۳ کی روشنی میں تطبیق کریں تو شیطانِ لعین کی ترغیباتِ نفس وملمع سازترقّی کے دبیز پردے کے پیچھے، دراصل انسانی سعی وسرگرمی کی اصلی روح میں سے ربّانی ارادے، رُوحانی تاثیر یا عقائد واقدار منہا کر دینے کی سفلی طالع آزمائیاں دکھائی دیتی ہیں۔ جسکی بدولت وہ عبادات ومعاملات سے اخلاص، اعمال سے حُسنِ نیّت، کردار سے اخلاق، رشتوں سے وضع داری، دین سے رُوحانیت اور بقائے باہمی وعظمتِ انسانی کے افکار سے رواداری اور خیر خواہی کو فنا کروا دیتا ہے۔ پھر جہاں معصومیت میں لپٹے حربوں، وفادار حلیفوں، زبانی دھمکیوں اور معاشی ناکہ بندیوں سے کام نہیں نکلتا، وہاں جبر ودہشت کے مہلک ترین ہتھیاروں کے بے دریغ استعمال سے تمام انسانی قدروں وحُرمتوں کی پامالی اور تباہی وبربادی کی نئی تاریخ رقم کروا دیتا ہے۔ مزید برآں شیطانِ لعین بظاہر سائنس وٹیکنالوجی، ترقّی وجدیدیت یا سہولت وتفریح کے پُرکشش لبادے میں، کبھی دلکش نعروں، پُرفریب اصطلاحات، ہیجان خیز طرزِ حیات یا میڈیائی یلغار سے، کبھی درسی نصاب سے لیکر دینی وعلمی نصاب کی بارہا تبدیلیوں سے اور کبھی قدرتی ساخت اور فطرت

۱۸۳۔ ''(شیطان نے اللہ سے کہا) میں انہیں (انسانوں کو) آرزوؤں میں اُلجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت (فطرت) میں ردّوبدل کریں گے۔ (پس) اللہ کو چھوڑ کر جس نے شیطان کو اپنا ولی وسرپرست بنایا وہ صریح خسارے میں پڑ گیا۔ وہ (شیطان) لوگوں سے وعدے کرتا اور انہیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں۔'' (۱۲۰-۱۱۹:۴ النساء)
''(یہ تیری چالیں ہیں اے شیطان کہ) اُن میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا لے اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لے اور اُنکے مال واولاد میں سے اپنا حصّہ لے لے اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ جتنے بھی شیطان کے وعدے ہیں، سراسر فریب ہیں۔'' (۶۴:۱۷ بنی اسرائیل)

کے مظاہر پر قابو پا کر انسانوں میں غیر معمولی ذہنی وجذباتی اور غیر فطری جسمانی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اعضاء واشیاء، محرّمات و معاملات اور نتیجہ خیز سرگرمیوں کو اُنکے اصلی مقامات واہداف سے دُور ہٹا دیتا ہے، ترجیحات کو غتر بُود کر دیتا ہے اور پھر ان پر جادو اثر ذہن سازی کا آسیب ڈال دیتا ہے۔ اسطرح ہر مسلک و مذہب اور رنگ ونسل کے شیطانی راتب خور پُوری تندہی سے ہر سفلی ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ایسے ہمہ جہت منصوبوں کی بدولت شیطانِ لعین پورے عالمگیری معاشرے میں حرام کو حلال، ناجائز کو جائز اور جھوٹ کو سچ کی جگہ نافذ العمل کروا کے دَم لیتا ہے۔ عصرِ حاضر میں غُربت یا دوسرے حقیقی مسائل کے خاتمے اور بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی کی نسبت جیو انجینیئرنگ (موسمیاتی کنٹرول)، غیر فطری جنسیت (بطن وفرج کا کثیر الجہتی فساد بمعہ ہم جنس پرستی کا فروغ اور معنی خیز نسوانی روبوٹس کی تیاریاں)، ھارمونز زدہ گوشت، ہائبرڈ فصلیں، جینیٹک انجینیئرنگ (بالخصوص انسانی کلوننگ)، اندھی ہتھیار سازی و نئ رزم گاہوں میں بجتے طبلِ جنگ، معنی خیز خلائی تحقیقات اور طُوفانی ویکسینیشن (Vaccination) پروگراموں میں عالمی سطح پر غیر معمولی دلچسپی اہلِ فکر ودانش کو کثیر سامانِ تحقیق فراہم کرتے ہیں۔ مزید برآں یہی آیاتِ مبارکہ غیر متوازن عالمی ترجیحات کے نتیجے میں نسلِ انسانی کی یقینی خودکُشی کے بڑھتے امکانات پر بند باندھنے کیلئے سینہ سپر ہو جانے کا آخری گروہ شرفِ انسانیت کو داعیہ بھی ہیں۔

۱۰۔ شیطانِ لعین ہر ممکنہ حربے سے اللہ ربّ العزّت کے نورِ ہدایت کو بجھا دینا چاہتا ہے۔ وہ تمام روحانی وعلمی ذرائع کو تلف کرنے اور مینارۂ نور ہستیوں کی تذلیل ورسوائی کرنے حتّیٰ کہ اُنکی ہلاکت کیلئے اپنے تمامتر ذرائع واثاثے جھونک دیتا ہے، تاکہ پوری دنیا میں یگانہ شیطانی نظام کے مکمل راج کے راستے سے تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۱۱۔ مندرجہ بالا شیطانی عزائم وسفلی سرگرمیوں کے نتیجے میں شیطانِ لعین فرد سے کُل عالمِ انسانیت کو گمراہی، تباہی، غلامی اور انتہائی استحصالی شکنجے میں بُری طرح کس دیتا ہے تاکہ

سُرمدی نجات کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور اہلِ حق واستقلال کی شکست سے یگانہ شیطانی نظام کا پھُریرا پورے عالم پر لہرا جائے۔ شیطانِ لعین اپنے خصوصی ہتھکنڈوں اور تزویراتی اثاثوں سے آفاقی پیغامِ ہدایت کے آخری علمبردار کاروانِ اخلاص وحمیّت کو نہ صرف ہر داخلی وخارجی محاذ پر شکست دے کر اُنکی بچی کھچی توانائیاں نچوڑ دینا چاہتا ہے، بلکہ ان کو ہی حق کے خلاف شیطانی آلہ کار بنا کر دم لینا چاہتا ہے، تاکہ مشیّتِ الٰہیہ کو نادرست ثابت کر سکے (نعوذ باللہ)۔

اے خاصہ خاصانِ رُسلؐ وقتِ دعا ہے
اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

(مولانا الطاف حسین حالیؔ)

دجّالِ اکبر شیطان کے ترکش کا سب سے بڑا اور تباہ کن ہتھیار ہے۔

شیطان کو ہر دور میں گماشتوں کی فوج ظفر موج کی غیر مشروط اطاعت وتائید حاصل رہی ہے۔ اسکے لئے کبھی نمرود، فرعون، سامری، شدّاد، ہلاکو خان اور کبھی غلام احمد قادیانی وغیرہ کی شکل میں بڑے بڑے ہرکارے ہمہ دم موجود رہے ہیں۔ نبی آخر الزّمانؐ کی حدیث کہ ''**بنی نوع انسان نے دجّال سے بڑا فتنہ نہیں دیکھا ہوگا**'' کے مصداق، عنقریب نمودار ہونے والا دجّالِ اکبر بھی عین حکمتِ خداوندی کے مطابق قدیم شیطانی گماشتوں اور دجّالوں کی ہی لڑی میں سب سے بڑا تباہی وبربادی کا عالمی دیوتا ہوگا۔ وہ زبردست اسرائیلی بادشاہ اور نبی (کاذب) کے خودساختہ درجات سے ترقی کر کے اپنے جدّ

امجد فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ بھی کر گذرے گا۔ درحقیقت، ازلی معرکۂ حق و باطل میں یہی وہ چوٹی ہے جس کو سر کرنے کیلئے قرنوں کی سفلی تیاریوں کے بعد شیطانِ لعین اپنے سب سے بڑے ہرکارے کو سینہ ٹھونک کر میدان میں اتارے گا تا کہ نظامِ قدرت کو بزعمِ خویش تلپٹ و موقوف کر کے حق کے خلاف اپنے سر پر باطلی فتح کا تاج سجا سکے اور غالب و مقتدر مشیّتِ الٰہیہ (مقصد تخلیقِ انسان و خلافتِ انسانی، حکمِ سجدہ برائے آدمؑ، ذاتی راندۂ درگاہی اور اتمامِ نور اللہ بدست اُمتِ خاتم المرسلینؐ) کو نادرست ثابت کر سکے (نعوذ باللہ)۔ اسی سفلی مقصد کیلئے اپنی ازلی ہٹ دھرمی پر بضد شیطانِ لعین، قرنوں سے طبلِ جنگ بجا رہا ہے اور اب ظلمت و گھٹا ٹوپ گمراہی والی خونی سیج کی آخری نوک پلک سنوار رہا ہے تا کہ خروجِ دجالِ اکبر کی راہ کُھل جائے۔

فتنۂ دجّال کا نبویؐ نقشہ و تعبیری تصویر کشی

فتنۂ دجّال (دجّالیت) اور دجّالِ اکبر سے متعلقہ صاحبِ قرآنؐ کے ارشادات

۱۔ ''آدمؑ کی پیدائش سے لیکر قیامت آنے تک بنی نوع انسان کیلئے دجّال سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم)

۲۔ ''کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی اُمت کو کانے (ایک آنکھ والا) اور جھوٹے (دجّال) سے نہ ڈرایا ہو، یاد رکھو وہ ایک آنکھ والا ہوگا اور تمہارا ربّ ایک آنکھ والا نہیں ہے اور دجّال کی دونوں آنکھوں کے درمیان 'کافر' لکھا ہوگا۔'' (متفق علیہ)

۳۔ ''کیا میں تم کو دجّال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوحؑ سے لیکر آج تک کسی نبی نے اپنی اُمّت کو نہ بتائی ہو۔ دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنّت اور جہنّم کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے، جس کو وہ جنّت کہے گا وہ درحقیقت جہنّم ہوگی۔ دجّال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوحؑ نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔'' (متفق علیہ)

۴۔ ''دجّال اس وقت تک ظاہر نہیں ہوگا جب تک کہ لوگ اسے بالکل بھول نہیں چکے

ہونگے۔ حتّٰی کہ آئمہ (مساجد) منبروں پر اُسکا ذکر کرنا چھوڑ چکے ہونگے۔'' (مسند احمد)

۵۔ ''دجّال 40 روز تک دنیا میں رہے گا' پہلا دن ایک سال کی مانند' دوسرا مہینے کی مانند' تیسرا ہفتے کی مانند اور باقی 37 دن تمہارے شب و روز کی مانند ہوں گے۔'' (صحیح مسلم)

۶۔ ''(دورِ دجّال میں) ایمان کی حفاظت اس قدر مشکل ہوجائے گی جیسے جلتا کوئلہ ہاتھ میں رکھنا۔ ایک شخص کا قبر کے پاس سے گزر ہوگا، وہ حسرت کریگا کہ کاش میں قبر میں ہوتا۔'' (صحیح مسلم)

۷۔ ''جب وہ (دجّال) نکلے گا تو اسکے ساتھی (ایرانی شہر) اصفہان کے (70,000) یہودی ہونگے۔ (پھر پوری دنیا میں تباہی و فساد کی خونین داستان لکھ کر دجّال) جب مدینہ آئیگا تو وہاں ایک طرف آ کر اترے گا، اسوقت مدینہ کے 7 دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر 2 فرشتے نگران ہوں گے (وہ اسکا شہر میں داخلہ روک دیں گے)، مدینہ میں جو بداعمال لوگ آباد ہونگے وہ نکل کر اسکے پاس چلے جائیں گے، اسکے بعد وہ فلسطین میں بابِ لُد پر آئے گا۔ عیسیٰؑ نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اس کو قتل کریں گے۔ پھر عیسیٰؑ 40 سال تک ایک مُنصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔'' (مسند احمد)

۸۔ ''جب اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ ابنِ مریمؑ کو بھیجے گا، تو وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصّے میں (مسجد کے) سفید مینار کے پاس دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اُتریں گے ------- جب اللہ تعالیٰ کا دشمن دجّال حضرت عیسیٰؑ کو دیکھے گا تو وہ یوں گُھلنا شروع ہو جائے گا جیسے نمک پانی میں گُھلتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ دجّال کو تلاش کریں گے اور لُد (اسرائیل) کے مقام پر اسے قتل کریں گے۔'' (صحیح مسلم)

۹۔ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے لڑیں گے اور انہیں ہلاک کریں گے۔ حتّٰی کہ یہودی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا اور وہ درخت یا پتھر پکارے گا کہ (اے مسلمان) میرے پیچھے یہودی چھپا ہے' آؤ اور اسے قتل کرو' سوائے غرقد

کے، جو یہودیوں کا درخت ہے"۔ (صحیح مسلم)

۱۰۔"مسلمانو! تمہارے اندر نبوّت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اسے اُٹھا لے گا (دورِ اوّل)، اور خلافت علیٰ منہاج النبوّہ (نبوّت کے عین مطابق خلافت) قائم کرے گا، پھر اللہ اُسے بھی اُٹھا لے گا (دورِ دوئم)، اُسکے بعد کاٹ کھانے والی ملوکیت کا دور شروع ہوگا اور یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اسے بھی اختتام پر پہنچا دے گا (دورِ سوئم)، اس کے بعد جبر و دہشت کی حکمرانی کا دور آئے گا اور جب تک اللہ چاہے گا یہ دور باقی رہے گا، پھر اللہ اسے بھی اُٹھا لے گا (دورِ چہارم)، اسکے بعد ایک بار پھر خلافت علیٰ منہاج النبوّہ کا دور آئے گا (دورِ پنجم)۔" (مسند احمد)

۱۱۔"بیت المقدّس کی آبادی مدینہ کی ویرانی ہوگی، مدینہ کی ویرانی ملحمہ (لڑائیوں اور فتنوں) کا ظہور ہوگا، فتنوں کا ظہور قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح ہوگی اور قسطنطنیہ کی فتح، دجّال کا خروج ہوگا۔" (سنن ابوداؤد)

۱۲۔"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم اس وقت تک گمراہ نہیں ہوگے جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔ ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری میری سُنّت"۔ (مؤطا امام مالک)

نبویؐ ارشادات کی روشنی میں دجّالی عفریت کی تعبیری تصویر کشی

۱۔ دجّال لفظ کی جڑ دجّل ہے جسکا مطلب جھوٹ، تلبیس، دھوکہ اور فریب ہے یعنی فتنۂ دجّال (دجّالیت) کے اندر جھوٹ، ملمع کاری، دھوکہ اور فریب کا سکّہ ڈھٹائی سے رائج الوقت ہوگا۔ ظلم کی انتہا یہ ہوگی کہ اسکا سارا کاروبار سچ اور حق کے نام پر ہوگا۔ اسی وجہ سے سبھی لوگ دھوکہ کھائیں گے اور بھونڈے جھوٹ کو بلا تحقیق پکّا سچ تسلیم کریں گے۔ اسطرح دورِ دجّال میں عالمگیری سطح پر حلال، خیر اور سچائی کی جگہ حرام، شر اور جھوٹ "قانونی قائم مقام" بن جائیں گے۔ پوری دنیا کے ہر معاشرے میں انسانوں، جانوروں (حیوانات) اور فصلوں (نباتات) پر ایک ہی انداز سے ظلم، بہیمیت، اور استحصال کا دور دورہ ہوگا۔

۲۔ جب دجّالیّت پوری انسانیت کے تمام اخلاقی، تمدّنی، معاشی، علمی اور روحانی شعبوں کو اپنے ہولناک شکنجے میں بُری طرح جکڑ لے گی اور قیامت خیز تباہی و بربادی کے آخری درجے کی سیج مکمل سج جائے گی، تو شیطانِ لعین کے سب سے بڑے ایجنٹ دجّالِ اکبر المعروف مسیحِ دجّال کا عالمی بساط پر ظہور ہوگا۔ عالمگیر تباہی کا یہ دیوتا یروشلم کے سنگھاسن سے دجّالیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو نقطۂ منتہا پر لے جائیگا۔ اہلِ ایمان پر یہ دور انتہائی مصیبتوں، پریشانیوں، آزمائشوں اور قربانیوں سے لبریز ہوگا۔ حالات ایسے ہیبتناک ہو جائیں گے کہ جیسے قرآن عالیشان میں پہلی امّتوں کے بارے میں بیان ہے:

"کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم کو یونہی جنّت کا داخلہ مل جائے گا۔ حالانکہ ابھی تم پر وہ سب نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے۔ حتّٰی کہ وقت کا رسول اور اسکے ساتھی اہلِ ایمان پُکار اٹھے کہ اللہ تیری مدد کب آئے گی، اس وقت انکو تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔"

(۲:۲۱۴ البقرہ)

۳۔ مدینہ طیّبہ اور بیت المقدّس (یروشلم) کا معکوسی تعلّق برائے عروج و زوال سے مُراد دُنیا میں مدینہ شہر کا عالمی معاملات میں سیاسی اثر و رسوخ کم ہونا جبکہ یروشلم کا بڑھنا ہے یا عالمِ اسلام کی نسبت یہودیوں کے عالمی اثر و رسوخ میں خاطر خواہ اضافہ ہونا ہوسکتا ہے۔ یہ دونوں مفاہیم عصرِ حاضر پر منطبق ہوتے ہیں۔

۴۔ نبی آخر الزّمانؐ نے کبھی دجّال کی پیدائش کا ذکر نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اسکے خُروج کی خبر دی۔ اسی طرح صراحت کے ساتھ دجّال بطور ایک شخصیّت کا ذکر ہے۔ اللہ کی نسبت سے اسکی ایک آنکھ کا خصوصی تذکرہ بمع پیشانی پر لکھا 'کافر' بہت سے مخفی امور کو طشت از بام کرتا ہے، مثلاً:

اوّل۔ دجّال کی پیدائش اور زندگی کے معاملات غیر معمولی وخارقِ عادت ہیں اور نسبتاً تفصیلی بحث وتحقیق کے مُتقاضی ہیں (حاشیہ نمبر ۱۵۱ میں خُلاصہ بیان ہو چُکا ہے)۔ البتّہ اُسکے آخری 37 دن عام انسانی دنوں کی مانند 24 گھنٹوں پر مُشتمل ہونگے اور یہی اہلِ ایمان کیلئے قیامت خیز آزمائش کے نقطۂ منتہا ہونگے۔

دوئم۔ دجّال یہودیوں کے طاقتور بادشاہ اور نبی ٔ کذّاب کے مدارج کے بعد تمام شیطانی قوّتوں کے جلو میں اپنے محیّر العقول شعبدوں (جنّت یا دوزخ / نفع یا نقصان / نفع بخش بارش یا بارُود کی آگ / لہلہاتی فصلیں یا ریت اُڑاتے صحرا یعنی **زندگی اور موت کے تمام لوازمات پر زبردست کنٹرول**) کے طفیل ربوبیّت اور خُدائی کا دعویٰ کرے گا۔ دجّالی نام نہاد خُدائی کے عالمی نشانات میں اسکا **مستقل کافرانہ روش، باطلانہ طرزِ تمدّن، اخلاقی گراوٹ، جبرو دہشت اور سخت استحصالی نظام کی بالادستی پر ڈِھٹائی سے جمے ہونا ہوگا جو پوری دنیا پر ایک ہی عالمگیری رنگ میں غالب ہوگا۔** دجّال کی پیشانی پہ لکھا ''**کافر**'' یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسکا کافرانہ رنگ ڈھنگ کمزور ترین ایمان والوں کیلئے بھی واضح ہوگا، البتہ صرف انکی نگاہوں سے اوجھل ہوگا جو نوشتۂ دیوار کو نہ پڑھنے کا تہیّہ کئے ہونگے یا لمحۂ آخر تک دجّالی راتب خور بنے رہینگے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

سوئم۔ ایک دجّالی آنکھ سے یگانہ شیطانی نظام کی عالمگیریت اور پوری دنیا پر غالب نفوذ پزیری وزبردست اثر انگیزی کا اشارہ ملتا ہے۔ نیز ہیبتناک دجّالی حربوں کی بدولت اللہ سے جُڑی روحانیت ودینی بصیرت کے قلع قمع کے بعد مادیّت وذاتی منفعت کی اکھیری بالادستی کی تمثیل بھی ملتی ہے۔

چہارم۔ مسیحِ کذّاب (دجّالِ اکبر) کے قتل اور پوری دنیا پر شامیانے کی طرح تنی قیامت خیز دجّالیت کے خاتمے کیلئے اللہ مالک المُلک کے حکم سے حضرت مسیحؑ ابنِ مریمؑ آسمانوں سے نازل ہونگے، نُصرتِ خداوندی کو دیکھتے ہی دجّالی قوتیں کمزور پڑنا شروع ہوجائیں گی اور

آپؑ بابِ لُد پر دجّال کو جہنم رسید کر کے شیطانی منصوبے کو آخری مرحلے میں تاراج کردیں گے، مسلمان تمام یہودی فتنہ گروں سے دنیا کو پاک کریں گے (جنکی ہمہ جہت وہمہ گیر فتنہ انگیزی سے شجر وحجر بھی پناہ مانگیں گے اور زبانِ حال سے مسلمانوں کو پکاریں گے)، تمام باقی ادیانِ عالم بشمول عیسائیت کا نام ونشان مِٹ جائے گا، حق وانصاف کی حکمرانی ہوگی اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

معاصرانہ ماحول، رویّے اور ترقی ٔ معکوس کی بھیانک تصویریں

۱۔ **قیامت کی علاماتِ صغریٰ** ([۱] حکمران "لگان / محصول" کو اپنی ذاتی دولت بنا لیں گے، [۲] زکوٰۃ بطور تاوان ادا ہونے لگے گی، [۳] لوگ امانت کو مالِ غنیمت کی طرح حلال وطیّب سمجھیں گے، [۴] اولاد والدین کی نافرمانی اور بدلوگوں سے دوستی کریگی، [۵] علم ودین حصولِ دنیا کی غرض سے سیکھا جائے گا، [۶] ہر قبیلہ وقوم میں سب سے زیادہ کمینے، بدخلق اور لالچی لوگ سردار بن جائیں گے، [۷] انتظامات نالائق (غیر مستحق) اشخاص کے سپرد کئے جائیں گے، [۸] نقصان کے ڈر سے ایسے آدمیوں کی تعظیم وتکریم کی جائیگی جو خلافِ شرع امور کے مرتکب ہوں گے، [۹] شراب نوشی کھلم کھلا ہونے لگے گی، [۱۰] آلاتِ لہوولعب اور ناچ گانے کا رواج ہوجائیگا، [۱۱] زناکاری کی کثرت ہوجائے گی، [۱۲] امّت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت وطعنہ زنی کرنے لگیں گے۔ (ترمذی) کی خوفناک رفتار سے تکمیل کے ساتھ ہی قربِ قیامت کے دورِ فتن میں موجود عالمِ انسانیت پر نہ جانے کس لمحے علاماتِ کُبریٰ کا ظہور شروع ہوجائیگا۔ بزبانِ نبوتؐ خروجِ دجّال قیامت کی 10 بڑی نشانیوں (بشمول دُھواں، حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی، یاجوج وماجوج، دابۃ الارض۔ صحیح مسلم) میں سے ہے جبکہ باقی بڑی نشانیاں بھی ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی مانند یکے بعد دیگرے تیزی سے وقوع پذیر ہونگی۔

۲۔ اسلامی نظام کے تین بنیادی ستونوں یعنی سیاسی (حکمران بشمول زبردست عسکری وسائل)، روحانی (فکری، علمی ومذہبی طبقات) اور **معاشی واقتصادی قوتوں** کے مرحلہ بہ

مرحلہ انہدام کے بعد شیطانی نظام انہی تین ستونوں پر اپنی تمام قاہرانہ قوتوں کو مرکوز کرتا ہے اور خوب ترقّی دیتا ہے۔ جس کو قرآن عالیشان **''فرعون' ہامان اور قارون''** کی شیطانی مثلّث سے واضح کرتا ہے۔ جب یہ تینوں شیطانی ادارے اپنی لرزہ خیز طاقتوں کو مکمل ہم آہنگ، مربوط و منظم کر لیتے ہیں، تو حق مشتبہ' غیر مقبول و نامانوس اور دُھندلی شکل اختیار کر جاتا ہے، حق باطل کے ساتھ اس قدر خلط ملط کیا جاتا ہے کہ حق کو پہنچاننے سے ہی لوگ عاجز آ جائیں، باطل کو حق' بدعت کو سُنّت' حرام کو حلال اور جھوٹ کو سچ قرار دیا جاتا ہے، جہالت و گمراہی (عقائد' عبادات و اخلاقیات کی مسخ شدگی' حق و صراطِ مستقیم سے لاپرواہی و مخالفت' عصبیت و تفرقہ بازی اور ملحدانہ رسوم و رواج کا طوفان)، مدخل و مخرج کا فساد (زنا، لواطت و ہم جنس پرستی' حیا باختگی' ناجائز اولادیں اور حرام روزی) عام ہو جاتے ہیں اور علم و آگہی کے تمام ادارے فتنہ و فساد کے سرطان میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس طرح زمین ''فساد فی الارض'' [۱۸۴] کی قیامت خیز کیفیت میں داخل ہو جاتی ہے، معاشرے کا بڑا طبقہ شیطانی فکر' علم اور طریقے کو ہی وقت کی اہم ترین ضرورت و حقیقت اور اپنے لئے واحد راہِ نجات سمجھ لیتا ہے، وہ پُرکشش نعروں' تلبیسی اصطلاحات، فکری و مذہبی مغالطوں' لفظی موشگافیوں، شیطانی تہذیب و ثقافت کی چکا چوند رنگینیوں اور اقتصادی ترغیبات و محرّکات کے تارِ عنکبوت میں بُری طرح پھنس جاتا ہے۔ اسطرح اللہ کا وہ لشکر جو نیابتِ الٰہی (زمین پر ربّانی خلافت یعنی اللہ کے احکامات کے نفاذ) کیلئے مبعوث ہوا، وہی نہ صرف احکامِ الٰہی کا صریح نافرمان بن جاتا ہے، بلکہ حق و ایمان کی جڑ کاٹنے کیلئے شیطان کا قابلِ اعتماد آلۂ کار بن جاتا ہے، پھر حقیقی اسلام کی دُھندلی تصویر بھی مٹا دینے پر بضد استحصالی دیوانے، مجبور و بے کس مسلمانوں کی دم گھٹتی فریادوں کو بھی جارحانہ اقدام گردان کے فوری

۱۸۴۔ ''اور یہود (اس درجہ گستاخ ہیں کہ) کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، انہی کے ہاتھ باندھے جائیں (وہی بخیل ہو جائیں) اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت ہو، (اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا نہیں ہے) بلکہ اسکے ہاتھ تو کُشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور جو کچھ آپؐ کی طرف آپکے ربّ کی جانب سے نازل ہوتا ہے، اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار مزید بڑھے گا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کیلئے عداوت و بُغض ڈال دیا ہے۔ یہ جب جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسکو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ فساد فی الارض پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اللہ فساد برپا کرنیوالوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' (۵:۶۴ المائدہ)

ہتھیار اُٹھا لیتے ہیں۔ حیوانیت' بہیمیت و چنگیزیت کی لرزہ خیز بھٹی کو ضروری شیطانی ایندھن میسر آنے پر، اللہ کے بندے باغی اور اللہ کا دین اجنبی و غیر معروف قرار پاتا ہے، راہِ اسلام پر مخلصانہ قدم بھر چلنا یا خدمتِ حق کرنا، عذاب و دہشت گردی کا جلّی عنوان بن جاتا ہے۔ اُن پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرانا اور دین کی باقی ماندہ علامات کو مٹا دینا وقت کی متفقّہ آواز بن جاتا ہے اور وہ نہ صرف اپنوں میں بیگانے اور قابلِ تحقیر قرار پاتے ہیں بلکہ ان کی عزّت' جان و مال کو کہیں امان نہیں ملتی۔ نبی آخرالزّ مان ﷺ کا یہ جاودانی فرمان ایسے حالات کی بہترین عکس بندی کرتا ہے: **''اسلام اجنبی تھا، ایک وقت آئے گا یہ پھر اجنبی ہو جائے گا''**۔

(صحیح مسلم، ابنِ ماجہ)

۳۔ اسلامی اور شیطانی نظام ایک دوسرے کی انتہائی ضد بھی ہیں اور لامتناہی معرکۂ حق و باطل کے امتیازی نشان بھی ہیں۔ یہ بیک وقت ایک ہی قطعہ زمین یا جسمِ انسانی پر نافذ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جڑ پکڑ سکتے ہیں۔ شیطانی نظام ایک مستقل طرزِ حیات ہے، یہ نظام، جسم و زمین پر اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے جتنی کم از کم دین اللہ کو درکار ہوتی ہے، ان دونوں کو اپنی نمو پذیری اور پروان کیلئے بیک وقت عقیدہ و عمل' طرزِ زندگی و تمدّن' جذبات و احساسات اور ذوق و شوق پر مکمل گرفت چاہیئے ہوتی ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کے ماحول سے تیار شدہ مصنوعات کی سوچ' ترجیح اور دوڑ دھوپ بھی الگ الگ ہوتی ہیں۔ عملی، اخلاقی، فکری و نظری، معاشی اور روحانی بگاڑ کے بعد شیطان باقی ماندہ توحیدی عقائد کو بھی مکمل خارج کروا کر دَم لیتا ہے جس سے باطلی اثرات پورے جسم میں زہر باد کی طرح پھیل جاتے ہیں۔ جب کوئی شرکیہ عقائد کو دل میں راسخ کر لیتا ہے تو روح کا بگاڑ، ایک جسم سے ترقی کر کے پورے معاشرے کو جنگل کی آگ کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور متاثرینِ دجّال کیلئے ہر حکمِ الٰہی کو پامال کرنا ہی باعثِ فخر و انبساط اور کامیابی کا ناگزیر نشان بن جاتا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۴۔آج کی اسلامی دنیا پر محض اُچٹتی نگاہ ڈالیں تو کہیں نظامِ حکومت نے شاہی خلعت زیب تن کی ہے اور کہیں جمہوری قبا،مگر دونوں نہ صرف دینِ اسلام کے مزاج (**عدل، خیرخواہی اور شریعت**) سے کوسوں دور ہیں بلکہ حکومتی اشرافیہ،عوام کے حقوق و بہبود کی بجائے محض اپنے دنیاوی معاملات بڑھانے اور ترغیباتِ نفس میں گُم ہیں، اسطرح درحقیقت بازوئے باطل بنے ہوئے ہیں۔انہیں انہدامِ خلافت کے بعد پے در پے شیطانی یلغار سے دینِ قیّم کے اُدھڑتے بَخیے نظر آتے ہیں اور نہ ہی شیطانی نظام کی طوفانی اِیستادگی۔انہیں مسلم علاقوں میں یکے بعد دیگرے بھیانک تباہی اور ظلمت وعبرت کی نشانیاں دکھائی دے رہی ہیں، نہ اگلے نوشتۂ دیوار شیطانی اہداف میں اپنا حشر نشر۔انہیں پوری انسانیت کو شیطانی اندھیروں میں دھکیل دینے والے تیزی سے بڑھتے تاریک سائے بھی نہیں دکھائی دے رہے ہیں۔وہ دجّالی مستی میں اس قدر مست ہیں کہ یقینی ہلاکت کی بلند ہوتی دھمک بھی سننے سے قاصر ہوگئے ہیں۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کَرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

(علّامہ محمّد اقبالؒ)

۵۔اخلاقی ،روحانی،سماجی ، معاشی ، قانونی اور علمی اقدار اور حسنِ معیار کے قدری پیمانوں میں انفرادی سے اجتماعی سطح پر انتہائی تیز رفتار انحطاط وتنزّلی،خواص وعوام کے اندر بے دینی کے پھیلتے مہیب سائے، سخت اضطرابی حالات اور زہریلی ذہن سازی کی ترقی یافتہ فسوں کاریوں کے سامنے عہدِ رفتہ کے مجرّب دینی وظیفوں اور اصلاحی تحریکوں کی مسلسل ناکامی، پھلتے پھُولتے دورِ فتن کے زمینی حقائق و ناقابلِ تردید ثبوت ہیں۔ترغیبات، لذّات، واہیات اور شہوات کی دنیا،تشکیک،خلجان، اضطراب اور ہیجان کی دنیا اور سراب،

جھوٹ، دھوکے اور خسارے کی دنیا میں امکانات، کمالات، معجزات اور درجات کے راستے گُم ہوتے جارہے ہیں۔بھرپور شیطانی اقدامات کی بدولت حق کی مسخ شدگی' بگاڑ' تلبیس یا تکذیب وٹھٹّھا کے بعد باطل اِسکا ''**قانونی قائم مقام**'' بنتا چلا جارہا ہے۔ہمہ گیر سرکشی وفساد کی سفلی قوتیں، خوف ودہشت کے تباہ کن ہتھیار سے ایمانی خیمے کی باقی ماندہ طنابیں بھی اُکھاڑنے پر آخری درجے پر تُل چکی ہیں، عالمی معاشرہ جوق درجوق شیطان کا حلیف بنتا جارہا ہے اور عالمگیر انسانیت اجتماعی خودکشی پر مکمل کمر باندھے کھڑی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ہمہ جہت تیّاریوں کے بعد، آفاقی معرکۂ خیروشر میں سب سے اُونچی چوٹی کا مرحلہ، جس کو سر کرنے کیلئے شیطان نے قرنوں کا سرگرم سفر طے کیا ہے، وہ انتہائی قریب آن لگا ہے کہ جب وہ اپنے سب سے بڑے تُرپ کے پتّے کو میدان میں اُتارنے جارہا ہے اور بظاہر وہ ساری رکاوٹوں ومخالفتوں کو بھی تہس نہس کرچکا ہے۔

خدا کہاں ہے؟؟؟

ا۔ عصرِ حاضر میں اشرف المخلوقات انسان ۱۸۵ کو ڈارون کے بھونڈے نظریہ ارتقاء کے پنجرے میں بند کر کے محض ایک ترقی یافتہ حیوان کا پاتالی درجہ دیکر اسفل سافلین ۱۸۶ بنا دیا گیا ہے جس میں نہ تو اللہ نے اپنی روح پھونکی ہے، ۱۸۷ نہ اسکی تخلیق میں کوئی بلند تر قوت کارفرما ہے اور نہ ہی اسکا کوئی عظیم تر مقصدِ حیات ہے۔اسطرح مسجود الملائکہ انسان، خلافتِ الٰہی اور عالمگیر شہادتِ انسانی جیسے عالی مقامات سے گر کر محض مادّی وحیوانی وجود قرار دے دیا گیا ہے اور دنیا ایک عظیم الشّان چڑیا گھر کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔اس طرح حق سے جواہرِ خاص (اخلاص ، وفاداری اور یقین)، اخلاقیات و حَسنات سے روحانیت (ہر حال میں محض رضائے الٰہی کا دھیان)، علم سے عمل اور عبادت سے اطاعت کے اٹوٹ انگ جوڑ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرتے چلے جارہے ہیں۔نتیجتاً پھلتے

۱۸۵۔ ''بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (شکل وعقل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر۔'' (۹۵:۴التین)

۱۸۶۔''پھر ہم نے اسے لوٹا دیا اسفل السافلین (پست ترین حالت) کی طرف۔'' (۹۵:۵التین)

۱۸۷۔ ''(اللہ نے فرمایا) جب میں اسے (یعنی انسان کو) مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں (اور وہ جی اُٹھے) تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔'' (۱۵:۲۹الحجر)

پھولتے شیطانی عمل کی بدولت کہیں بُتوں، قبروں، شخصیات یا دیوی دیوتاؤں کو خُدا کا رتبہ دے دیا گیا تو کہیں حبِّ دنیا اور پیسہ خدا سمجھ لیا گیا، حتیٰ کہ جب شیطان کا کرشماتی جادُو سر چڑھ کر بولا تو لوگوں نے خواہشات (نفسانی خواہشات کی تسکین وتگ ودو) کو ہی خدا کی جگہ براجمان کرلیا۔ غیر اللہ یا طاغوت کو تراش خراش کے خُدا بنا لینے والوں کی مثال مکڑی کے کمزور ترین گھر جیسی ہے۔ ۱۸۸ جس کے مکینوں کا ذاتی تحفّظ اور ذہنی وروحانی سکون ہوا کے جھونکوں کا بھی متحمل نہیں ہوتا، اس لئے وہ ایک کے بعد دوسرے پُرکشش شیطانی جنجال میں آسانی سے پھنستے چلے جاتے ہیں اور زندگی اسی کھن چکر میں گذار کر فانی دنیا سے خالی ہاتھ لوٹ جاتے ہیں۔ وہ اپنے خالق و رازق سے حقیقی تعلق جوڑ سکتے ہیں، نہ اس کے وعدوں و بشارتوں پر یقین رکھتے ہیں، یومِ احتساب کی معرفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اپنے مقصدِ تخلیق کو پہچان کر میر کارواں بننے کی استعداد رکھتے ہیں۔ شامیانے کی طرح پوری دنیا پر چھائی قیامت خیز دجالی فضا میں وہ شیطانی حلقۂ اِرادت کے اندر محض عامیانہ زندگی گذار تے ہیں جس میں بنیادی حیوانی خواہشات (خوراک، جنسیّت اور ذاتی تحفّظ کی دوڑ دھوپ) سے سر اُٹھانے کی فُرصت نہیں ہوتی۔ اسطرح وہ بھلے کسی بھی قوم ونسل، مذہب ومسلک یا رنگ وزبان کے علمبردار ہوں، دراصل وہ بازوئے باطل کی حیثیت سے حزب الشیطان کا اٹوٹ انگ جُزو ہوتے ہیں اور ساری عمر دوسروں کو دھوکہ دیتے دیتے آخر میں سب سے بڑے دھوکے باز سے ساری جمع پُونجی لُٹوا لیتے ہیں۔ ۱۸۹

اے مسلماں! ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ لا یخلف المیعاد رکھ
یہ، لسان العصر، کا پیغام ہے

۱۸۸۔ ''جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے انکی مثال مکڑی جیسی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے، اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں میں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے، کاش! وہ جان لیتے۔'' (۲۹:۴۱ العنکبوت)

۱۸۹۔ ''تو (منافق لوگ مومنوں سے پکار پکار کر) کہیں گے کہ کیا ہم (دُنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہیں گے، کیوں نہیں تھے۔ لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں پھنسا رکھا تھا اور تم (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلامی احکامات ونواہی میں) شک و شُبہ کرتے رہے اور (تمہاری لاحاصل) تمناؤں نے تمہیں دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (موت کا وقت) آن پہنچا (تم کو لمحۂ آخر تک توبہ کا ہوش نہ رہا) اور اس (بڑے) دغاباز (شیطان) نے تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکے میں ہی رکھا۔'' (۵۷:۱۴ الحدید)

''اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ'' یاد رکھ
(علّامہ محمد اقبالؒ)

۲۔ الخبیر، العزیز، المقتدر اور المالکِ ذوالجلال والاکرام جیسی عظیم المرتبت صفات والے اللہ ربّ العزّت کا علم، قدرت اور اقتدار قدیم بھی ہیں اور کامل بھی ہیں، اُسکی غالب حکمت تمام عالم میں سب پر حاوی و ہمہ دم جاری ہے، اسکی نگاہِ ناز سے نہ کچھ پوشیدہ ہے، نہ ماورا ہے اور نہ ہی کوئی اُسے کبھی ہرا سکتا ہے۔ ۱۹۰ عالمِ انسانیت کی سب سے کٹھن اور قیامت خیز دجّالی آزمائش بھی انتہائی مقتدر خُدائی پردائی قائم اللہ ربّ العزّت کی ذاتی مرضی، منشا اور غالب حکمت کے عین مطابق ہے۔ ۱۹۱ جو اہلِ ایمان اور اہلِ باطل کے مابین امتیازی فرق واضح کرنے، ۱۹۲ کھرے کو کھوٹے سے چھانٹ کر الگ کرنے ۱۹۳ اور شیطانِ لعین کو ربّانی سبق سکھانے والا حتمی معرکہ ہے۔ یاد رہے کہ کوئی بھی اس کی عظیم الشّان منصوبہ بندی وعالیشان تتمّیہ میں سرِ موتبدیلی نہیں لاسکتا۔ ۱۹۴

۳۔ اللہ ربّ العزّت کی ''ہر مشکل کے ساتھ آسانی'' ۱۹۵ اور ''استطاعت کے مقدور آزمائش'' ۱۹۶ والی قدیم سُنّتوں کے عین مطابق، دورِ دجّال جہاں اہلِ ایمان کیلئے انتہائی کٹھن آزمائشوں کا وقت ہوگا، وہیں عظیم الشّان خوشخبریوں کا حامل ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے اُخروی درجات کے علاوہ، بالغ حکمتِ الٰہیّہ سے اِسی دورِ آزمائش میں انکی تالیفِ قلوب کیلئے تین انتہائی زبردست دنیاوی انعامات ونقد ثمرات کا بندوبست بھی کر رکھا

۱۹۰۔ ''اور (آپؐ فرما دیں کہ اے مُنکرو!) تم زمین میں اور آسمان میں (مشیّتِ الٰہی اور اللہ کے دین کو) ہرا نہیں سکتے اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا حمایتی ہے اور نہ مددگار۔'' (۲۹:۲۲ العنکبوت)

۱۹۱۔ ''۔۔۔یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کے ہوئے ہے۔'' (۴۱:۵۴ فصّلت)

۱۹۲۔ ''ان دونوں فریقوں (یعنی کافر و مومن) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا بہرا اور ایک دیکھتا سُنتا۔ بھلا دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟۔'' (۱۱:۲۴ ھود)

۱۹۳۔ ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انکو آزمایا نہ جائیگا، حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تھا (پس انکو بھی آزمائیں گے)۔ اللہ کو تو یہ ضرور فرق (ظاہر) کرنا ہے کہ سچّے کون ہیں اور جھوٹے کون۔'' (۲۹:۲۔۳ العنکبوت)

۱۹۴۔ ''۔۔۔یہ اللہ کا سچّا وعدہ ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے بڑھ کر سچّا ہو؟'' (۴:۱۲۲ النساء)

۱۹۵۔ ''پس یقیناً مُشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک (ہر) مُشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (۹۴:۵۔۶ الانشراح)

۱۹۶۔ ''اللہ کسی متنفس پر اسکی استطاعت سے زیادہ (ذمّہ داری کا) بوجھ نہیں ڈالتا۔۔۔'' (۲:۲۸۶ البقرہ)

ہے۔ اوّلاً خروجِ دجّال سے پہلے ہی حضرت امام مہدیؑ کی صورت میں تجدیدِ خلافت کا مضبوط ترین لنگر اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ و عالمگیری غلبہ کا عالی نسخۂ کیمیا، ثانیاً دجّال کے آخری 37 دنوں (کیونکہ پہلے 3 دن میں دجّال مُختلف زمان ومکان میں ہوگا) کے مختصر ترین عرصے میں جوانمردی اور ایمانی استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کیلئے حضرت مسیح ابنِ مریمؑ کی عظیم ترین صحبت اور انکے سنہری عہدِ حکومت کے بے انتہا فیوض و برکات سمیٹ لینے کی سعادت، سادساً زمانہ قدیم سے عالمِ انسانیت کے لئے سب سے بڑی اور مہلک ترین آزمائش کا نہ صرف کُلّی خاتمہ بلکہ شرفِ انسانیت اور احترامِ آدمیت کی عالمگیر واپسی۔ الُمختصر، یہ مالک المُلک کی طرف سے نگاہِ حق ورضائے الٰہی کے اُمیدواروں کیلئے کاروانِ عزیمت و استقلال میں ذوق وشوق سے شامل ہو کر حتمی فتح کے جشن میں شاندار انعامات سمیٹ لینے کا ربّانی اعلانِ عام ہے۔

''بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اس (کے تمام فرائض و واجبات) پر ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کرو (بلکہ) اس جنت کی خوشخبری قبول کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

(۴۱:۳۰ فصّلت)

عالمگیری فتنے کا نقطۂ منتہا اور ڈراپ سین

فتنۂ دجّال عنقریب عالمِ انسانیت کے باقی ماندہ اخلاقی، ثقافتی، معاشی، علمی اور روحانی شعبوں کو بھی اپنے ہولناک شکنجے میں بُری طرح جکڑ لے گا، ہمہ گیر سرکشی وفساد کی سفلی قوتیں، خوف ودہشت اور ظلم واستبداد کے تباہ کن ہتھیاروں سے ایمانی وانسانی خیموں کی بقیّہ طنابیں بھی اُکھاڑتی چلی جائیں گی، عالمی معاشرہ جوق درجوق شیطان کا قابلِ اعتماد آلۂ کار بنتا چلا جائے گا، عالمگیر انسانیت اجتماعی خودکشی پر بہ رضا ورغبت کمر باندھے کھڑی ہوگی، انسانیت کی نبضیں ڈوبنے لگیں گے اور بحر و بر، جبل ودشت، شجر وحجر اور وحوش وطیوّر ''الامان والحفیظ'' کی دلدوز صدائیں بلند کر اُٹھیں گے۔ اسطرح جب قیامت خیز تباہی وبربادی کے لئے سٹیج حتمی طور سج جائے گا تو آخری مرحلے میں شیطانِ لعین کے سب سے بڑے ایجنٹ

دجّالِ اکبر کا خُروج ہوگا جو دجّالیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں اور ہولناک تباہی کو نقطۂ منتہا پر لے جائیگا۔ بیشمار کرشماتی طاقتوں اور رزق وتباہی (یعنی زندگی اور موت کے جملہ لوازمات) کا مالک دجّالِ اکبر، یہودیوں کے زبردست بادشاہ اور نبی کاذب (مسیحِ دجّال) کے درجات کے بعد اپنے جدّ امجد فرعون کی طرح خدائی کا بڑا دعویدار بھی بنے گا۔ آفاقی معرکۂ حق وشر میں یہی وہ چوٹی ہے جس کو سر کرنے کیلئے شیطانِ لعین بظاہر ساری رکاوٹوں و مخالفتوں کو تہس نہس کر کے اپنے سب سے بڑے ہرکارے کو سینہ ٹھونک کر میدان میں اتارنے جا رہا ہے تاکہ نظامِ قدرت کو بزعمِ خویش تلپٹ وموقوف کر کے حق کے خلاف اپنے سر پر باطلی فتح کا تاج سجاسکے اور اپنی ازلی راندۂ درگاہی کو نا دُرست ثابت کر سکے (معاذ اللہ)۔ اس لمحے آفاقی قانونِ تدریج (مرحلہ بہ مرحلہ ترقی وارتقاء) وامہال (رجوع و انابت کیلئے مہلتِ توبہ کے معیّن عرصہ) کا فیصلہ کُن گھنٹہ بج جائے گا اور گھڑی کے پینڈولم کی مانند حالات پلٹا کھائیں گے، دجّالی چکّی کے پاٹوں میں پستے زبردست اہلِ ایمان اچانک بالا دست بن جائیں گے۔ دمشق (شام) کی جامع مسجد میں حضرت سیّدنا مہدیؑ کی زیرِ قیادت جانگسل محاصرے میں بچی کھچی اسلامی سپاہ کی ربّانی نصرت کیلئے حضرت عیسٰیؑ ابنِ مریمؑ آسمانوں سے نازل ہونگے اور نبی آخرالزّمانؐ کے عالی مرتبت امّتی کی حیثیت سے شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ دجّالِ اکبر کو بابِ لُد (جہاں اسرائیل نے بن گوریان کے نام سے ملٹی پرپوز ائیرپورٹ بنا رکھا ہے) کے پاس جہنم رسید کریں گے۔ اسکے ساتھ ہی پورے عالمِ انسانیت سے یگانہ دجّالی وشیطانی نظام کے مکمل انہدام کے ساتھ ہی یگانہ ربّانی نظام یعنی دینِ قیّم [۱۹۷] کا مکمل نفاذ ہو جائیگا اور اللہ ربّ العزّت اپنے نور کے اتمام کا وعدہ پورا کر دیگا، [۱۹۸] ان شاء اللہ۔

بڑے کی ہر بات بڑی ہوتی ہے

اہلِ حق واستقامت اور صاحبانِ احسان وتزکیّہ ہردم اسی احساس ویقین سے

۱۹۷۔ ''۔۔۔(سُن رکھو) اللہ کے سوا فرمانروائی (حکومت) کسی کی نہیں ہے۔ اسکا حکم ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ سیدھا دین (طرزِ زندگی) ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (۱۲:۴۰ یوسف)

۱۹۸۔ ''یہ (مُنکرینِ حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (۹:۳۲ التوبہ، ۶۱:۸ الصّف)

سرشار وشادکام ہوتے ہیں کہ اعظم کا ہر اسم، اِسمِ اعظم ہوتا ہے، اُسکی ہر بات بڑی ہوتی ہے اور بھلے سب بدل جائے، اللہ احکم الحاکمین کا کوئی فیصلہ نہیں بدل سکتا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہر دم اسباب کی چوٹی مالک المُلک کی مضبوط پکڑ میں رہتی ہے۔ اِسی لئے وہ ہر دم اُسی وحدہٗ لاشریک کے رنگ میں رنگے ہوئے، ۱۹۹ اسی کی حمد وثنا اور رضا کے کاموں میں جُتے رہتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔حمدِ خُدائی کی تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ اور (مالک کی مخلص) بندگی کرو، تاکہ تمہیں یقین (جیسی عظیم نعمت آخری سانس تک) حاصل ہو۔"

(۹۹۔۱۵:۹۸ الحجر)

نوعِ انسانی کیلئے نجات کی کشتی اور ناخُدا کی اٹل پہچان

۱۔ فانی حیات کے تمام امتحانوں اور معرکوں میں لافانی ہدایت نامے (قرآن عالیشان) سے دائمی قلبی تعلق جوڑنے سے دقیق ترین رُکاوٹیں دُور ہوتی ہیں، دورِ فتن کے سخت ترین فکری، نظری وروحانی مغالطے رفع ہوتے ہیں اور سُرمدی نجات کا راستہ وا ہو جاتا ہے۔ تعلق بالقرآن روزانہ تلاوت سے شروع ہو کر، تدبّر (آیات پر گہرا غور وخوض کرنا) اور تذکّر (اپنی زندگی کے صبح وشام قرآن عالیشان کے مطابق ڈھالنا) سے گذر کر تعلیم (دوسروں تک حکمت سے قرآنی مفہوم ومعانی پہنچانا) تک کا فیوض وبرکات سے لبریز سفر ہے۔ الحمدُ للہ تمام نوعِ انسانی میں یہ عظیم ترین شرف صرف مسلمانوں کو حاصل ہے کہ اِنکے پاس ذِکرُ اللہ ہو بہو انہی الفاظ و لہجے میں موجود ہے جس میں اللہ ربّ العزّت نے نبی آخرالزّماںؐ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا اور پھر تا قیامت، قرآنی حفاظت کیلئے اپنی شخصی

۱۹۹۔ "(کہہ دو) اللہ کا رنگ (اختیار کریں) اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنیوالے ہیں"

(۱۲:۱۳۸ البقرہ)

ضمانت بھی دے رکھی ہے، ۲۰۰ نورٌ علیٰ نور۔ قرآن عالیشان ہی تمام انسانوں کیلئے ابدی نجات کی 'نادِ نوح' کی طرح سب سے مضبوط کشتی ہے۔ اسی لئے موجودہ دورِ فتن میں گراں مایہ متاعِ ایمان کی حفاظت کیلئے اس سے قلبی تعلق جوڑے رکھنے کی افادیت اہلِ فکر ونظر سے قطعی پوشیدہ نہیں ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۲۔ اللہ ربّ العزّت کی محبوب ترین ہستی اور قرآن عالیشان کا بہترین عملی انسانی نمونہ دونوں ہی **نبی آخرالزّماںؐ کی ذاتِ اقدس میں مجتمع ہیں**۔ آپؐ نوعِ انسانی کو جہالت کی اتھاہ گہرائیوں اور شرکیہ تاریکیوں سے نکال کر مواحد روشنیوں میں لے آئے۔ آپؐ بندوں کو بندوں کی سخت استحصالی غُلامی سے رہائی دلا کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی غُلامی میں لے آئے۔ آپؐ نے گری پڑی انسانیت کو شعورِ بندگی ووحدتِ انسانی کی نعمتوں سے سرفراز کر کے عظیم احسانات کا حق ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے بنی نوع انسان پر سب سے بڑے انعام کی کاملیت کر دی۔ اسکے ساتھ ہی اللہ ربّ العزّت نے نہ صرف نبی آخرالزّماںؐ کے دستِ مبارک سے شیطانی قوتوں کی ازل سے جاری معرکۂ حق وشر میں حتمی شکست کا اعلانِ عام کر دیا بلکہ خاتم المرسلینؐ کے نورانی طرزِ حیات پر لازوال مہرِ قبولیت ثبت کر دی کہ **"آج کافر (اور شیطان) تمہارے دین (اسلام کو شکست دینے) سے مایوس ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔۔آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا (خصوصی) انعام تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام بطور دین (طرزِ حیات) پسند فرما لیا" (۵:۳ المائدہ)**۔ پھر اُمّتِ محمدؐ رسول اللہ نے چودہ سو سالوں سے محسنِ انسانیتؐ کی احادیثِ

۲۰۰۔ "بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" (۱۵:۹ الحجر)

مبارکہ کی تدوین اور متعلقہ دقیق علوم وفنون پر بے انتہا تحقیقی کام، آپؐ کی سیرت وسُنّتوں کے بے شمار سنہری پہلوؤں پر لاتعداد کتابیں اور نعتیہ شاعری کا گنجینہ بے بہا اکٹھا کر کے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جن کی نظیر تاریخِ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ اسطرح انسانیت کی معراج؛ نبی آخرالزّ ماںؐ اور مدرسۂ نبوّت کے اوّلین فیضیاب قدسیوںؓ کی چلتی پھرتی زندہ تصویریں، انکے شب وروز کے گراں مایہ اعمال ومعمولات، خانگی زندگیوں سے لیکر میدانِ جہاد کی روشن حرکیات وتزویرات، اپنوں سے لیکر غیروں تک سے غیر معمولی اندازِ سیاست وسیادت اور قرونِ اولیٰ کی خلافتِ اسلامیہ کی نورانی برکات کے دنیا بھر میں تیز ترین وتادیر پھیلاؤ کی مثالیں، لطیف ترین جُزیات کے ساتھ ہمیشہ کیلئے زندہ وتابندہ ہو گئیں۔ مزید کمال ملاحظہ ہو کہ ان نورانی نشانوں پر لبّیک کہتے ہوئے لاتعداد اُمّتی چودہ سو سالوں سے اپنی گردنیں کٹوا دینے کی رسمِ شبّیری ادا کر کے تاریخ کے صفحات کو ہر دور میں اَمر کرتے جا رہے ہیں۔ اسقدر جامع گنجینۂ راہنمائی کی نظیر آج کے ترقّی یافتہ دور میں بھی ہونا تو دُور کی بات ہے اسکا محض تصوّر ہی انسانی حاشیۂ خیال سے ماوراء ہے۔ یہ سب اس کشتیٔ اسلام کے ناخُدا **''محمد رسول اللہ ﷺ''** کے نورانی دم قدم سے ممکن بنا۔ آج کے سخت گُمراہ کُن اضطرابی دور میں آپؐ کے سنہری اسوۂ حسنہ کی بعینیہٖ پیروی کی اہمیت وافادیت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے اور دجّالی فتنوں کے جُملہ اثرات وموثرات سے نجات کیلئے آخری نسخۂ کیمیا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

(علّامہ محمد اقبالؒ)

۳۔ ریاضی میں دونُقطوں کے درمیانی مختصر ترین راستے کو خطِ مستقیم کہتے ہیں، اسی طرح قرآن وسُنّت کے دونوں نُقطوں (مراکز) میں سے گذرنے والے مختصر ترین راستے کو صراط مستقیم کہتے ہیں۔ اپنی زندگیوں کو اِس **''دونُقطی نُکتے''** کے مطابق ڈھالنے والے اور زمانے و حالات کو اسی سُرمدی حسنِ معیار کے مطابق جانچنے والے اہلِ حق واستقامت ہی دنیا وعُقبیٰ کی دائمی کامیابیوں اور سعادتوں کو سمیٹنے والے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ قیامت خیز طاغوتی ودجّالی قوتوں سے بیگانہ وغیر مرعوب، جذبۂ حمیّت وجہاد سے لیس یہ مردانِ حُر ایسے سیر چشم، بیدار مغز اور بالغ نظر ہونگے جو ذہنی جمود ونفسیاتی شکست خوردگی، نفسِ امّارہ، حُبِّ دنیا، خیرہ کُن جدیدیّت اور دورِ دجّال کے خوف ودہشت کے بُتوں کو اپنی خُداداد روحانی بصیرت وجواہرِ ایمانی سے پاش پاش کر دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں اپنا مالک، پالنہار، نافع وضار اور مشکل کُشا تسلیم کر کے، ہمہ دم قرآن وسنّتِ رسولؐ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں گے۔ اسی لازوال روشنی میں وہ علمی، فکری، سماجی، معاشی ومعاشرتی ترقّی کے راہنما اصول متعین کریں گے، تاکہ اسلام جس مقصد کے لئے برپا ہوا ہے، وہ پورا ہو سکے۔

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ (کی واحدانیت وربوبیّت) پر ایمان رکھتے ہو''۔ (۳:۱۱۰ آلِ عمران)

خصوصی ضمیمہ ۲

آج سے ہی سوچنے اور کرنے کے کام ۔ روزمرّہ کا آسان دستور العمل

۱۔ یادرکھیں اچھی نیت، اچھا سفر، اچھا انجام۔

۲۔ دُعا سے دن کا اور بسم اللہ سے ہر کام کا آغاز کریں۔

۳۔ روز ایک اچھی بات سیکھیں، ایک بُرائی مٹائیں، دوسروں کیلئے مثال بن جائیں۔

۴۔ پہلے سوچیں، پھر بولیں، کیونکہ ایک چُپ، سوسُکھ۔

۵۔ دوسروں سے توقّعات گھٹائیں، زندگی آسان بنائیں۔

۶۔ بقایا وقت، زندگی، رزق اور شریکِ حیات کی قدر کریں، راحت پائیں گے۔

۷۔ بیماریوں سے پہلے صحت، بُڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے زندگی کو قیمتی بنالیں، پشیمان نہیں ہونگے۔

۸۔ گُناہ کو گُناہ سمجھیں گے تو چُھوٹیں گے۔

۹۔ نماز، قرآن اور اچھے اخلاق سے اللہ کو پائیں۔

۱۰۔ ایمان، آخرت اور اللہ کی رضا کی ہر دم فکر رکھیں، معاملات سُدھر جائیں گے۔

۱۱۔ ہر نعمت پر شُکر، تکلیف پر صبر اور مُشکل میں اللہ سے مدد مانگنے کی ترتیب اپنائیں، زندگی جنّت بن جائیگی۔

۱۲۔ زیادہ سے زیادہ استغفار اور درود و اذکار سے وقت کو قیمتی بنائیں اور بے حساب رُوحانی برکات سمیٹیں۔

۱۳۔ موجودہ گھر کے ساتھ اپنے دائمی گھر کا بھی خیال رکھیں، دونوں بَن سنور جائیں گے۔

۱۴۔ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ وضو میں رکھیں اور عبادات کا اصلی مزا پائیں۔

۱۵۔ اپنے شریکِ حیات اور بچوں کو جنّت میں بھی ساتھ لے جانے کی فکر کریں۔

۱۶۔ رشتہ داروں، بزرگوں، پڑوسیوں اور حاجت مندوں کا دھیان رکھیں، اللہ آپ کا دھیان رکھے گا۔

۱۷۔ اخلاقی بیماریوں (جُھوٹ، غیبت، غصّہ، کینہ، چُغلی، بد زبانی، بدنظری اور ہوس وغیرہ) سے بچیں، دماغی پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔

۱۸۔ بچوں کی تربیّت قوم و مِلّت کا اثاثہ سمجھ کے کریں۔ یادرکھیں بچپن کی باتیں پچپن تک یاد رہتی ہیں۔ اولاد کی تربیّت کیلئے یہ سُنہرے اصول اپنائیں:۔ (1) سچ کی عظمت اور جُھوٹ سے نفرت، (2) نماز کی پابندی، (3) خدمتِ خلق (دوسروں کی مدد)۔

۱۹۔ دورِ فتن میں عصری تقاضوں کی حقیقت سمجھنے اور نمٹنے کیلئے فہمِ قرآن عالیشان، صُحبتِ خاصاں اور تدبّر و مراقبہ ضروری ہیں۔ سورۃ الکھف کے عملی اسباق پر نتیجہ خیز فکر و عمل کے ساتھ ساتھ دروس و نماز میں ایسی آیات اور سورتوں کا خصوصی انتخاب کریں کہ جس میں اللہ مالک والمُلک کی حاکمیّتِ اعلیٰ، سزا و جزا اور غلبۂ اسلام والی آیات کی کثرت ہو؛ مثلاً سورۃ الفیل، قریش، الکوثر، الکافرون، النصر، المسد۔ مزید برآں فرمانِ نبوی کے مطابق ہر نماز کی تشہد میں سلام پھیرنے سے پہلے حفاظتِ دجّال کی مندرجہ ذیل دُعا کو اپنا معمول بنالیں:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَلْمَمَاتِ وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۝

"اے اللہ میں جہنّم اور قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور فتنۂ مسیح دجّال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" (صحیح مسلم)

حوالہ جات، ماخذ و مصادر

کتاب کا نام		مُصنّف
قرآن عالیشان		
مختلف کُتبِ تفاسیر و تراجم	اُردو:	تفسیر ابنِ کثیر (حافظ عماد الدّین ابوالفدا ء ابنِ کثیرؒ، ترجمہ خطیب الہند مولانا محمّد جونا گڑھیؒ) تفسیرِ عثمانی (شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)، معارف القرآن (حضرت مولانا مفتی محمّد شفیعؒ)، انوارالبیان (حضرت مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ) ضیاءالقرآن (پیر محمّد کرم شاہ صاحبؒ)، ترجمہ قرآن مجید بمعہ حواشی (سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ) فیّوض القرآن (ڈاکٹر حامد حسن بلگرامیؒ)، انوار القرآن (ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملکؒ)، بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمدؒ) اور آسان ترجمۂ قرآن (حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہٗ) متفرّق تراجم: فتح محمّد جالندھریؒ، محمّد جونا گڑھیؒ اور مولانا سیّد شبیر احمدؒ
	انگریزی:	مولانا محمّد اسدؒ، مولانا وحید الدّین خانؒ اور عبدالحلیم صاحب
صحاحِ ستّہ و دیگر کُتبِ احادیث		
مثنویٔ مولویٔ معنویؒ		مولانا جلال الدّین رومیؒ
تلبیسِ ابلیس		علامہ ابن جوزیؒ

کتاب کا نام	مُصنّف
قیامت سے پہلے کیا ہوگا؟	مولانا شاہ رفیع الدّینؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا سیّد بدر عالم مہاجر مدنیؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا یوسف لُدھیانویؒ، علامہ ابنِ عربیؒ، مولانا نعمت اللہ شاہؒ
اصلاحِ انقلابِ اُمّت	حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
کُلیاتِ اقبالؒ	ڈاکٹر علّامہ محمّد اقبالؒ
اسلام دوراہے پر	علّامہ محمّد اسدؒ (Leopold Weiss)
اسلامی مُملکت وحکومت کے بنیادی اُصول	علّامہ محمّد اسدؒ (Leopold Weiss)
تصوراتِ قُرآن	مولانا ابوالکلام آزادؒ
خُطباتِ آزاد	مولانا ابوالکلام آزادؒ
خطباتِ مدراس	علامہ سید سُلیمان ندویؒ
تاریخِ دعوت وعزیمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
معرکہ ایمان ومادیّت	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
علماء کا مقام اوران کی ذمہ داریاں	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
آئندہ نسلوں کے اسلام کی ضمانت اور ایمان کی حفاظت کی ذمّہ داری	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
الدّین القیمہ	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ
دجّالی فتنہ کے نمایاں خدوخال	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ
الرّحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مُبارکپوریؒ
عصرِ حاضر	مولانا محمد یوسف لُدھیانویؒ
کیا ہم مسلمان ہیں؟	شیخ محمد قطبؒ، مترجم مولانا سیّد شبیر احمدؒ

متفرّق خطباتِ شیخ احمد دیداتؒ

خلافت کی حقیقت اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
تاریخی اسباق	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
متفرّق خطباتِ ڈاکٹر اسرار احمدؒ	
خطباتِ بہاولپور	ڈاکٹر محمّد حمید اللہ صاحبؒ
حُبِّ دُنیا	خُرّم مُرادؒ
محاضراتِ قرآنی	ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ
محاضراتِ سیرت ﷺ	ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ
رازِ حیات	مولانا وحید الدّین خانؒ
اللہ اکبر	مولانا وحید الدّین خانؒ
دُنیا جنگوں کے دہانے پر	جسٹس محمّد عبدالمجید صدیقیؒ
دورِ حاضر کی مشکلات کا حل	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہمٗ
قرآن مجید کے ادبی اسرار و رموز	شیخ حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہمٗ
تصوّف و سلوک	شیخ حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہمٗ
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند	شیخ حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہمٗ
سورۃ الکہف کے جواہر۔ بیانات	شیخ حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہمٗ
القدس اور اختتامِ وقت	شیخ عمران حسین دامت برکاتہمٗ، مترجم: محمد جاوید اقبال
اللہ مل سکتا ہے	محترم عرفان الحق صاحب
معیار	محترم عرفان الحق صاحب
قرآن پاک ایک چیلنج، ایک سائنسی معجزہ	اٹیمی سائنسدان سلطان بشیر محمود صاحب، میجر (ر) امیر افضل خان مرحوم

خطباتِ شیخ خالد یٰسین دامت برکاتہمٗ اور شیخ شبیر ایلی دامت برکاتہمٗ

دجّال	اسرار عالم صاحب
خطباتِ دجّال	اسرار عالم صاحب
دجّال: عالمی دجّالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک	مفتی ابولبابہ شاہ منصور دامت برکاتہمٗ
دجّال اور قیامت کی نشانیاں	مدثر حسین سیّال مدظلّہم
تاریک فتنے اور قیامت کی علامات	محمد سلمان مدظلّہم
زوال سے اقبالؒ تک	ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی مدظلّہم
اسلام کے بارے میں مجھ سے پوچھیں؟	مولانا محمد غفران رشیدی کیرانوی مدظلّہم

Just One Message	Dr. Naji I. Arfaj (ra)
Tazkiyah & Islamic Leadership	Dr Muhammed Fazlur Rahman Ansari (ra)
Westernised Muslims	Dr Muhammed Fazlur Rahman Ansari (ra)
What is Islam?	Dr Muhammed Fazlur Rahman Ansari (ra)
Surah Al-Kahf and the Modern Age	Sheykh Imran N. Hosein db
Surah Al-Kahf Translation and Modern Commentry	Sheykh Imran N. Hosein db

چند تاثرات برائے کتاب

۱۔ ’’میں نے یہ کتاب حرف بہ حرف پڑھی ہے، ماشاء اللہ یہ علماء کیلئے (نافع) ہے۔‘‘ حضرت شیخ حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہٗ، عالمی روحانی شخصیّت، بانی سرپرست و مہتممِ اعلیٰ معہد الفقیر الاسلامی (دار العلوم)، جھنگ

۲۔ ’’میں آپ کو ایسی کتاب شائع کرنے کی جرات پر مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپکو اپنی رضا جوئی کیلئے اور کئی کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔‘‘ حضرت شیخ عمران نذر حسین دامت برکاتہٗ، عالمی مذہبی سکالر، ماہر اسلامی فنِ انطباق و معادیات (Eschatology) اور معروف مصنّف، ٹرینیڈاڈ ٹوباگو / ملائشیا

۳۔ ’’دورِ حاضر کیلئے شاندار راہنما کتاب جس کیلئے اللہ نے مصنّف کو شرحِ صدر عطا فرما دیا۔‘‘
مُحترم عرفان الحق صاحب، معروف روحانی معالج و سکالر، جہلم

۴۔ ’’ماشاء اللہ اس مُختصر کتاب میں ڈھیروں علمی و عصری موضوعات کا سیر حاصل احاطہ کیا گیا ہے۔
’’مفتی عدنان کاکاخیل دامت برکاتہٗ، معروف عالم دین و مبلّغ، دارالافتاء و احسان، اسلام آباد

ان شاء اللہ یہ کتاب ان جیسے کئی سوالات و انکشافات سے پردے ہٹا کر واضح لائحہ عمل متعیّن کریگی:-

۱۔ کیا قرآن عالیشان میں دورِ جدید کے گمبھیر ترین مسائل کا بھی عملی حل موجود ہے؟

۲۔ قصّہٗ اصحابِ کہف، نبوی ہجرتِ مدینہ اور پاکستان کا حیرت انگیز آپسی رشتہ کیا ہے؟

۳۔ سورۃ الکھف میں کُتّے، کشتی، دیواروں اور مجمع البحرین کے تذکروں میں عجیب حکمتیں کیا ہیں؟

۴۔ کیا گردشِ دوراں اور خیرہ کُن جدیدیت کبھی آفاقی معیار بدل سکتے ہیں؟

۵۔ کیا ظاہر ہی حقیقت، صورت ہی سیرت، عقل ہی کُل اور دُنیا ہی انتہا ہے؟

۶۔ علم لدُنی کیا ہے؟ اسکا حصول کیسے ممکن ہے؟ اور کیا آج بھی خضری عالم موجود ہیں؟

۷۔ ہم آج کس دورِ یاجوج و ماجوج میں سانس لے رہے ہیں؟ اور لرزہ خیز عصری تاویلیں۔

۸۔ کیا قرآن عالیشان نے بنی نوع انسان کے کٹھن ترین فتنے کو نظر انداز کر دیا ہے؟

۹۔ اگر دجّال کے ہاتھوں مخلوقِ خُدا کی تباہی عظیم تر رحمانی منصوبے کا ناگزیر جزو ہے تو کیا شیطانی ترکش کے مہلک ترین ہتھیار کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے بِلا وُقعت ضائع ہو جانا بھی رضائے الٰہی ہے؟

۱۰۔ دجّالی مستی کے مدہوشوں سے نمٹنے اور انفرادی تیّاریوں کیلئے عجیب الاثر ربّانی نُسخے کیا ہے؟